بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حیرت انگیز واقعات

تصنیف

مولانا عبد القیوم حقانی

قاسم اکیڈمی جامعہ ابی ہریرہ

خالق آباد، نوشہرہ، سرحد۔ پاکستان

فون: 630611 فیکس: 0923-630237

امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کے

حیرت انگیز واقعات

اردو کی سب سے پہلی اور کامیاب کاوش

فکر ونظر، علم وعمل، تاریخ وتذکرہ، فقہ وقانون، اخلاص وللّٰہیت، طہارت وتقویٰ
سیاست واجتماعیت، جذبۂ اصلاحِ انقلابِ اُمّت، تبلیغ واشاعتِ دین،
تعلیم وتدریس، غرض ہمہ جہت جامع اور نفع بخش

پیش لفظ: جناب مولانا سمیع الحق مدیر الحق"

تالیف

مولانا عبدالقیّوم حقّانی

القاسم اکیڈمی

جامعہ ابوہریرہ خالق آباد نوشہرہ سرحد پاکستان

نام کتاب .... امام اعظمؒ کے حیرت انگیز واقعات

تصنیف .... مولانا عبدالقیوم حقانی

ضخامت ۲۷۲صفحات

تعداد ۱۱۰۰

تعداد طباعت تا اڈیشن یازدہم ۱۲۱۰۰

تاریخ طباعت یازدہم .... فروری ۲۰۰۲ء / ذی قعدہ ۱۴۲۲ھ

ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ
خالق آباد ضلع نوشہرہ سرحد پاکستان

ملنے کے پتے:

☆ .... کتب خانہ رشیدیہ ، مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

☆ .... مکتبہ سید احمد شہید ، ۱۰الکریم مارکیٹ ، اردو بازار لاہور

☆ .... مکتبۃ الایمان ،غزنی اسٹریٹ یوسف مارکیٹ اردو بازار لاہو

☆ .... زمزم پبلشرز ، نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آئینہ کتاب

باب ۴



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

افتتاحیہ

از محدث کبیر استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ

بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ

حامداً و مصلیاً۔ زمانہ کے انقلابات، جدت پسندی، ذوقِ مطالعہ کے فقدان، عامۃ الناس کے مشاغل و مصروفیات اور کم علمی و نارسائی اور دوسری طرف ائمہ امت، سلفِ صالحین اور بالخصوص علماء احناف کے خلاف زہریلے لٹریچر کی بھرمار اور باغیانہ جذبات کی انگیخت کے پیش نظر ضروری تھا اور عرصہ سے میری یہ تمنا تھی کہ جدید زمانہ کے معیار اور مذاق کو ملحوظ رکھ کر اکابر ائمہ امت، سلفِ صالحین اور علماءِ احناف کی سیرت و سوانح کو سہل اور سلیس زبان میں تحریر کر کے وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے اس طرح عامۃ المسلمین بالخصوص نئی نسل کے صاف ذہنوں میں صالح اقدار کا بیج بٹھا کر انقلابی سطح پر ان کے ذہن کی تعمیر اور سیرت کی تشکیل کا کام کیا جائے

عامۃ المسلمین اور عام نسل کی موجودہ بے راہ روی، اسلام کی صحیح روح سے بُعد، آسمانی مذاہب کے مخالف مادی اقدار کی غلامی اور مغربی و لادینی فکر سے

وابستگی، درحقیقت سلف صالحین اور ائمہ امت پر اعتماد کے فقدان اور ان کے پیغام و تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے لہٰذا ضروری تھا کہ اکابر ائمہ امت بالخصوص علماءِ احناف کے اصل حالات ان کی دینی اور تبلیغی مساعی، ان کی تعلیم و تربیت کے نتائج و اثرات، ان کے مزاج و مذاق اور ان کے فکر و عمل اور مؤثر انقلابی کردار سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے تاکہ اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ان کے صحیح حالات اور واقعات سبق آموز، شوق انگیز اور ہمت آفرین ثابت ہوں اور بحیثیت جلیل القدر اور کامل انسان کے ان کے حالات منظرِ عام پر آئیں۔

الحمدللہ! کہ افرادِ امت کے عمومی مزاج اور وقت کی ایک اہم ضرورت کے تقاضے کو ملحوظ رکھ کر فاضلِ عزیز مولانا عبدالقیوم حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے اردو زبان میں "علماءِ احناف کے حیرت انگیز واقعات" کی تالیف اور ترتیب و تحریر کی طرح ڈالی کر ہماری دیرینہ تمنا کو پورا کر دیا اور گویا امت کی طرف سے ایک فرض کفایہ ادا کر دیا۔ اس سلسلہ کی پہلی جلد "امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات" پر مشتمل ہے جو اپنے موضوع کے اعتبار سے پُرمغز، مستند، جامع اور اثرات و نتائج کے اعتبار سے یقیناً مؤثر اور ان شاءاللہ انقلاب آفریں ثابت ہوگی۔

اور مجھے سب سے زیادہ مسرت اس پر ہے کہ حالات اور واقعات کے انتخاب میں مؤلف نے ان اجزاء و مضامین اور حکایات کو اہمیت دی ہے جو نسلِ نو کے لئے مفید، سبق آموز، قابلِ تقلید، عام فہم اور دل نشیں ہیں جن سے غلط روی اور غلط فہمی کا کم سے کم اندیشہ ہوتا ہے۔ اور جو عقیدت و محبت کے بجائے حقیقت اور شریعت کے معیار پر پورے اترتے ہیں۔

مؤلف سلمہٗ نے جس محنت و عرق ریزی اور ہزاروں صفحات کی ورق گردانی سے اردو زبان میں تاریخ نویسی کی جو نئی طرح ڈالی ہے۔ علماء احناف کی سیرت و سوانح اور واقعات

وحکایات کی گراں قدر سوغات امت کے حضور پیش کی ہے۔ اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس موضوع پران کی نظر وسیع اور عمیق اوران کا انتخاب ومذاق پاکیزہ اور قابلِ رشک حد تک شائستہ ہے۔

میری دلی دعا ہے کہ فیاض ازل مؤلف کی ان کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس سلسلۂ تالیف کو زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ اور مؤلف سلمہٗ کو اس سلسلہ کی باقی جلدوں کی بھی جلد از جلد باحسن وجوہ تکمیل اور اشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

مہتمم وبانی دارالعلوم حقانیہ

یکم ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۸۷ء

پیش لفظ

جناب حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہٗ

مدیر ماہنامہ "الحق"

سوادِ اعظم اہل سنت والجماعت کے امام اور مقتدا ر وپیشوا، سراج الامہ، امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ پر لکھنے والے ہر دور میں لکھتے رہے، بہت کچھ لکھا جاچکا، لکھا جارہا ہے اور آئندہ بھی یہ سلسلہ چلتا رہیگا اور اب شاید ہی کوئی ایسا پہلو ہو جو تشنہ رہ گیا ہو۔

مگر اسلامی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے سیرت وسوانح اور تاریخ ایام کی ترتیب و تحریر کا اصل مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ پڑھنے والوں میں ایمان واحتسابُ اخلاص وللّٰہیت، اعمال وکردار اور جذبۂ اصلاحِ انقلاب امت بیدا ہو، جس کو پڑھا جارہا ہے، تاریخی معلومات کے ساتھ ساتھ اس کے افکار ونظریات، اس کا انقلابی عمل، اس کا خلوص اور تقویٰ، اس کا ذوق عبادت وریاضت بھی پڑھنے والوں میں منتقل ہو جائے، پڑھنے والے نئے عزائم، نئے حوصلہ وفیصلہ اور نئے ولولہ اور ایثار کے جذبات سے معمور ہوں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے جامع سوانحات اور کثیر وپُراز معلومات تذکروں کے ہوتے ہوئے بھی فاضل محترم برادر عزیز مولانا عبدالقیوم حقانی کی پیش نظر تالیف "امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات" جو مولف کے سلسلہ تالیف "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کا نقش اوّل ہے، اُردو زبان میں اس سلسلہ کی پہلی کاوش ہے، جو سہل، سلیس، دلچسپ اور آسان ہونے کے ساتھ ساتھ جامع بھی ہے، فکر ونظر، علم وعمل، تاریخ وتذکرہ، فقہ وقانون، اخلاص وللّٰہیت، طہارت وتقویٰ، سیاست واجتماعیت، جذبۂ

اصلاحِ انقلابِ امت، تبلیغ واشاعت، تعلیم وتدریس، غرض جس جہت سے بھی دیکھا جائے، جامع اور تمام پہلوؤں کے لحاظ سے یکساں طور پر نفع بخش ہے، حال وقال ہو یا برہان واستدلال، طالبانِ مسائل ہوں یا عاشقانِ دلائل، سب کے لئے اس مختصر مگر جامع ذخیرے میں سیرابی کا سامان موجود ہے، اس کتاب میں بیک وقت شریعت، طریقت، دلائل ومسائل، سیاست واجتماعیت کے دقیق مگر واضح اور حیات آفریں نکتے واقعات کے ضمن میں اس طرح زیب قرطاس ہوگئے ہیں کہ ہر ایک جویائے حقیقت اور متلاشیٔ روحِ شریعت کے لئے سکونِ روح وقلب کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

یہ امام صاحبؒ کی ولایت اور کرامت ہی کا کرشمہ ہے کہ محب مکرم برادرِ گرامی قدر مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، کثیر مشاغل، ہمہ وقتی مصروفیات اور ہجوم کار کے باوجود بھی تعطیلات کے چالیس ایام میں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی ایک دن بھی انہیں دو گھنٹے جم کر اس کام کے کرنے کا موقع نہیں ملا، تاریخ حنفیت کا اس قدر حسین وجمیل گلدستہ مرتب کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں، صرف یہ نہیں بلکہ فقہ وقانون اور بحث ومناظرہ کے خشک اور بے مزہ ابحاث کو واقعات وحکایات اور عشق ومحبت کی زبان میں بیان کرکے انہیں سبک، لطیف، دلآویز، خوش تاثیر اور حیرت انگیز بنا دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاضل مولف، داستاں گو کی حیثیت سے خود داستاں سرائی سے واقف اور انہ، شاہکار تصنیف دفاع امام ابوحنیفہ کے پیش نظر اس فن کے گویا منجھے ہوئے شناور ہیں۔

تاہم اس کتاب میں مولف سلمہٗ کی حیثیت ناقد اور تبصرہ نگار کی نہیں ایک ناقل اور محتاط ناقل کی ہے۔ حکایات اور واقعات کے انبارِ عظیم میں انہیں جو کچھ اخذ ونقل کے قابل نظر آیا، حسنِ ترتیب اور سلیقہ مندی کے ساتھ یکجا کردیا، البتہ احتیاطاً اپنے نزدیک اس کی کرلی کہ جو بات خلافِ شریعت یا بہت زیادہ مبالغہ آمیز نظر آئی، اسے نظر انداز کردیا اور جہاں ابہام، اجمال یا کسی شبہ کا احتمال تھا، حواشی میں اسکی توضیح

تفصیل اور مناسب تشریح بھی کردی —— امام اعظم ابوحنیفہ کی سیرت وسوانح اور حالات وواقعات ان چند ابواب میں ہرگز محدود نہیں، تاہم وقت اور کاغذ کی گنجائش بہرحال محدود ہی ہوتی ہے اور دائرہ انتخاب بھی کسی نہ کسی منزل پر بند کرنا ہی پڑتا ہے۔ مولف سلمہٗ کا انتخاب ماشاء اللہ بہت خوب رہا —— ایسا کہ اس پر بے اختیار صاد کرنے کو جی چاہتا ہے اور دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مؤلف کی عمر، علم دینی خدمات اور اوقات میں بہت بہت برکت دے اور ان کی یہ صلاحیتیں، ان کے اساتذہ، والدین، خاندان، مادر علمی اور ملک وملت کی مزید نیک نامی کا باعث ہوں، اس سلسلہ کو آگے بڑھانے (جیسا کہ فاضل مؤلف "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کے نام سے اس کا ارادہ بھی رکھتے ہیں) کے لئے ابھی وسیع میدان پڑا ہوا ہے۔

کتاب اُردو کے متین ادب اور صالح تاریخ میں ایک شائستہ اضافہ ہے، اس کے پڑھنے والوں میں یقیناً بہت سے صالحین اور اہل دل ہوں گے، ان سے درخواست ہے کہ اپنی دعاؤں میں مؤلف کتاب کو، راقم گنہگار کو اور ادارہ مؤتمر المصنفین کو فراموش نہ فرمادیں۔

(مولانا) سمیع الحق

صدر موتمر المصنفین

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

۲۳ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ

بمطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۸۷ء

تاثرات

حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہ خلیفہ مجاز حضرت امام شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لاهله والصلوٰۃ لاهلها اما بعد :-

قرآن عزیز نے الصالحون کو منعم علیہم کی ایک قسم قرار دیا ہے جن کا مصداق علماء باعمل ہیں۔ عمل بلا علم بے کار اور علم بلا عمل وبال ہوتا ہے۔ ان صلحاء امت میں سے مخصوص اور ممتاز طبقہ فقہاء امت کا ہے جن کی دینی اور روحانی بصیرت نے حلال، حرام، جائز ناجائز، پسندیدہ ناپسندیدہ امور اور اشیاء کو تفصیلاً امت کے لئے پیش فرما کر عمل صالح کی راہ نمائی کی ہے۔

فقہاء امت میں سے نعمان بن ثابت المعروف عندالائمہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ممتاز مقام کے مالک ہیں جن کے درس حدیث سے امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداؤد وغیرہم جیسے جلیل القدر محدثین بالواسطہ فیضیاب ہوئے اور جن کے درس تفقہ فی الدین سے امام محمد، امام ابویوسف، امام زفر جیسے فقہاء ملت نے حصہ وافر حاصل کیا جن کے دینی اور روحانی کمالات سے اکثر ائمہ سلوک نے خوشہ چینی کی جن کے ذکر و فکر نے جواہر الاشیاء کو محسوس مشاہدہ کیا جن کی اسلامی قانون سازی کا احسان امت کبھی ادا نہیں کر سکتی۔ مگر مقام افسوس ہے کہ :-

امت کے اکثر افراد آج اس محسن کو فراموش کر چکے ہیں یا صرف ایک مجتہد، مستنبط کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ حالاں کہ آپ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ اور احسان و سلوک کے عظیم مرتبہ پر فائز تھے۔

مقام شکر ہے کہ دور حاضر کے فاضل نوجوان محقق صاحب البیان والبنان مولانا عبدالقیوم حقانی نے ابوحنیفہ اور علماء احناف کے تذکرہ اور ذکر سے عامۃ المسلمین کو شناسا کرنے کے لئے ایک فراموش شدہ موضوع کو زندگی بلکہ تابندگی بخشی ہے۔ اسی محنت کا ایک شاہکار آپ کی نئی تالیف

"علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات"

ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرما کر نافع الخلائق بنائے اور مؤلف کو دارین کی سعادتوں سے نوازے۔ آمین



حرفِ آغاز

حَامِداً وَّمُصَلِّياً!

یہ تو سب کو معلوم ہے اور سب دیکھ رہے ہیں کہ اہل زمانہ اپنے دنیوی کاروبار، تجارت و ملازمت، حصول معاش اور اقتصادی دھندوں میں مشغول اور ہر لحہ مصروف کار رہ کر علماء اور صلحاء امت کے مجالس خیر و برکت، دینی مدارس کی تعلیم و اشاعت اور اہل علم کے مجالسِ وعظ و نصیحت میں حاضری اور شرکت کا موقعہ کم پاتے ہیں۔ ذوق علم کے فقدان، اور سارے دن کے مشاغل اور مصروفیات کی وجہ سے طبعی تھکاوٹ اور اکتاہٹ کے پیش نظر، خالص علمی و تحقیقی تصنیفاف یا مفصل تاریخی تالیفات سے استفادہ، جذبۂ عمل اور توجہ و انابت الی اللہ کی نوبت ہی نہیں آتی۔

سکول کالجز کے طلبہ و اساتذہ اور سرکاری دفاتر میں کام کرنیوالے عہدیدار بھی اپنے آزاد ماحول اور رنگین سوسائٹیوں کی جکڑ بندیوں، ذوقِ عمل کے فقدان یا کمی کی وجہ سے ذہنی تعیّش، لطف اندوزی، وقت گذار نے، تصوراتی حسن و رعنائی اور محض خیالی لذتوں کے حصول کی خاطر، فحش ناولوں، ڈائجسٹوں اور بعض اوقات مضر، زہریلے اور خطرناک لٹریچر کے گرویدہ اور عادی بن کر انفرادی سطح سے بڑھ کر اجتماعی اور قومی و ملی جرائم کا ارتکاب کرتے اور قوم و ملک کی ہلاکت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔

مختلف قسم کے آزاد اور جنسی انگیخت سے معمور اور فحاشی و بے حیائی

پر مشتمل لٹریچر کی وجہ سے خدا بیزار نظریات، اشتراکیت، دہریت اور الحاد و زندقہ کو ہاتھیوں کی یلغار کی طرح پھیلایا جارہا ہے جبکہ اس کے مقابلے میں منکرات سے نہی اور معروفات کی اشاعت کا کام چیونٹی کی رفتار سے بھی کمزور ہے۔ ادھر خود ہمارے اپنے علمی اور تحقیقی حلقوں، مطالعاتی اور اشاعتی اداروں، تعلیمی اور تربیتی درسگاہوں کے اپنے بنائے ہوئے مخصوص خاکوں اور مقاصد، مخصوص نصاب تعلیم کے درس و تدریس، علمی موشگافیوں، تاریخی افسانوں، اشاعتی مشغلوں اور تدریسی فنکاریوں میں انہماک اور اشتغال کے پیش نظر اصلاحِ قلب، سوزِ دروں، ذوقِ عبادت، خلوص و للّٰہیت، جذب و شوقِ عمل، فکرِ آخرت، تعمیر زندگی، عالی ہمتی، اخلاق کی بلندی، عملی انقلاب اور اصلاح احوال جو مقصد تعلیم اور روح شریعت ہے، کی طرف توجہ کم بلکہ کالعدم ہے۔ سلف کے حالات و اخلاق، ان کی عالی ہمتی، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت، تقویٰ و طہارت، توجہ الی اللہ و انابت، علوم نادرہ اور انقلابی نمونہ عمل جب تک سامنے نہ ہو، اصلاحِ انقلاب امت، تعمیر زندگی، طہارت و تزکیۂ احوال، شکر و سپاس، بندگی و عبدیت اور قرب و رضائے الٰہی کا صحیح مقام حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

دنیوی مشاغل ہوں یا دینی تعلیم و تدریس ہو، وعظ و تبلیغ ہو تصنیف و تالیف ہو، تحقیق و مطالعہ ہو، غرض زندگی کے کسی بھی پہلو اور کسی بھی حیثیت سے کوئی عمل کیا جارہا ہو اگر اس کے ساتھ اللہ کے مقرب اور نیک بندوں اور ائمہ امت کے موثر واقعات اور سلف صالحین کے علمی و عملی اور روحانی حالات سے واقفیت اور ان کا مطالعہ بھی شامل کر لیا جائے تو قلب میں رقت اور گداز پیدا ہوگا، صحبت صالح کا پر تو پڑے گا، فکر و نظر کو جلا ملے گی، عمل صالح اور خدمتِ دین کے جذبات و عزائم کی انگیخت ہوگی۔ سچے اور موثر واقعات اور علمی و روحانی حکایات سے گوہر مقصود اور سلف صالحین

کے حالات کے مطالعہ سے مقصدِ حیات اور انابت و توجہ الی اللہ حاصل ہو گی۔

کیونکہ ہمارے اسلاف دین کے اصل مزاج، علم و عمل کے ذوق اور قرآن و حدیث کے لب لباب سے آشنا اور بہرہ ور تھے، محض مرویات، علم و مطالعہ، جدلیات، بحث و مناظرہ اور وسعت معلومات سے رِقت قلب کا سامان کم اور عجب و پندار کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے۔

علامہ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ گذشتہ زمانوں میں سلف کی ایک جماعت نیک اور بزرگ شخصیتوں سے محض ان کے طور طریقے، دیکھنے کے لئے ملنے جاتی تھی، علم کے استفادے کے لئے نہیں، اس لئے کہ ان کا طور طریقہ ان کے علم کا اصل پھل تھا

اپنے اکابر اساتذہ و مشائخ کے مجالس، درسی افادات، بحث و تقریر میں بھی اسی کی اہمیت و ضرورت، نقل حکایات، بیان روایت اور سلف صالحین کے موثر واقعات سے دل و دماغ لذت آشنا تھے ہی، کہ اکابر علماء دیوبند کے تذکروں، سوانحات تقاریر، نجی مجالس اور درسی افادات کے مطالعہ سے اس کی واقعی ضرورت کا احساس ابھرا اور شدید تر ہوتا چلا گیا بالخصوص اپنے مربی و محسن محدث کبیر، استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم بانی و مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے امالی حدیث، درسی تقاریر، نجی مجالس اور مواعظ و ارشادات[1]

---

[1] حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے مجالس اور ارشادات کو احقر کئی سال سے قلم بند کرتا رہا جس کے بعض حصے ماہنامہ "الحق" میں "صحبتے با اہلِ حق" کے عنوان سے قسط وار شائع بھی ہوتے رہے۔ اب جسے احقر نے مستقل ترتیب دے کر ۴۰۶ صفحات میں "صحبتے با اہلِ حق" کے نام سے شائع کر دیا ہے۔ مضبوط اور گولڈن جلد بندی، عمدہ کتابت، اعلیٰ طباعت، خوش رنگ و دیدہ زیب ٹائیٹل ___ مؤتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

سے یہ احساسِ ضرورت ایک ناگزیر حقیقت اور اس کی اثر انگیزی گویا پتھر کی لکیر بن گئی۔

اور گذشتہ سال جب احقر کی تصنیف دفاع امام ابو حنیفہ شائع ہوئی تو علمی و دینی حلقوں، مطالعاتی اور تبلیغی تاریخی اور ادبی ذوق رکھنے والے احباب نے اس کے آٹھویں اور نویں باب کو جن میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے تبحر علمی ذہانت و فطانت، نکتہ رسی و دقیقہ سنجی، حسنِ اخلاق، کریم النفسی، مجاہدہ و ریاضت ورع و تقوی، توکل و استغناء، تواضع و انکساری، شفقت علی الخلق اور انسانی مروت و ہمدردی کو سچے حکایات اور موثر واقعات کی روشنی میں بیان کئے جانے کی وجہ سے بے حد پسند کیا، دینی و علمی ماہناموں اور ہفت روزوں نے اسے بطور خاص قسط وار شائع کیا۔

مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے شہرہ آفاق ماہنامہ "دارالعلوم" کے مدیر شہیر حضرت مولانا حبیب الرحمن قاسمی مدظلہ نے دفاع امام ابو حنیفہ پر جنوری ۱۹۸۷ء کے شمارہ میں تین صفحات کے مفصل تبصرہ و تعارف کے ضمن میں ان دونوں ابواب کی ضرورت و افادیت اور پسندیدگی و اثر انگیزی کا بطور خاص ذکر کیا۔

استاذِ محترم حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم (مدیر ماہنامہ "الحق" و استاذ حدیث دارالعلوم حقانیہ) طلبہ دورہ حدیث کو درس ترمذی کے دوران اس کے مطالعہ و استفادہ کی تاکید فرماتے رہے اور اسے صالح عمل اور روحانی انقلاب کے لئے واقعی ضرورت، روحِ شریعت اور ایک موثر ذریعہ قرار دیا۔

استاذ مکرم مفتی اعظم دارالعلوم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے بھی پسندیدگی، دعائیہ کلمات، توجہ اور روحانی عنایات سے نوازا، مخدوم العلماء حضرت العلامہ مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کی پُر خلوص دعاؤں

حوصلہ افزائیوں اور شفقتوں سے خوب ہمت افزائی ہوتی رہی۔

ادھر اپنے بعض کرم فرما بزرگوں اور اہل قلم دوستوں کی یہ تجویز سامنے آئی اور پھر اس پر شدت سے اصرار بھی ہونے لگا کہ دفاع امام ابوحنیفہ کے ان دونوں ابواب کو علیحدہ ایک رسالہ (جسکی ضخامت پچاس صفحات ہوسکتی تھی) کی صورت میں شائع کر دیا جائے تاکہ ارزاں اور آسان ہونے کے پیش نظر نفع عام ہو اور زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکے۔

احباب کی یہ گراں قدر تجویز مجھے بھی پسند آئی البتہ دفاع کی تصنیف کے دوران ائمہ احناف بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے مشاہیر تلامذہ کے جو موثر حکایات، حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ حالات احقر نے علیحدہ فائل میں محفوظ کر لئے تھے، خیال آیا کہ اگر ان میں سے بھی چند مزید واقعات کا انتخاب کر کے اس رسالہ میں شامل کر کے شائع کر دیئے جائیں تو نفع اور بھی زیادہ ہو مگر جب فائل کھولی اور کام شروع کرنا چاہا تو دیکھا کہ ہر واقعہ ایک سے ایک بہتر اور اپنی اپنی حیثیت سے موثر، کسی کو لینا اور کسی کو چھوڑ دینا میرے بس کی بات نہ تھی، اسی تذبذب اور انتخاب میں تردد کے عمل نے سارا کام روک دیا اور مہینوں رکا رہا۔

اور اب کی بار رجب شعبان ۱۴۰۷ھ میں دارالعلوم حقانیہ میں ترجمہ و دورۂ تفسیر (جس کے پڑھانے کے لئے دارالعلوم کے دو اساتذہ یعنی مجھے اور برادر محترم مولانا مفتی غلام الرحمن مدظلہ، کو مامور کیا گیا ہے) پڑھانے کے دوران ائمہ احناف کے متعلق جمع کردہ حیرت انگیز واقعات بیان کرنے کی تدریسی ضرورت کے پیش نظر مذکورہ فائل کھولی تو سابقہ ذہنی پس منظر میں اور احساس ضرورت کے پیش نظر یہ تجویز ذہن میں آئی کہ سردست ہلکے پھلکے، سلیس اور بغیر مبالغہ و رنگ آرائی کے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے علمی و روحانی حالات، موثر و نادر حکایات، تاریخی

شہ پارے اور حیرت انگیز واقعات پر مشتمل ایک مستقل کتاب تحریر کی جائے، اور دفاع امام ابوحنیفہ کے مذکورہ دونوں ابواب میں امام صاحب کے متعلق بیان کردہ واقعات کو بھی اس کا جزو بنا دیا جائے۔

اس کے بعد حسبِ توفیق اور مواقع فرصت کو ملحوظ رکھ کر امام ابویوسفؒ امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام عبداللہ بن مبارکؒ اور دیگر ائمہ احناف کے متعلق جمع شدہ نادر تاریخی واقعات کو بھی ترتیب دیکر تدریجاً مرحلہ وار شائع کیا جاتا رہے اور یہ خیال مزید پختہ ہوتا رہا۔

اور اب یہ عزم کر لیا ہے کہ اگر فرصت ملتی رہی اور باری تعالیٰ نے توفیق دی اور مطالعہ و تحقیق اور طباعت و اشاعت کے اسباب بھی پیدا ہوتے رہے تو ان شاء اللہ امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے جلیل القدر تلامذہ اور ان کے شاگرد در شاگرد متقدمین ائمہ احناف سے لیکر زمانۂ حال کے متاخرین علماء احناف اکابر علماء دیوبند شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہٗ تک ہر زمانہ کے ائمہ احناف علماء اور فقہائے حنفیہ کے حیرت انگیز واقعات اور دلچسپ و فکر انگیز حکایات کی جمع و ترتیب کا کام کیا جائے اور اس پورے سلسلے کا نام "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" رکھا جائے۔ السعی منا و الاتمام من اللہ

ذاتی سرگذشت اور آپ بیتی یا سوانح و تذکرہ کسی کا بھی ہو، دلچسپ ہوتا ہے چہ جائیکہ کہ ایسے بزرگوں کے حالات جو فنائیت کے پتلے، تسلیم و رضا کے بندے اور محبت و محبوبیت کے مجسمے تھے، دل آویزی ان کے حکایات اور واقعات میں نہ ملے گی تو اور کہاں ملے گی۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم الرحمن ودا	البتہ جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا، رحمن ان کو محبت سے نوازینگے۔

(مریم - ۹۶)

علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات سے اس بات کا اندازہ بھی ہو سکیگا
کہ اللہ تعالیٰ نے ائمہ احناف اور فقہاء اسلام کو کیسی کیسی وہبی صلاحیتیں عطا فرمائی
تھیں، مکتب حنفیہ میں کیسے کیسے طاقت ور عناصر جمع ہوگئے تھے۔ تربیت و تزکیۂ نفس
کے شعبہ میں، علمی و فقہی دقیقہ سنجی اور نکتہ رسی کے شعبہ میں، اخلاص اور دعوت و تبلیغ کے
شعبہ میں نیز فنائیت اور مقصد سے عشق میں ان کا کتنا بلند مقام تھا اور یہ اندازہ لگانا
بھی آسان ہو جائیگا کہ مدرسۂ حنفیت نے کیسے کیسے گوہر شب چراغ پیدا کئے اور کیسے
کیسے ناتراشیدہ پتھروں کے جوہر کو چمکایا اور ان کی قیمت کہیں سے کہیں پہنچا دی۔ ان
متفرق اور منتشر تاریخی شہ پاروں سے واقعات کی مربوط لڑیاں امت کے سامنے آجائیں
گی۔ ہم نے جو نئے اور اچھوتے انداز میں حنفی تاریخ کے حسین و جمیل رُخ زیبا سے پردہ
اٹھانے کی کوشش کی ہے، ہماری یہ کوشش انشاء اللہ ایک صاحب یقین جماعت،
مجاہد و غازی، متقی و پرہیزگار اور علمی و روحانی اور فقہی و تاریخی اعتبار سے ایک بہترین
نسل کی تصویر، اخلاص و للّٰہیت اور سادگی و پرکاری کا وہ صحیح معیار اور دلکش نمونہ ثابت
ہوگی جو ہر زمانہ میں مطلوب اور شریعت کا مقصود ہے۔

علامہ ابن عبدالبر تحریر فرماتے ہیں

"جس نے صحابہ کرام رض اور تابعین کے بعد ائمہ فقہاء کے فضائل پڑھے
اور اس کا اہتمام کیا اور ان کی عمدہ سیرت و فضیلت پر مطلع ہوا تو یہ اس کا ایک ستھرا
عمل ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی محبت عطا فرما دے۔ امام ثوری فرماتے ہیں کہ
نیک لوگوں کے تذکروں کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔"

جامع بیان العلم لابن عبدالبر ص ۱۶۲

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و احسان اور توفیق و رہبرانی
سے الحمد للہ کہ اس سلسلہ کی پہلی جلد جو صرف امام اعظم ابو حنیفہ کے حیرت انگیز

واقعات پر مشتمل ہے، ترتیب، کتابت اور طباعت کے مراحل کے بعد منظر عام پر آرہی
ہے اور اس سلسلہ کی دوسری جلد جو امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر کے حالات
اور ان کے دلچسپ حکایات اور واقعات پر مشتمل ہوگی، کے مسودات کی جمع و ترتیب
کا کام بھی جاری ہے۔

واقعات کی جمع و ترتیب میں کسی بھی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا جا سکا،
مطالعہ کے دوران جس بات سے تسکین خاطر اور ذوق عمل کی انگیخت ہوئی، کیف
ما اتفق نوٹ کر لی اور کسی بھی ادنیٰ مناسبت سے ایک باب کے تحت درج کر دی۔

بہر تسکین دل نے رکھ لی ہے غنیمت جان کر
جو بوقت ناز کچھ جنبش تیرے ابرو نے کی

جلد اول کو مقدمہ کے علاوہ سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اولین
چار ابواب میں امام اعظم ابو حنیفہ کے موثر اور حیرت انگیز واقعات، ایمان آفریں اور
انقلاب انگیز حالات و حکایات درج کر دیئے ہیں، جن کے ذریعہ انسانی زندگی،
اسلامی سیرت و کردار، ظاہری و باطنی کمالات، زہد و قناعت، کسب حلال، حزم و
احتیاط، سخاوت و ایثار، قیامت کا استحضار، جامعیت، ذوق مطالعہ، علمی و تصنیفی
اور تدریسی انہماک، مجاہدہ و ریاضت، تقویٰ اور ذوقِ عبادت، اولوالعزمی، فکرمندی
و دلسوزی، شوق شہادت و عزیمت، رجوع و انابت، اتباع شریعت و سنت،
تسلیم و رضا، ایمان و احتساب، احسانی کیفیات، خلق خدا پر شفقت، رعایت حقوق
اخلاق و تواضع، حق گوئی و بے باکی، حکمرانوں پر تنقید و احتساب، سعی و عمل اور مخلصانہ
جدوجہد کے عملی نمونے سامنے آجاتے ہیں، جن کے مطالعے سے قلوب میں رقت،
اور ذوقِ عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اپنی خامیوں اور کمزوریوں کا احساس ہونے لگتا ہے
ہمت میں بلندی، قلب و نظر میں وسعت، وقت کی قیمت اور زندگی کی کوتاہی کا شعور،

عمل نافع اور باقیاتِ صالحات کے ذخیرہ، آرزو اور شوق پیدا ہونے لگتا ہے۔

پانچویں اور چھٹے باب میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ایسے واقعات درج کر دیئے ہیں جن میں امام صاحب کے علم و فضیلت، مطالعہ کی وسعت و جامعیت، حقیقت پسندی و بصیرت، بیدار مغزی و فراست، علمی تبحر، ذہانت و شجاعت، ذکاوت و جودت طبع، ذہنی صلاحیت و کمالات، بحث و مناظرہ، طباعی، سریع الفہمی، وسعتِ نظر، اجتہاد و استنباطِ احکام، قوتِ استعداد اور ہمہ پہلو حاوی فقہی و اجتہادی شانِ جامعیت جھلکتی نظر آتی ہے۔ ساتواں باب کتاب کے آخر میں "خوانِ زعفران" کے عنوان سے بطور ضمیمہ شامل ہے اور اس کی وجہ وہاں باب کے شروع میں لکھدی ہے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ و اجتہاد اور مسائل و احکام کے استخراج میں مجتہدانہ مقام اور امامت میں درجۂ متبوعیت کا جو عظیم مقام حاصل کیا، اس میں بہت بڑا دخل ان کے غیر معمولی حافظہ، طبعی ذکاوت اور فطری ذہانت کو بھی تھا جو ایک موہبت خداوندی اور نعمتِ خداداد ہے۔ ابو حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے جو حافظہ اور قوت استحضار عطا فرمائی تھی، اسی کی مدد سے انہوں نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم کلام، تاریخ و سیر، آثار، علم رجال، لغت و نحو کے اس تمام ذخیرہ پر عبور حاصل کر لیا جو اس وقت ماخذ اور مواد کی صورت میں موجود تھا۔ پھر انہوں نے اپنی عملی زندگی میں بحث و تحقیق، استنباط و استخراجِ مسائل، تدوین فقہ، ترتیبِ شرائع، تفریعات اور بحث و مناظرہ میں اس سے ہر طرح مدد لی جیسا کہ ایک تجربہ کار جنگ آزما اپنے ترکش کے ذخیرہ سے مدد لیتا ہے۔

معاصرین کے علاوہ مخالفین بھی ان کے حافظہ کی غیر معمولی قوت استحضار اور نمایاں ذکاوت و ذہانت کے مداح اور معترف ہیں، اس پر معاصرین، متقدمین اور متاخرین سب کا اتفاق ہے۔ امام ابو حنیفہ نہایت ہی قوی الحفظ، سریع الفہم اور ذکی و

ذہین تھے، وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ الحدیث اور بڑے بڑے ائمہ حدیث کے استاذ تھے، ان کا حافظہ کبھی بھی ان سے بے وفائی اور خیانت نہیں کرتا تھا۔

(اقتباس از دفاع امام ابو حنیفہؒ)

بہرحال تاریخی اور علمی لحاظ سے حیرت انگیز واقعات کے مضامین کی سادگی و اہمیت اور واقعی افادیت کے پیش نظر یہ سلسلۂ تالیف ان شاء اللہ اس عہد پر فتن اور دورِ انقلاب میں موضوع اور مقصد کے لحاظ سے مفید، ہمت آفرین، فکر انگیز، مزید مطالعہ و تحقیق کے لئے محرک، عمل صالح اور دینی مساعی و جدوجہد کے لئے شوق انگیز ثابت ہوگا۔ میرے نزدیک ایمان و یقین، عشق و محبت، درد و سوز، جذبہ اتباعِ سنت، عزیمت و علو ہمت، ذوقِ دعوت و تبلیغ، اصلاحِ اعمال و اخلاق اور صحیح علوم اور دینی حکم و معارف ان بزرگوں کا اصل جوہر اور ان کی سوانح و افکار کا اصل پیغام ہے۔

میں نے ان واقعات کے جمع و ترتیب اور انتخاب و تحریر میں رمضان المبارک کی تعطیلات میں دیگر مشاغل اور مصروفیات کے پیش نظر اگرچہ بہت عجلت سے کام لیا ہے یقیناً اس میں نقائص بھی ہوں گے اور خامیاں بھی۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ یہ کوشش جدید اسلامی کتب خانہ کے خلا کو پُر کریگی اور اس سے ان اہل ذوق اور مخلص طلبہ کی تشنگی کسی حد تک دور ہو جائے گی جو حنفی تاریخ کے اس تابناک باب کے مطالعہ و استفادہ کی طلب اور عملاً اس راہ پر چلنے کی تڑپ رکھتے ہیں اور اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں نیک اور صالح انقلاب دینی و علمی مطالعاتی اور روحانی انقلاب کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے ہیں، جو زمانۂ جدید کی ہوا اور فضا میں ڈھلنے کے بجائے اہل زمانہ کو اسلافِ امت کی ڈگر پر لانے کے خواہشمند ہیں جو میدان زیست میں مردانگی و شجاعت اور جہاد و عزیمت کے حوصلے رکھتے ہیں جو اپنے فکر و مطالعہ، قول و فعل کی یک رنگی اور کردار و عمل سے ہوا کے رخ میں بہنے

والوں کو ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے کہ ؎

ناز کیا اس پہ کہ بدلا ہے زمانے نے تجھے
مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں۔

اس مجموعۂ واقعات کی جمع و ترتیب کا کام بفضل اللہ چالیس روز میں مکمل ہوا مگر مجھے یہاں دارالعلوم کے مشاغل اور کثیر النوع مصروفیات کی وجہ سے رمضان المبارک کی تعطیلات کے باوجود بھی کبھی دو گھنٹے اس کام کے لئے سکون و فراغ سے میسر نہ آسکے جسطرح بھی بن پڑا، کچھ وقت بچا بچا کر کام جاری رکھا۔ عدیم الفرصتی اور پھر تعجیل اور روا روی میں لغزش اور قصور جو فطرتِ بشری کا لازمہ ہے، سے کب بچا جا سکتا ہے تاہم دارالعلوم کے بعض اکابر اساتذہ بالخصوص اپنے فاضل دوست محترم حضرت مولانا سیف اللہ حقانی مدرس دارالعلوم حقانیہ نے تمام مسودات کو حرفاً حرفاً پڑھا۔ ان کے نقاد اور منطقی مزاج نے تخیلاتی اعتراضات اور بدرجہ وہم ممکنہ اشکالات تک کو ابھارا اور اب نظر ثانی کے وقت اس کا ازالہ کر دیا گیا، جس پر احقران کا بے حد شکر گذار اور ممنون ہے۔

پھر بھی اسے حرفِ آخر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ قارئین کے مفید مشوروں اور گراں قدر آراء اور تعمیری تنقید کو بھی بصد شکریہ ترجیح دی جائیگی۔

اگر "علماء احناف کے حیرت انگیز واقعات" کا یہ سلسلہ اللہ کریم نے تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشی تو اس سے اس بات کی دلیل بھی مہیا ہو جائیگی کہ اُمت میں ہر دور کی طرح آج بھی ہر میدان کے لئے مردانِ کار پیدا کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے، اس کا سرسبز و سدا بہار درخت برابر پھلدار اور اس کا خزانہ ہمیشہ معمور ہے ؎

عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

اصل کتاب کے مطالعہ سے قبل ناظرین سے ایک گذارش یہ بھی ہے کہ ہمارے اس سلسلۂ تالیف کے زیادہ تر اجزاء کا مدار تاریخی روایات پر ہے اور تاریخی روایات کلیۃً علمی روایت کے برابر موثق اور معتبر نہیں ہوتیں —— نیز تاریخی شخصیتوں کے ساتھ عقیدت اور عداوت کے دونوں پہلو بھی برابر چلتے رہتے ہیں، اس لئے بسا اوقات اصل حقیقت بھی واقعات میں مستور ہو جاتی ہے۔

لہذا ہماری اس تالیف میں بھی اگر کوئی روایت یا واقعہ جادۂ شریعت سے الگ ملے (گو احقر نے حتی الامکان ایسے واقعات کے نقل کرنے سے احتراز کیا ہے اور اگر کہیں نقل بھی ہو گئے تو نظر ثانی کے وقت حذف کر دیا ہے) تو ہر حال میں فکر و نظر اتباعِ شریعت و سنت اور علم و تقوی محفوظ رکھنا چاہیئے، نہ شوقِ اتباع میں اس پر عمل جائز ہے اور نہ اس کی وجہ سے صاحبِ واقعہ سے بدگمانی جائز ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

عبدالقیوم حقانی
رفیق موتمر المصنفین واستاذ دارالعلوم حقانیہ
اکوڑہ خٹک، پشاور، پاکستان
۱۵ رذی الحجہ ۱۴۰۷ھ
مطابق ۱۱ راگست ۱۹۸۷ء

مقدمہ

علم الفقہ فقہائے اسلام اور فقہ حنفیہ

تشریح و تعارف، فضیلت و جامعیت اور ہمہ گیری و آفاقیت

فقہ کا لغوی معنیٰ "الوقوف و الاطلاع" یعنی واقف ہونا اور اطلاع پانا ہے اور شریعت میں

الوقوف الخاص و هو الوقوف على معاني النصوص و اشاراتها و دلالاتها و مضمراتها و مقتضياتها[1]	خاص قسم کی واقفیت کا نام "فقہ" ہے۔ یعنی نصوص کے شرعی معانی سے، اور ان کے اشاروں سے جن چیزوں پر وہ دلالت کرتے ہوں ان سے، اور ان کے مضمرات سے اور جو کچھ ان کا اقتضاء ہو۔
والفقيه اسم للواقف	اور جو شخص ان امور سے واقف ہو

[1] مقدمہ بحرالرائق

عليه[1]	اس کا نام فقیہ ہے۔

موجودہ مروّج اصطلاحی تعریف سے قطع نظر ہم یہاں امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کے بارے میں قدیم جامع تعریف نقل کر دیتے ہیں۔

عرّفه الامام بانه معرفة النفس ما لها وما عليها[2]	آدمی کا یہ جاننا، کہ کن کن چیزوں سے اسے نفع پہنچ سکتا ہے اور کن کن چیزوں سے ضرر، امام ابوحنیفہ نے فقہ کی یہ تعریف کی ہے۔

ابوحنیفہ کی فقہ کی یہ تعریف درحقیقت "الدین" ہی کی جامع اور جچی تلی تعریف ہے جہاں تک خواص کی نظر بھی بمشکل پہنچ سکی ہے۔

لفظ فقیہہ، صاحب بصیرت، اور یکتائے روزگار کے لئے بولا جاتا ہے۔ وقت کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوتا جسے فقیہہ نہ سلجھا سکے اور اسلامی حکومت کا کوئی منصب ایسا نہیں جسے فقیہہ اعزاز نہ بخشے، فقیہہ، رخ حقیقت سے نقاب اٹھانے والے پاکیزہ انسان کو کہتے ہیں جس میں وحی اور نبوت کے معلومات سے صحیح نتائج پیدا کرنے کا سلیقہ ہو جو نت نئے اور پیش آمدہ پیچیدہ مسائل میں امت کو تفریق و انتشار، خانہ جنگی اور باہمی منافرت سے بچا کر وحدت امت، اتحاد ملت کی راہ پہ ڈالنے والا اور سخت سے سخت حالات میں بھی جادہ حق پر مستقیم اور اعلاء کلمۃ اللہ کا داعی ہو۔

چنانچہ باری تعالیٰ نے ان کو زمین میں اپنا خلیفہ اور نبی کا وارث قرار دیا۔ اور اہل اسلام کو ان کی اطاعت و فرماں برداری کا حکم دیا۔

اولی الامر سے مراد فقہا اسلام ہیں	يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوْا

[1] مقدمہ بحرالرائق [2] بحرالرائق ج ا ص ۱

اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء ۵۹)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی اور تم میں جو امر والے ہوں۔

حافظ ابن قیم قرآن مجید کی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

اس آیت کی رو سے فقہا اور مجتہدین کی اطاعت فرض ہے اور اس آیت میں عبداللہؓ بن عباس، جابر بن عبداللہؓ، حسن بصریؒ، ابوالعالیہ، عطا بن ابی رباح، ضحاک اور مجاہد کے خیال میں "اولی الامر" سے حکام نہیں بلکہ فقہائے اسلام مراد ہیں[1]

تبلیغ دین کے دو طریقے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تبلیغ دین دو طرح کی ہے۔

(ا) الفاظ نبوت کی تبلیغ (ب) معانی کی تبلیغ و تشریح

پہلا فریضہ انجام دینے والوں کو محدثین اور تبلیغ کی دوسری نوع کا اہتمام کرنے والوں کو فقہاء کہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر پہلی جماعت کو اصحابِ روایت اور دوسری جماعت کو اصحاب درایت کہتے ہیں۔ قرآن کی مذکورہ آیت میں اولی الامر سے مراد یہی طبقۂ فقہاء یعنی اصحاب درایت ہیں۔

فقہاء کا مقام و اطاعت

حافظ ابن القیم نے اسی بحث کے دوران یہ بھی لکھا ہے کہ

"دوسری قسم ان فقہاء اسلام کی ہے جن کو مسائل کے نکالنے کی نعمت ارزانی ہوئی جو حلال و حرام کے ضابطے بنانے کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان فقہاء

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۸

کا مقام زمین میں ایسا ہے جیسے ستارے آسمان میں، ان کے ذریعے ہی تاریکیوں میں سرگرداں راستہ معلوم کرتے ہیں، لوگوں کو کھانے اور پینے سے زیادہ ان کی ضرورت ہے اور از روئے قرآن ان کی اطاعت والدین سے بڑھ کر ہے۔"[1]

امام ابن الجوزیؒ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ

"تو جان لے کہ حدیث میں بڑی باریکیاں اور پیچیدگیاں ہوتی ہیں جن کو صرف وہ علماء ہی پہچان سکتے ہیں جو فقہاء ہوں، کبھی تو ان کی روایت و نقل میں اور کبھی ان کے معانی کے کشف میں یہ دقائق و آفات ہوتے ہیں[2]

لفظ فقہ کی تشریح اور علم کی دو قسمیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّۃً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَۃٍ مِّنْھُمْ طَآئِفَۃٌ لِّیَتَفَقَّھُوْا فِی الدِّیْنِ وَلِیُنْذِرُوْا قَوْمَھُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْھِمْ لَعَلَّھُمْ یَحْذَرُوْنَ (توبہ ۱۲۲)

اور مومنوں کو یہ مناسب نہ تھا کہ وہ سب کوچ کر لیتے پھر کیوں نہ چل پڑے ہر فرقے سے ایک گروہ "الدین" میں تفقہ اور سمجھ پیدا کرنے کیلئے تاکہ خبردار کریں اپنی قوم کو جب پلٹ کر آئیں ان کے پاس شاید کہ وہ ناکردنیوں سے بچیں۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ یہاں فقہ سے احکام دین کی معرفت مراد ہے جو فرض عین اور فرض کفایہ پر منقسم ہے۔ مسائل طہارت اور صلوٰۃ و صوم کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے جن کی معرفت ہر مکلف پر لازم ہے اور معرفتِ مسائل میں درجہ افتاء و اجتہاد تک پہنچنا فرض کفایہ ہے۔ اگر شہر کے تمام لوگ اس علم سے قاصر

[1] اعلام الموقعین ج ۱ ص ۷

[2] مقام ابی حنیفہ بحوالہ دفع شبہ التشبیہ

رہے تو سب گنہ گار ہوں گے اور اگر ہر شہر میں ایک ایک آدمی بھی فرض کفایہ کی نوع علم کی تحصیل کر لے تو باقی لوگوں سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

حکمت سے مراد علم فقہ ہے | سورۂ بقرہ میں ہے

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا۔ امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں لفظ حکمت سے قرآن وحدیث اور علم فقہ مراد ہے۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ حکمت بمعنی علم وفہم کے ہے اور یہ بعینہٖ لفظ فقہ کا ترجمہ ہے۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ حکمت سے علم قرآن، علم حدیث اور علم نافع موصل الی رضاء اللہ مراد ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فقہ اسلامی کے گویا سب سے پہلے معلم ہیں۔

اللہ کے انتخاب وعنایت کی علامت | یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (بقرہ ۱۲۹)

(پیغمبر مسلمان کو کتاب اور حکمت سکھاتے ہیں)

جامع ترمذی اور سنن دارمی میں حضرت ابن عباس سے صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابوھریرہ رضؓ سے روایت ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین [1]	جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا معاملہ کرنا چاہتے ہیں، اس کو علم دین کی سمجھ بوجھ، فقہ اور علم وفہم عطا فرما دیتے ہیں۔

مجلس ذکر پر درسگاہِ فقہ کو ترجیح | سنن دارمی میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے روایت ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما	کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی مسجد کی دو مجالس پر گذر ہوا، فرمایا

[1] بخاری ج ۱ ص ۱۶

علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ اما ھؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم وان شاء منعھم واما ھؤلاء فیتعلمون الفقہ او العلم ویعلمون الجاھل فھم افضل وانما بعثت معلما فجلس فیھم [2]	دونوں نیکی پر ہیں لیکن ایک دوسری سے افضل ہے جو جماعت دعا اور ذکر ومراقبہ میں مشغول ہے یہ اللہ کو پکارتے اور اس کی رحمت میں رغبت کرتے ہیں، اگر اللہ چاہیں تو ان کو نوازیں اور چاہیں تو محروم کردیں مگر یہ دوسری جماعت جو فقہ و علم کی تحصیل میں مصروف ہیں اور جاہل کو مسائل واحکام سکھلاتے ہیں، یہ افضل ہیں اور میں بھی معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں، یہ فرما کر اس جماعت کے ساتھ بیٹھ گئے۔

عالم فقیہہ اور زاہد مرتاض | ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بنی اسرائیل کے دو آدمیوں کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ دونوں کا عمل جدا جدا تھا، ایک ان میں عالم تھا جو فرض نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھ جاتا اور لوگوں کو تعلیم مسائل اور احکام اسلام سکھلانے میں برابر مشغول رہتا۔

دوسرے شخص کا عمل یہ تھا کہ وہ دن بھر روزے رکھتا اور تمام رات بیدار رہکر مصروفِ عبادت رہتا۔ دونوں میں افضل کون ہے؟

جواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

فضل ھذا العالم الذی یصلی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلم الناس الخیر علی العابد	اس عالم کی فضیلت جو فرض نماز پڑھ کر بیٹھ جاتا ہے اور لوگوں کو علم ومسائل اور

[2] مسند دارمی ص ۵۴

الذی یصوم النھار ویقوم اللیل کفضلی علی ادنٰکم [1]

احکام شریعت کی تعلیم دیتا ہے اس عابد پر جو دن کو روزہ اور تمام رات عبادت کرتا ہے، ایسی ہے جیسی کہ میری فضیلت تمہارے ادنیٰ آدمی پر۔

ایک فقیہ اور ہزار عابد

جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے۔

فقیہ واحد اشد علی الشیطن من الف عابد [2]

ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے

فقہاء اور علماء کے لئے نبیؐ کی دعا

جامع ترمذی اور ابوداؤد میں حضرت ابن مسعودؓ سے اور دارمی و ابن ماجہ میں جبیر بن مطعم سے حضورؐ کی یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

نضر اللہ عبداً سمع مقالتی فوعاھا ثم اداھا الی من لم یسمعھا فرب حامل فقہ لا فقہ لہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ [3]

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے، جس نے میری حدیث کو سنا حفظ کر لیا اور اسی طرح (بغیر تغیر الفاظ) کے پہنچایا کیونکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ فقہ کا بار اٹھانے والا خود فقیہ نہیں ہوتا اور یہ بھی

---

[1] مسند دارمی ص۵۳

[2] جامع ترمذی ج۲ ص۹۷

[3] دارمی ج۱ ص۷۵ و ابن ماجہ ص۲۱

ہوتا ہے کہ فقہ کا بار اٹھانے والا اسے ایسے آدمی تک پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتا ہو۔

جب محدث جو صرف روایت پہنچاتا ہے، اس کے لئے زبان رسالت سے سرسبزی و شادابی کی دعائیں ہو رہی ہیں تو فقیہ جو نہ صرف یہ کہ حدیث کی حفاظت کرتا ہے بلکہ اس سے مسائل کا استنباط کر کے روح دین کی حفاظت و اشاعت اور ترویج کرتا ہے، اس کے لئے کیا کچھ رتبہ و مقام اور عند اللہ درجہ و منزلت ہو گی، بقول امام اعمش کے، محدث کی مثال دوا فروش کی ہے اور فقیہ بمنزلہ طبیب کے ہے۔

علماء میں بہتر کون؟

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع وان استغنی عنہ اغنی نفسہ [1]

بہترین آدمی وہ ہے جو علم دین کا فقیہ ہے اگر اس کے پاس بطور احتیاج کے تحصیل علم کیا جائے تو نفع پہنچاتا ہے اور اگر اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ بھی اپنے کو بے پرواہ رکھتا ہے یعنی ایسا کام نہیں کرتا جس سے علم دین کی توہین ہو۔

علم فقہ دین کا ستون ہے

دارقطنی اور بیہقی میں روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ما عبد اللہ تعالیٰ بشیٔ افضل

یعنی اللہ تعالیٰ کی فقاہت فی الدین سے

---

[1] حدائق الحنفیہ مقدمہ

من فقه فی الدین ولکل شئ عماد وعماد هذا الدین الفقه [1]

بہتر دوسری کسی بھی طریقہ سے اچھی عبادت نہیں کی جاتی۔ ہر چیز کیلئے ستون ہوتا ہے اور دین کا ستون فقہ ہے۔

علم فقہ میں اشتغال کے برکات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

من تفقه فی دین اللہ عزوجل کفاہ اللہ تعالیٰ ما اھمه ورزقه من حیث لایحتسب [2]

جو شخص اللہ تعالیٰ کے دین میں فقاہت حاصل کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے مقاصد کی کفایت کرتا ہے اور اس کو ایسی طرف سے رزق دیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

عبادات میں بہتر فقہ ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

خیر دینکم الیسرہ وخیر العبادۃ الفقه

بہتر دین تمہارا وہ ہے جو آسان تر ہے اور عبادات میں بہتر فقہ ہے۔

طبرانی میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے

وقلیل الفقه خیر من کثیر العبادۃ [3]

تھوڑی فقہ کثیر عبادت سے بہتر ہے۔

امراء اور فقہاء نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دوسرا ارشاد ہے

صنفان من امتی اذا صلحوا صلح الناس واذا فسدوا

میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جب وہ درست ہوتے ہیں تو عام

---

[1] دارقطنی وبیہقی [2] جامع بیان العلم

[3] حدائق الحنفیہ

فسد الناس، الامراء والفقهاء [1]

لوگ بھی درست ہوتے ہیں جب وہ فاسد ہوتے ہیں تو عام لوگ بھی فاسد ہوجاتے ہیں۔ ایک امراء اور دوسرا طبقہ فقہاء

امام محمد کی مخلصانہ نصیحت

تفقه فان الفقه افضل قائد — الی البر والتقوی واعدل قاصد

علم فقہ حاصل کرو کیونکہ علم فقہ نیکی اور پرہیزگاری کی طرف بہتر داعی ہے اور مقصد کی جانب قریب کرنے میں معتدل ہے۔

وکن مستفیداً کل یوم زیادۃ — من الفقه واسبح فی بحور الفوائد

اور روزانہ تحصیل فقہ واستفادہ میں اضافہ کرنے والا بن جا اور فقہی فوائد کے دریاؤں میں تیرا کر۔

فان فقیها واحداً متورعاً — اشد علی الشیطان من الف عابد

کیونکہ ایک فقیہ متقی و پرہیزگار، شیطان پر ہزار عابد سے سخت تر ہے [2]

فقہی کمال، قابل صد افتخار اور فقہ کی فضیلت پر اشعار در مختار میں ہے

اذا ما اعتز ذو علم بعلم — فعلم الفقه اولی باعتزاز

فکم طیب یفوح ولا کمسک — وکم طیر یطیر ولا کبازٍ [3]

اگر کوئی صاحب علم کسی علم کے سبب فخر کرے تو علم فقہ افتخار واعتزاز کے لئے اولیٰ اور مقدم ہے، خوشبوئیں تو بہت سی مہکتی ہیں مگر کستوری کی مثال کوئی

---

[1] حدائق الحنفیہ مقدمہ

[2] درمختار ص۳ [3] درمختار ج۱ ص۳

نہیں پرندے تو بہت اڑتے ہیں مگر باز کی طرح کا کوئی نہیں (یعنی علم فقہ دیگر علوم سے اس طرح افضل ہے جیسے کستوری کو دوسری خوشبوؤں پر برتری حاصل ہے اور جسطرح باز کو دوسرے پرندوں پر فضیلت حاصل ہے)

علم فقہ اور فقہاء و مجتہدین کی ضرورت و اہمیت اور فضیلت کے سلسلہ میں یہ مختصر تحریر قارئین نے ملاحظہ فرمالی، اس سے ان اصحاب کی عظمت و رفعت اور رتبہ و مقام کا اندازہ ہوجاتا ہے جو شب و روز علم و فقہ کی تحصیل و اشاعت اور اجتہاد و استنباط مسائل میں مشغول رہتے ہیں اور اصطلاحاً ان کو فقہاء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس طبقہ فقہاء میں ائمہ احناف کو اللہ پاک نے فضل و تقدم، جامعیت آفاقیت اور فقہی تعبیرات و تشریحات میں پیشروی کا مقام بخشا ہے جس کو خوب تفصیل سے احقر نے دفاع امام ابوحنیفہ میں لکھ دیا ہے، یہاں اس کے تکرار کی ضرورت نہیں البتہ اس کی بعض جھلکیاں اس کتاب میں جگہ جگہ قارئین ملاحظہ کریں گے، تاہم یہاں اختصار کے پیش نظر فقہاء کی ائمہ احناف کے متعلق ایک دلچسپ تشریحی تمثیل در مختار سے نقل کر دی جاتی ہے۔

ائمہ احناف کے فقہی خدمات ایک دلچسپ تمثیل و تشریح

وقد قالوا الفقه زرعه عبد الله بن مسعود رضي الله عنه وسقاه علقمة وحصده ابراهيم النخعي وداسه حماد وطحنه ابو حنيفة وعجنه ابو يوسف وخبزه محمد وسائر الناس يأكلون [1]

فقہاء کہتے ہیں کہ فقہ کا کھیت عبداللہ بن مسعودؓ نے بویا حضرت علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا (یعنی بھوسہ سے اناج جدا

[1] - در مختار ج ۱ ص ۴

کیا) امام ابوحنیفہ نے اس کو پیسا، امام ابو یوسف نے اس کو گوندھا، امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح اس کی یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے اجتہاد و استنباطِ احکام کے طریقہ کو فروغ بخشا اور حضرت علقمہ نے اس کی تائید و ترویج کی، ابراہیم نخعی نے اس کے فوائد متفرقہ جمع کئے اور علم فقہ کی تدریجی ترقی ہوتی گئی یہاں تک کہ امام الائمہ، سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ نے کمال تک پہنچا کر باقاعدہ اس کی تدوین کی، ابواب میں مرتب کیا اور دیگر ائمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں آپ کی پیروی کی، امام محمد نے آپ کی روایات، اجتہادات اور مسائل کو جمع کرکے فروع کی تنقیح کی اور آپ کے مرجوعات کو بیان کیا اور فقہ کو اصول، فروعات اور جزئیات کے ساتھ مدون کیا، عظیم تصنیفات لکھ کر امت محمدیہ کے حضور پیش کیں (جس کی تفصیل باب پنجم میں لکھی گئی ہیں) اور آج عالم ان سے مستفید ہو رہا ہے۔

فقہ حنفی کی آفاقیت و جامعیت

مشہور شافعی محقق امام شعرانی فرماتے ہیں

ومذهب الامام ابي حنيفة اول المذاهب تدويناً وآخرها انقراضاً كما قاله بعض اهل الكشف قد اختاره الله تعالى اماما لدينه وعباده ولم تزل اتباعه في زيادة في كل عصر الى يوم القيامة [1]

تمام مذاہب اور فقہی مکاتب خیال میں مدون ہونے کے لحاظ سے پہلا مذہب امام ابوحنیفہ ہی کا ہے اور ختم ہونے کے لحاظ سے بھی آخری مذہب امام ابوحنیفہ ہی کا ہے جیسا کہ بعض ارباب کشف نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کو اپنے دین کی پیشوائی کے لئے چن لیا اور اپنے بندوں کا انہیں امام بنایا۔ ان کے ماننے

[1] میزان ج ۱ ص ۶۹

والے ہر زمانے میں بڑھتے جائیں گے،

قیامت کے دن تک۔

امیر شکیب ارسلان کا جائزہ اس حقیقت سے کسی کو بھی انکار نہیں کہ آج مسلمانوں کی اکثریت غالبہ میں صرف اور صرف چار مسلکوں کا رواج باقی رہ گیا ہے۔ اور ان میں بھی واقعہ یہ ہے کہ حنابلہ کی تعداد نہایت اقلیت میں ہے اور یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اب اسلامی دنیا زیادہ تر حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ پر مشتمل ہے اور ان میں جو عددِ نسبت ہے اس کا اندازہ ذیل کی رپورٹوں سے لگایا جا سکتا ہے۔

امیر شکیب ارسلان مرحوم نے اپنی کتاب حسن المساعی کے حاشیہ پر لکھا ہے

"مسلمانوں کی اکثریت امام ابو حنیفہ کی پیرو ہے یعنی سارے ترک اور بلقان، روس کے مسلمان، افغانستان کے مسلمان، ہندوستان کے، چین کے، عرب کے اکثر مسلمان جو شام اور عراق میں رہتے ہیں۔ فقہ میں حنفی مسلک رکھتے ہیں اور سوریہ (شام) حجاز، یمن، حبشہ اور جادہ کے سارے علاقے، کردستان والے امام شافعی کے مقلد ہیں اور مغرب کے مسلمان اور مغربی اور وسط افریقہ کے مسلمان اور مصر میں کچھ لوگ امام دارالہجرہ امام مالک کے مقلد ہیں، نجد والے اور بعض شام کے باشندے جیسے نابلس اور دومہ والے امام احمد بن حنبل کے پیروکار ہیں۔"

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا جائزہ عظمت ابو حنیفہ اور فقہ حنفی کی شان قبولیت، آفاقیت اور قبولیت عامہ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ

آج سے کافی عرصہ پہلے عالمی سطح پر ایک جائزہ لیا گیا تھا اور اس غرض سے لیا گیا تھا کہ دنیا بھر میں مسلمان کہلانے والوں کے جو مکتب فکر زیادہ مشہور ہیں ان میں سے ہر ایک کے پیروکاروں کی تعداد کتنی ہے چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام مختصر لیڈن سنہ ۱۹۱۱ء کے مطابق دنیا بھر میں زیدیہ مکتب فکر کی تعداد

تقریباً تیس لاکھ (۳۰,۰۰,۰۰۰)

اثنا عشریہ تقریباً ایک کروڑ سینتیس لاکھ (۱,۳۷,۰۰,۰۰۰)

اور اہل السنت والجماعت میں سے

امام احمد کے مقلدین کی تعداد تقریباً تیس لاکھ (۳۰,۰۰,۰۰۰)

امام مالک کے مقلدین تقریباً چار کروڑ (۴,۰۰,۰۰,۰۰۰)

امام شافعی کے مقلدین کی تعداد تقریباً دس کروڑ (۱۰,۰۰,۰۰,۰۰۰)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کے مقلدین اور فقہ حنفی کے پیروکار تقریباً چونتیس کروڑ (۳۴,۰۰,۰۰,۰۰۰) سے زائد پائے گئے۔ گویا عالم اسلام کا سواد اعظم امام ابو حنیفہ کی تحقیقات پر اعتماد کرتا اور اس کی پیروی کرتا ہے۔

بہرحال عالم اسلام سے قطع نظر اپنے ملک کے حالات کا جائزہ لیں تو یہاں ۹۵ فی صد شہری امام اعظم ابو حنیفہ کے پیروکار ہیں۔ جس ملک میں جس مسلک کا عمومی رواج ہو اور مسائل کے متعلق جن لوگوں کی اکثریت ہو وہاں اسی مسلک کی اتباع کی جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

فعليكم بالسواد الاعظم [1] بڑی اکثریت کی پیروی کرو

من شذ شذ في النار [2] جس نے عام مسلمانوں سے الگ ہو کر راہ بنائی وہ جہنم میں گرا۔

کی تعمیل سے سرفراز ہوں اور جس شذوذ (جہنم میں پڑنے) کی اس میں دھمکی دی گئی ہے اس سے بھی مامون ہو جائیں لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے (جیسا کہ

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الفتن [2] ترمذی ابواب الفتن

بعض نادانوں کا اصرار ہے) کہ ضرورۃً بھی آدمی اپنے ملک کے عام مسلک سے کسی وقت اور کسی زمانہ میں بھی تجاوز نہیں کرسکتا مگر یاد رہے احناف کا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ

لو افتی بقول مالک فی موضع الضرورۃ ینبغی ان لا باس بہ ؎۱

اگر ضرورت کے وقت امام مالک (یہ نام یہاں بطور مثال کے ذکر کیا گیا ہے ورنہ مقصود یہی ہے کہ چاروں مجتہدوں کی فقہ سے حل مسئلہ کیا جاسکتا ہے) کے قول کے مطابق (کوئی حنفی عالم) فتویٰ دیدے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں)

؎۱ فتح المعین شامی وغیرہ کتاب المفقود

باب ۱

مختصر سوانح، تعلیم و تربیت، مجاہدہ و ریاضت

تقویٰ، ذوقِ عبادت اور جذبۂ اتباعِ سنّت

مختصر حالاتِ زندگی امام اعظم ابوحنیفہ کا نام نعمان، والد کا نام ثابت، کنیّت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ نسلاً عجمی ہیں اور اہلِ فارس سے ہیں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ مرکزِ علم کوفہ آپ کا مولد و مسکن ہے۔ ۲۰ سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ علم ادب، علم انساب اور علم کلام کی تحصیل کے بعد علم فقہ کی تحصیل کی غرض سے فقیہِ وقت امام حمّاد کے حلقۂ درس میں شریک ہوگئے۔ امام حمّاد آپ کے خاص الخاص مربّی و استاذ تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ اور جب درس و تدریس اور افادہ کا سلسلہ شروع کیا تو طالبانِ علوم نبوت کا آپ کے حلقہ درس میں زبردست ازدحام ہوا۔ علاّمہ کردری نے آٹھ سو فقہاء و محدثین اور صوفیاء و مشائخ کو آپ کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ فقہ و دستورِ اسلامی کی تدوین اور تشکیلِ نو کے لئے ۴۰ فقہا کی ایک قانونی کونسل مقرر کی جس نے طویل مدت میں فقہ حنفیہ کی صورت میں اسلام کی قانونی و دستوری جامعیت کی لاجوا

شہادت مہیا کی اور اس مدت میں جو مسائل مدون ہوئے ان کی تعداد بارہ لاکھ اور ستر ہزار سے زائد ہے۔ آپ کی تابعیت پر اجماع ہے اور صحابہؓ سے نقل روایت بھی ثابت ہے، سیاسی عظمت وبصیرت ظالم سلاطین سے مقابلہ وحق گوئی، خالص اسلامی اور شرعی سیاست علی منہاج نبوت اور فقہ حنفیہ کی ترویج و اشاعت اور بطور ایک جامع نظام کے نفاذ و اپنائیت آپ کا ایک ایسا لازوال کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ میں ڈھونڈے بھی نہیں ملتی۔[1]

امام شعبی کی نظر انتخاب اور قابلیت کا جوہر

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہؒ کسی کام سے بازار جا رہے تھے کہ کوفہ کے ایک مشہور امام حضرت شعبی سے

---

۱ امام اعظم کی سوانح کا یہ اجمالی خاکہ احقر نے اپنی تالیف دفاع امام ابوحنیفہؒ سے ملخصاً نقل کیا ہے جو ۳۵۲ صفحات اور ۱۳۱ ابواب پر مشتمل ہے جس میں تفصیل سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عظمت شان، علوم نبیہ، شرف تابعیت، معجزہ نبوت، درس وافادہ اور درسگاہ کی وسعت، محدثانہ جلالت قدر، اتہامات واعتراضات کی نامعقولیت، بے داغ سیرت، فقیہانہ کردار، حنفی مسلک کی ترجیح و صداقت، حنفیت کی حقیقت، فقہ وقانون کی تدوین اور طریق کار، خبر کائے تدوین یعنی دستوری کمیٹی امام ابوحنیفہ کا علمی تبحر، بحث ومناظرے، وصایا اور نصائح، مرتبہ حدیث دانی، حجیت اجماع وقیاس ان کا حدیث سے تلازم اور اس کی شرعی و آئینی حیثیت، ابوحنیفہؒ کا نظریۂ انقلاب وسیاست، حنفی اور فقہی اور خالص شرعی سیاست کے خد وخال، ائمہ احناف کی سیرت وسوانح کے چند حیرت انگیز پہلو تقلید کی ضرورت واہمیت، نظریہ نیم تقلید اور بے جا توسع کی مذمت اور اس نوع کے مختلف اور جدید و قدیم عنوانات پر سیر حاصل مباحث آگئے ہیں۔

شائقین مزید تفصیلات ومباحث دفاع امام ابوحنیفہ میں ملاحظہ فرماویں جو موتمر المصنفین (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور) سے حال ہی میں شائع ہو چکی ہے۔

ملاقات ہو گئی کہ ان کا مکان راہ میں پڑتا تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شکل ووجاہت دیکھ کر انہوں نے خیال کیا کہ یہ نوجوان کوئی طالب علم ہے اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا، اے نوجوان کہاں جا رہے ہو، امام ابوحنیفہؒ نے کسی تاجر کا نام لے کر کہا کہ فلاں صاحب کے پاس جا رہا ہوں۔ امام شعبی نے کہا کہ میرا مقصد یہ نہ تھا بلکہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم پڑھتے کس سے ہو؟ ابوحنیفہؒ کو اس سوال سے دل میں کڑھن اور شرمندگی ہوئی اور جواب میں کہا کہ کسی سے بھی نہیں پڑھتا۔ امام شعبی نے یہ سن کر کہا کہ

"تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو کہ مجھ کو تمہارے اندر قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں"

خود امام ابوحنیفہؒ کی روایت ہے کہ امام شعبی کی بات میرے دل کے اندر گھر کر گئی اور بازار چھوڑ کر بس علم ہی کا ہو رہا۔[2]

ایک عورت تحصیل علم فقہ کا ذریعہ بن گئی

اوائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ علم کلام کی تحصیل کی طرف متوجہ ہوئے چونکہ رگوں میں ایرانی خون اور طبیعت میں قوت اور جدت تھی۔ قدرتی ذہانت کا حصہ وافر آپ کو ملا تھا لہذا علم میں ایسا کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن بحث کرنے میں امام صاحب سے جی چراتے تھے۔[3]

چنانچہ اس زمانہ میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ کسی عورت نے امام صاحب کی دکان پر حاضر ہو کر طلاق یا حیض کا کوئی مسئلہ دریافت کیا، مگر امام صاحب نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے امام حماد کی درسگاہ کی طرف اشارہ کیا اور ساتھ ہی عورت کو یہ

---

۱ عقود الجمان باب سادس ص۱۶۱ ۲ مناقب للموفق ص۵۹ ۳ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مناظرے، کمالات اور بعد میں رجحانات میں تبدیلی کی مفصل بحث دفاع امام ابوحنیفہ میں احقر نے تفصیل سے درج کر دی ہے اور اس کی بعض جھلکیاں کتاب ہذا کے باب ۵ ص۱۶ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

بھی تاکید کردی کہ امام حماد جو جواب دیں اس سے مجھے بھی آگاہ کرنا چنانچہ اس عورت نے جب واپسی پر جواب سنایا تو اس سے امام صاحب کو بے حد ندامت ہوئی۔ اور بس اسی وقت سے علم فقہ سیکھنے کا عزم کر لیا اور امام حماد کے حلقہ درس میں پابندی سے حاضری شروع کر دی تا آنکہ امام حماد کے جانشین قرار پائے لہ (مناقب موفق صـ ۵۵)

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ اس واقعہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے :-

---

لہ دفاع ابوحنیفہ۔ البتہ عقود الجمان صـ ۱۹۲ میں خود امام صاحب کی زبان سے یہ روایت یوں منقول ہے کہ ہم امام حماد کے حلقہ درس کے قریب بیٹھا کرتے تھے کہ اتفاق سے ایک روز کوئی عورت میرے پاس آئی اور مجھ سے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ کہ اگر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق سنت دینے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ کیا کرے؟ مگر مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ میں اسے کیا جواب دوں۔ بغیر سکوت کے اور جواب ہی کیا ہو سکتا تھا۔ البتہ عورت سے یہ کہہ دیا کہ سامنے والے حلقہ درس میں چلی جا اور وہاں حضرت حماد سے مسئلہ دریافت کر لے، وہ جو جواب دیں اس سے بعد میں مجھے بھی آگاہ کر دے۔ عورت حضرت حماد سے مسئلہ دریافت کر کے واپس ہوئی اور مجھے بتایا کہ حضرت حماد نے طلاق سنت کا طریقہ یہ بتایا کہ مرد عورت کو اس طہر کی حالت میں طلاق دے جو جماع سے خالی ہو۔ پھر اس کو چھوڑ دے حتیٰ کہ وہ عدت گزار لے۔ جب عدت گذر جائے تب دوسرے مرد سے اس کا نکاح جائز ہو جاتا ہے

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب عورت نے یہ مسئلہ سنایا تو مجھے بے حد شرمندگی اور ندامت ہوئی۔ اور دل ہی دل میں علم کلام کو اپنے لئے بے فائدہ قرار دیا۔ جوتے اٹھائے اور سیدھا حضرت حماد کے حلقہ درس میں چلا گیا۔ اور میں چونکہ روزانہ کا سبق بلا ناغہ یاد کر لیا کرتا تھا۔ اس لئے حضرت حماد نے بھی صدرِ حلقہ میں اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے جگہ عنایت فرمائی۔ اس طرح گویا ایک عورت کا استفسارِ مسئلہ میری علمی ترقی کا غیبی سبب بن گیا۔

خدعتني امراة وزهدتني اخرى	ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا اور ایک عورت نے مجھے زاہد بنایا اور
وفقهتني اخرى لہ	ایک عورت نے فقیہہ بنا دیا۔

مروجہ عصری علوم میں علم الفقہ کا انتخاب

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے تلمیذ رشید امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام صاحب سے سوال کیا گیا کہ آپ کو تحصیل علم فقہ کی توفیق کیسے نصیب ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا۔

جہاں تک توفیق کا تعلق ہے وہ تو بارگاہِ لم یزل کی جانب سے تھی فلہ الحمد میں جب طالب علمی کے زمانہ میں طلب علم کے لئے کمربستہ ہوا تو میں نے تمام علوم پر ایک ایک کر کے نظر دوڑائی ان کے نفع اور نتیجہ پر غور کیا میرے جی میں آیا کہ علم کلام پڑھوں۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کا انجام اچھا نہیں اور اس میں فائدہ بھی کم ہے۔ آدمی اس میں ماہر بھی ہو جائے تو اپنا عندیہ برسرِ عام بیان نہیں کر سکتا۔ اس پر طرح طرح کے الزام عائد کئے جاتے ہیں اور اسے صاحبِ بدعت و ضلالت کا لقب دیا جاتا ہے۔

پھر ادب و نحو پر غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ آخر اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بیٹھ کر بچوں کو نحو اور ادب کا سبق دوں۔

پھر شعر و شاعری کے پہلو پر غور کیا تو اس کا مقصد مدح و ہجو، دروغ گوئی اور تخریب دین کے سوا کچھ نہ پایا۔

پھر قرات و تجوید کے معاملہ پر غور کیا۔ میں نے سوچا کہ اس میں مہارت تامہ حاصل کرنے کے بعد آخر یہی ہو گا کہ چند نوعمر جمع ہو کر میرے پاس تلاوت قرآن کریں باقی اس کا مفہوم معنیٰ تو وہ بدستور ایک دشوار گذار گھاٹی رہے گی۔

لہ مناقب موفق صـ ۵۵ اس کا پس منظر اور تفصیل آخری باب صـ ۲۴۱ میں درج کر دی گئی ہے۔

پھر خیال آیا کہ طلبِ حدیث میں لگ جاؤں۔ پھر سوچا کہ ذخیرۂ احادیث جمع کرنے کے بعد مجھے طویل عمر کی ضرورت ہوگی تاکہ علمی استفادہ کے لئے لوگ میرے محتاج ہوں اور ظاہر ہے کہ طلبِ حدیث کے لئے احتیاج کی ضرورت نوخیز لوگوں کو ہی ہو سکتی ہے پھر ممکن ہے کہ مجھے کذب اور سوءِ حفظ سے متہم کرنے لگیں اور روزِ حشر تک یہ الزام میرے گلے کا ہار ہو جائے۔

بعد ازاں میں نے علم فقہ کی ورق گردانی شروع کر دی جوں جوں تکرار و اعادہ ہوا اس کا رعب و اجلال بڑھتا ہی گیا۔ اور اس میں مجھے کوئی عیب دکھائی نہ دیا۔ میں نے سوچا کہ تحصیل فقہ میں علماء اور مشائخ کی مجالست و مصاحبت اور ان کے اخلاقِ جلیلہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے مواقع میسر آئیں گے۔ میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ادائے فرض، اقامتِ دین اظہارِ عبودیت، اور دنیا و آخرت کا حصول فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص فقہ کے ساتھ دنیا کمانا چاہے تو وہ بڑے بڑے بلند منصب پر فائز ہو سکتا ہے اور اگر تخلیۂ عبادت کا آرزومند ہو تو کوئی شخص یہ کہنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ وہ حصولِ علم کے بغیر مشغولِ عبادت ہے بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہ صاحبِ علم فقہ کی راہ پر گامزن ہے[1][2]

علم کا پندار اور فیبی ہدایت کا اظہار امام اعظم ابو حنیفہؒ غالباً چوبیس سال کی عمر میں اپنے استاد حماد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورے

ل ابو حنیفہ از ابو زہرہ و موفق صد ۲ ۵ و صمیری صہ ۱۹ ؎ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم نے تمام رائج الوقت علوم اور فنون پر تنقیدی نگاہ ڈالی۔ تاکہ ان میں سے اپنے لئے کسی مناسب علم کا انتخاب کرکے اس میں مہارت و تخصص پیدا کر سکیں اور اس سے یہ حقیقت بھی کھل کر سامنے آتی ہے کہ آپ نے تمام عصری علوم میں واجبی حد تک واقفیت حاصل کر لی تھی اگرچہ بعد میں صرف علم فقہ ہی آپ کا جولانگاہ فکر و نظر بنا۔ گویا فقہ کی جانب آپ کے رجحان و میلان دیگر علوم کو آزمانے اور ان میں واجبی غور و تامل کے بعد تھا۔

اٹھارہ سال تک ان کی رفاقت و خدمت اور صحبت و مجالست میں رہے۔۔ ۱۲۰ ھ میں ایک عظیم اور باکمال مجتہد کی حیثیت سے رونما ہوئے۔ انہی دنوں کا واقعہ ہے جسے خود امام ابو حنیفہؒ نے بیان کیا ہے فرماتے ہیں کہ:۔

میں دس برس تک مسلسل اپنے استاد امام حماد کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا رہا۔ اور بلا ناغہ تحصیل علم و استفادہ میں مشغول رہا۔ پھر خیال ہونے لگا کہ اب اپنا علیحدہ مستقل مدرسہ کھولوں اور خود تعلیم اور درس و تدریس کا سلسلہ قائم کروں لیکن استاد کا ادب اور غایت حیا مانع رہی اس کی جرأت نہ ہو سکی۔ اتفاق سے انہی دنوں امام حماد کو بصرہ سے اپنے کسی رشتہ دار کے موت کی خبر موصول ہوئی۔ جس کا حماد کے سوا کوئی دوسرا وارث نہ تھا۔ اسی ضرورت سے امام حماد کو بصرہ جانا ضروری ہوا۔ چنانچہ امام حماد بصرہ روانہ ہو گئے۔ اور مجھے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ تلامذہ، اہلِ ضرورت اور اربابِ حاجت نے میری طرف رجوع کیا۔ اسی دوران بہت سے ایسے مسائل بھی پیش آئے۔ جن میں میں نے اپنے استاد حضرت حماد سے کوئی روایت نہیں سنی تھی لہٰذا مجبوراً اپنے اجتہاد سے جوابات دیئے اور احتیاطاً ایسے مسائل کے جوابات کی ایک علیحدہ یادداشت مرتب کی۔ امام حماد نے بصرہ میں دو ماہ تک قیام کیا جب واپس تشریف لائے تو میں نے وہ یادداشت ان کے پیش خدمت کر دی۔ جس میں کل ساٹھ مسئلے درج تھے امام حماد نے دیکھا تو چالیس مسائل کی تصویب فرمائی بیس مسائل میں غلطیاں نکالیں مجھے خود شناسی ہوئی اور اس وقت سے میں نے عہد کر لیا کہ

"حضرت حماد جب تک زندہ ہیں ان سے استفادہ اور شاگردی کا تعلق کبھی بھی نہ چھوڑوں گا"[1]

ل عقود الجمان صد ۱۶۳ و مناقب موفق صہ ۵۲

حضرت حماد کی نگاہ شفقت

شاگرد کا خلوص، خود سپردگی، تواضع وانکساری جذبۂ طلب علم اور اخلاص وللہیت اور صلاحیت واستعداد کا جوہر قابل، حضرت حماد کی نگاہ میں مقام توجہ ومحبت حاصل کر چکا تھا۔

حماد کے بیٹے اسمٰعیل کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ میرے والدِ محترم حضرت حماد سفر میں تشریف لے گئے تھے کچھ روز باہر گذار کر جب واپس تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا ابا جان! آپ کو سفر سے واپسی پر سب سے زیادہ کس کے دیکھنے کا شوق تھا (ان کا خیال تھا کہ کہیں بیٹے کے دیکھنے کا) فرمایا! ابوحنیفہؒ کے دیکھنے کا اشتیاق تھا اگر یہ ہو سکتا کہ میں کبھی نگاہ ان کے چہرہ سے نہ اٹھاؤں تو بس یہی کرتا[1] زمانہ کے ساتھ اس کے انداز و اطوار بھی بدلتے رہتے ہیں۔ وضع وروش میں بھی تبدیلی ہوتی رہتی ہے آج کے کالجوں، یونیورسٹیوں اور دانش گاہوں سے آج سے ۱۲ سو برس قبل کے اندازِ تعلیم کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ البتہ دینی مدارس میں اس کی خال خال جھلک باقی ہے۔ خدا نظرِ بد سے بچائے استاد اور شاگرد کے جو روابط پہلے تھے وہ اب نہیں ہیں اور جو آج ہیں وہ کل نہ ہوں گے۔ تاریخ ماضی بالخصوص حنفی مکتبِ فکر کی یہ تاریخی جھلکیاں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں کہ آج سے بارہ تیرہ سو برس قبل کا نظامِ تعلیم کیا تھا۔

امام حماد کے جانشین کا انتخاب

حماد بن سلمہ کی روایت ہے کہ کوفہ کے مفتیٔ اعظم، استاذ کل اور محبوب علمی شخصیت حضرت حماد کا جب انتقال ہو گیا تو ان کے احباب وتلامذہ میں ان کے جانشین کے انتخاب کا مسئلہ چل پڑا، انہیں اندیشہ تھا کہ اگر ان کے علوم ومعارف کی تدریس واشاعت کا سلسلہ ان کی وفات کے ساتھ بند ہو گیا تو ان کا نام بھی باقی نہ رہے گا۔ اور نہ ان کے علوم ومعارف سے مزید لوگ استفادہ

[1] تاریخ بغداد ج ۱۳ واخبار ابی حنیفہ واصحابہ صفحہ ۲

کر سکیں گے۔

چنانچہ سب سے پہلے حضرت حماد کے بیٹے سے اپنے باپ کی مسند فقہ پر درس وتدریس کے جاری رکھنے کی استدعا کی گئی مگر ان پر علم نحو اور علم کلام کا غلبہ تھا فقہی درس میں اہلِ علم ان سے مطمئن نہ ہو سکے۔ تو موسیٰ بن ابی کثیر نے مسند حماد پر بیٹھ کر علم فقہ کی تدریس شروع کی۔ لوگ حضرت حماد کی جانشینی کی خوش اعتقادی سے حاضر ہونے لگے۔ مگر انہیں بھی علم فقہ سے عدم مہارت کی وجہ سے طالبانِ علم فقہ میں مقبولیت حاصل نہ ہو سکی۔ اس کے بعد ابوبکر نہشلی سے حضرت حماد کی مسند تدریس پر رونق افروز ہونے کی درخواست کی گئی تو انہوں نے معذرت کر دی، ابوبردہ سے بھی یہی درخواست کی گئی تو انہوں نے بھی انکار کر دیا۔

تاہم ابوبکر نہشلی، ابوحصین اور یزید بن ابی ثابت نے اہل علم سے مسند حماد کی جانشینی کے لئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کا نام تجویز کیا۔ حضرت امام صاحب دوسرے اکابر کی نسبت نوجوان اور عمر میں کم تھے۔ جب انہوں نے مسندِ حماد پر تدریس فقہ کی درخواست پیش کی تو امام صاحب نے اس نیت سے کہ حضرت حماد کے علوم ومعارف کا سلسلہ جاری رہے ان کی درخواست منظور کر لی اور مسندِ تدریس پر جلوہ آرا ہو گئے[1]

ابھی چند ہی دن گذرے تھے کہ طلبۂ علم کے انبوہ در انبوہ حاضر ہوئے مستفیدین کا ہجوم بڑھنے لگا۔ اطراف واکناف عالم سے علم کے پیاسے آتے اور یہاں سے سیراب ہوتے۔

لوگوں نے امام صاحب کی درسگاہ میں علوم ومعارف کے ایسے خزانے پائے جو دوسری درسگاہوں میں نہیں مل سکتے تھے۔ آپ کی صلاحیت، علم ومعرفت، فقہ واجتہاد

[1] امام حماد کا انتقال ۱۲۰ھ میں ہوا گویا ان کے انتقال کے وقت امام صاحب کی عمر چالیس سال تھی۔ گویا جسم اور عقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسند درس کو سنبھالا۔

اور استنباط مسائل، جود و سخا اور حسنِ سیرت کے پیشِ نظر حلقۂ درس وسیع تر ہوتا چلا گیا اور قلیل عرصہ میں تمام درسی حلقوں پر اپنا فضل و تفوق اور انفرادیت قائم کر لی[1]

خدمت و اشاعت دین کے غیبی اشارات

امام اعظم ابو حنیفہؒ تحصیل علم سے فارغ ہوئے اور جملہ علوم و فنون میں کامل دستگاہ حاصل کر لینے کے بعد گوشہ نشینی کا قصد کر لیا تو اس پر ایک رات خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرما رہے ہیں

"اے ابو حنیفہؒ! آپ کو خدا نے میری سنّت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے آپ عزلت گزینی و گوشہ نشینی کا ہر گز قصد نہ کریں"[2]

امام صاحب نے یہ بشارت پائی تو گویا نئی زندگی آ گئی۔ فوراً افادت و افاضتِ خلائق اور اجتہاد و استنباط مسائل شرعیہ میں مشغول ہو گئے حتیٰ کہ آپ کا مذہب چہار دانگ عالم میں پھیل گیا۔

ریاضت و مجاہدہ اور ذوقِ عبادت و تلاوت

تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ عالم، عابد، زاہد، صاحب ورع و تقویٰ، کثیر الخشوع دائم التضرع، خوش صورت، خوش سیرت، بڑے کریم، مسلمان بھائیوں کے عمدہ مدد گار۔ میانہ قد، گندم گوں، خوش تقریر اور شیریں زبان تھے۔

اسد بن عمرو راوی ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور عموماً رات کو تمام قرآن مجید ایک رکعت میں پڑھ لیا کرتے تھے[3] ظہر کے بعد قدرے نیند کر لیا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[1] عقود الجمان صـ ۱۶۸، موفق صـ۲۶
[2] حدائق الحنفیہ صـ۲۴۶، ۴۷ و موفق صـ۹۳
[3] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ صـ ۴۱۳ و اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ صـ۵۶

ہے کہ قیام لیل و ظہر کے بعد نیند سے امداد طلب کر لیا کرو۔ رمضان المبارک میں معمول بدل جاتا تھا ایک ختم القرآن رات کو اور ایک دن کو کر لیا کرتے تھے۔

طحاوی میں مسعر بن کدام سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہے ہیں مجھ کو ان کا قرآن پڑھنا بے حد پسند ہوا سو اس نے جب قرآن کا ساتواں حصہ پڑھا تو میں سمجھا کہ اب رکوع کرے گا۔ مگر اس نے رکوع نہیں کیا اور قرآن کا تہائی حصہ تک پڑھ لیا میں نے سوچا شاید اب رکوع کرے مگر رکوع نہیں کیا اور آدھا قرآن پڑھ لیا اور اسی طرح تلاوت قرآن جاری رکھی حتیٰ کہ تمام قرآن ایک رکعت میں مکمل کر لیا جب نماز سے ہم دونوں فارغ ہوئے تو میں نے انہیں اچھی طرح دیکھا تو وہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ تھے۔

رمضان میں ساٹھ مرتبہ ختم القرآن کا معمول تھا۔ اور زندگی بھر میں پچپن حج کئے جس مکان میں ان کی وفات ہوئی وہاں امام صاحب نے سات ہزار دفعہ قرآن ختم کیا تھا[1،2]

---

[1] وفیات ج ۵ صـ۴۱۳ و عقود الجمان صـ ۲۲۱ و موفق صـ۲۰

[2] یہ مناقب صرف مقلدین امام ابو حنیفہؒ نے نہیں لکھے کہ مبالغہ پر محمول کر کے موجب طعن ٹھہرائے جائیں بلکہ ابن خلکان، ابو الفداء، ابو نعیم صاحب حلیہ، خطیب بغدادی، حافظ جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن حجر مکی نے بیان کئے ہیں جو سب کے سب شافعی المذہب اور اپنے وقت کے امام تھے بلکہ حافظ ذہبی شافعی نے تو ان پر تواتر کی شہادت دی ہے۔ البتہ سات ہزار مرتبہ مکانِ وفات میں ختم القرآن کی تعداد کے قصے کو بعض حضرات نے موجودہ صورت میں بظاہر درست نہیں قرار دیا۔ اس لئے کہ امام ابو حنیفہؒ زندگی کا اکثر حصہ کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ آپ کے علمی و فقہی قومی و ملی اور سیاسی کارناموں کا مرکزی صدر مقام کوفہ ہی تھا۔ جائے وفات تو آپ کی بغداد ہے جہاں آپ نے قید کے چند ایام کاٹے ہیں لہٰذا یہ وہم کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے قید کے ان چند ایام میں جیل خانہ ہی میں سات ہزار مرتبہ کس طرح ختم القرآن کیا۔ حالاں کہ بظاہر یہ ناممکن ہے (باقی اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ مگر اس کو درست قرار دینے کے لئے قرین قیاس توجیہ بھی ممکن ہے۔ کہ راوی نے کچھ یوں بیان کیا ہوگا۔ کہ جب آپ کی وفات ہوئی یا جس مکان میں آپ کی وفات ہوئی تب یہ معلوم ہوا کہ آپ نے تا وفات سات ہزار مرتبہ ختم القرآن کی سعادت حاصل کی ہے یا جس مکان کو آخری مرتبہ چھوڑا یعنی کوفہ سے بغداد لائے گئے تو اس وقت تک کوفہ میں سات ہزار ختم القرآن کئے تھے۔ ظاہر بینوں نے اسے مبالغہ پر حمل کیا ہے اور ہم نے اس کی توجیہ بیان کر دی ہے اور اگر حساب کر لیا جائے۔ تو سات ہزار ختم القرآن کے لئے یومیہ ایک ختم کے حساب سے ۲۰ سال چاہئیں اور ابو حنیفہؒ کی زندگی ۷۰ سال پر حاوی ہے تو یہ عام معمولی انسانی عادت اور بشری طاقت کے اندر کی چیز ہے۔ آخر اس پر حیرت و استعجاب کرنے کی وجہ ہی کیا ہو سکتی ہے کہ معترضین اسے مبالغہ پر حمل کرنے کا ڈھونڈورا پیٹتے ہیں میرے نزدیک سات ہزار کی روایت مبالغہ و افراط ہرگز نہیں۔

اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح بھی تسلیم کر لی جائے کہ امام صاحب نے جائے وفات پر ہزار مرتبہ ختم القرآن کیا ہے تب بھی یہ بات ارباب بصیرت کے لئے کسی بھی اچنبھے کا باعث نہیں۔ اس لئے کہ "برکت اوقات" ایک مستقل کرامت ہے جس سے اسلاف امت کو نوازا جاتا رہا ہے ہم جب کثیر التصانیف اکابر و مشائخ کے یومیہ تصنیفی کام کا اندازہ لگاتے ہیں تو وہ فی یوم سینکڑوں صفحات سے بھی بات بڑھ جاتی ہے۔ اور زمانہ بھی وہی تھا جب کاغذ قلم اور سیاہی اور دوات تک خود اپنے ہاتھوں سے بنانا پڑتی تھی علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی ۶۰۰ تصانیف ہیں اور ایک ایک تصنیف کئی کئی مجلدات پر مشتمل ہے اور خود ہمارے قریبی زمانے کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی چھوٹی بڑی تصانیف کا اندازہ لگائیے کہ کئی کئی مجلدات پر ان کی تصنیفات مشتمل ہیں اور ہزاروں سے بھی ان کی تعداد بڑھ کر ہے۔ آخر یہ حسی مشاہدہ کر لینے کے بعد جب عقل کی پہنائیاں "تنگ دامنی" کی شکایت کرتی ہیں تو یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان کی کرامت تھی۔ کہ اللہ کریم نے ان کے لئے اوقات میں برکت عطا فرمائی تھی۔ اور ابو حنیفہ تو سراپا برکت و کرامت کا مجموعہ تھے باقی رہی چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنے کی روایت، تو یہ بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ اس میں اکثر اوقات

ہمیشہ کا معمول، قیام لیل و تدریس علم

مسعر بن کدام سے خطیب، ابو محمد الحارثی اور ابو عبداللہ بن خسرو نے روایت نقل کی ہے کہ:

میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی مسجد میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھی اور لوگوں کو علم دین پڑھانے میں مشغول ہو گئے اور یہ سلسلہ تعلیم ظہر تک جاری رہا۔ پھر نماز کا وقفہ ہوا۔ نماز ظہر کے بعد عصر تک اور عصر سے مغرب تک اور مغرب سے عشاء تک اسی جگہ بیٹھے رہے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ جاری رہا (بشری تقاضوں اور انسانی حوائج و ضرورت سے قطع نظر) مسلسل یہ خدمت اور تدریس علم کا شغل دیکھ کر مجھے حیرت رہی۔ امام اعظم عشاء کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لے گئے۔ مجھے یہ فکر دامن گیر ہوئی اور تجسس بڑھتا گیا۔ کہ جب آپ کی تدریسی انہماک اور تعلیم مسائل کی مصروفیت کا یہ عالم ہے تو مطالعہ کتب اور نوافل و عبادت کے لئے آپ کو کونسا وقت ملتا ہوگا اس سلسلہ کے سنن و نوافل اور مستحبات کے معمولات آپ کس طرح جمع کرتے ہوں گے۔

ابھی میں ایسے ہی تصورات میں ڈوبا ہوا تھا۔ لوگ نماز عشاء پڑھ کر گھروں کو جا چکے تھے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ امام صاحب گھر سے مسجد میں تشریف لائے صاف و سادہ لباس جسم معطر اور خوشبو سے فضا بھی معطر ہو رہی تھی۔ بڑی تمکنت اور سکون و وقار کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ صبح صادق طلوع ہوئی۔ اب رات کی عبادت، بیداری شب و ریاضت سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ اور زندگی کا ایک عام معمول بتایا گیا ہے۔ اس سے بشری حاجات قومی و ملی امور میں اسفار، فقہ کی آئینی و تدوینی کونسل کی سرپرستی اور اس نوع کے دیگر اہم امور میں اشتغال اور بیماری و اعذار شرعی کے اوقات اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(شاید اس دوران تقاضائے حاجت اور بشری تقاضوں کے پیشِ نظر نیا وضو وغیرہ بنایا ہو) واپس تشریف لائے تو لباس بدلا ہوا تھا۔ صبح کی نماز با جماعت ادا کی۔ تو پھر حسبِ سابق وہی تدریس و تعلیم دین کا سلسلہ شروع ہوا۔ جو برابر عشاء تک جاری رہا۔ میں دل میں خیال کرتا تھا کہ آج رات آپ ضرور آرام کریں گے۔ کہ کل کا دن اور رات بیداری میں گذاری ہے۔ مگر دوسری رات بھی آپ کا معمول وہی رہا جو پہلی رات کا تھا۔ تیسری رات بھی ایسے ہی گذری اور وہی کچھ دیکھا جو پہلی دو راتوں میں مشاہدہ کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ ابو حنیفہ؄ کا ساتھ اور خدمت و مصاحبت اور تلمذ اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک میرا یا ان کا دنیا سے انتقال نہ ہو جائے۔

لہٰذا میں نے مستقلاً ابو حنیفہ؄ کی خدمت میں رہنے کا فیصلہ کر لیا اور ان کی مسجد میں باقاعدہ مستقل قیام اختیار کر لیا۔ اپنی مدت قیام میں میں نے ابو حنیفہ؄ کو دن میں کبھی بے روزہ اور رات بغیر قیام لیل کے گذارتے نہیں دیکھا۔ البتہ ظہر سے قبل آپ قدرے آرام کر لیا کرتے تھے اور علی العموم یہی معمول بنایا ہوا تھا۔

ابن ابی معاذ کی روایت ہے کہ:

مسعر بن کدام بڑے خوش نصیب تھے کہ ان کی وفات بھی امام اعظم کی مسجد میں ایسی حالت میں ہوئی جب وہ حالتِ سجدہ میں اپنی جبینِ نیاز، بارگاہِ بے نیاز میں جھکا چکے تھے۔[1]

یہ ابو حنیفہ ہیں جو تمام رات نہیں سوتے

امام ابو یوسف کی روایت ہے کہ ایک دفعہ میں امام اعظم ابو حنیفہ؄ کے ہمراہ چل رہا تھا کہ راستے میں کچھ آدمیوں نے ہمیں دیکھا تو ایک نے ابو حنیفہ کی طرف انگل سے اشارہ کرتے ہوئے دوسرے سے کہا۔

---

[1] غایۃ الاوطار ج ۱، حدائق الحنفیہ صہ ۶۶، عقود الجمان صہ ۲۱۴، ۲۱۵ و موفق صہ ۲۰۵

هٰذا ابو حنيفة لا ينام الليل۔	یہ شخص امام ابو حنیفہ؄ ہیں جو تمام رات اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور سوتے نہیں۔

ان کی یہ آواز ابو حنیفہ کے کان میں آئی تو فرمانے لگے۔

سبحان اللہ! آپ سنتے نہیں، اللہ تعالیٰ نے ہمارے متعلق لوگوں میں کیسی کیسی باتیں پھیلا دی ہیں۔ اور یہ کس قدر بُری بات ہو گی کہ خود ہماری زندگی میں اس کے برعکس اعمال پائے جائیں۔ پھر ارشاد فرمایا، واللہ یہ لوگ میرے بارے میں ایسی باتیں نہیں کہہ رہے جو واقعۃً میرا معمول نہ ہوں۔

امام ابو یوسف؄ فرمایا کرتے کہ واقعہ بھی یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ؄ تمام رات اللہ کی عبادت، دعا، تضرّع و ابتہال اور ذکر اللہ میں گذارتے تھے۔[1]

ابو حنیفہ؄ شریعت کا ستون تھے

مجاہدہ و ریاضت اور تہجد و شب بیداری کے واقعات امام صاحب کے تذکرہ نگاروں نے اس کثرت سے لکھے ہیں کہ وہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔ محمد بن یوسف صالحی اور صاحبِ معجم نے لکھا ہے۔

ومن ثم يسمى الوتد من كثرة قيامه بالليل[2]	شب بیداری اور مسلسل قیام لیل کی وجہ سے لوگ امام ابو حنیفہ؄ کو وتد یعنی میخ بھی کہتے تھے۔

اس سلسلہ میں کتابوں میں ایک لطیفہ بھی منقول ہوتا چلا آیا ہے کہ امام اعظم کے پڑوس میں ایک صاحب کا مکان تھا۔ امام صاحب کا جب انتقال ہو گیا تو اسی پڑوسی

---

[1] تذکرۃ الحفاظ صہ ۱۶۹ و عقود الجمان صہ ۲۱۳ و مناقب موفق صہ ۲۱۹ و صمیری صہ ۵۳

[2] عقود الجمان صہ ۲۱۱ و معجم المصنفین صہ ۱۴۸ و صمیری صہ ۵۷

کے ایک چھوٹے بچے نے اپنے باپ سے پوچھا کہ

یا ابت ! این تلک الدعامہ التی کنتُ اراھا کل لیلۃ فی سطح ابی حنیفہ باللیل	ابا جان ! سامنے ابوحنیفہ کی چھت پر ایک ستون نظر آیا کرتا تھا اسے کیا ہوگیا کس نے گرادیا کہ وہ نظر نہیں آتا۔

باپ نے بڑی محبت اور شفقت سے کہا۔

یا بنیّ! لیست بدعامۃ و انما کان ذلک دعامۃ الشرع ابوحنیفہؒ [1]	لختِ جگر ! یہاں کوئی ستون وغیرہ نہیں تھا وہ شریعت کے ستون امامِ اعظم ابوحنیفہ ہی تھے (جو ساری رات چھت پر اللہ کی عبادت کرتے) اب وہ ستون گر گیا ہے۔ کہ امام صاحب کی وفات ہوگئی ہے۔

ابوالمؤید نے امام اعظم کی ریاضت و مجاہدہ کی کیفیت دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے

نھار ابی حنیفۃ للافادہ

دلیل ابی حنیفۃ للعبادہ [2]

امام صاحب کا دن درس وتدریس اور عامۃ الناس کی خدمت وافادہ کے لئے وقف ہے اور رات اپنے خالق کی عبادت کے لئے وقف ہے۔

امام ابوحنیفہ کا تقوای اور مجوسی کا قبول اسلام

تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی جو حضرت امام اعظم کے حق میں بڑے متعصب ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

[1] عقود الجمان صـ ۲۲۲ ومناقب موفق صـ ۲۳۳ [2] عقود الجمان صـ ۲۲۲ وموفق صـ ۲۳۳

امام ابوحنیفہؒ کا ایک مجوسی پر کچھ قرضہ ہوگیا تھا۔ ایک روز امام صاحب اس مجوسی کے گھر مطالبہ کے لیے گئے جب اس کے مکان کے دروازے کے قریب پہنچے تو امام صاحب کی جوتی کو اتفاقاً کچھ نجاست لگ گئی۔ آپ نے اس سے نجاست کو دور کرنے کی غرض سے اسے جھاڑا۔ تو کچھ نجاست اڑ کر مجوسی مذکور کی دیوار سے لگ گئی۔ اس صورتِ حال سے امام صاحب بڑے رنجیدہ وحیران ہوئے اور دل میں کہا کہ اگر میں اس نجاست کو اسی طرح رہنے دیتا ہوں تو یہ دیوار قبیح ہو جائے گی اور اگر اس کو کریدتا ہوں تو اس سے دیوار کی مٹی گر پڑے گی اور اس سے مالکِ مکان کو نقصان ہے۔ چنانچہ آپ نے مجوسی کے مکان کو کھٹ کھٹایا۔ جس پر ایک لونڈی باہر آئی۔ آپ نے اس کو کہا کہ اپنے مالک کو خبر کر کہ ابوحنیفہ دروازے پر کھڑا ہے۔ لونڈی کے کہنے پر مجوسی گھر سے باہر نکلا اور اس نے یہ خیال کر کے کہ شاید یہ مجھ سے اپنے مال کا مطالبہ کریں گے عذر کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے اس سے دیوار کی نجاست کا قضیہ بیان کر کے فرمایا کہ اب کوئی ایسی تدبیر بتاؤ کہ تمہاری دیوار صاف ہو جائے۔

مجوسی نے امام ابوحنیفہؒ کا یہ ورع وتقوٰی اور زہد اور کمالِ احتیاط دیکھ کر اسلام قبول کر لیا [1]

سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھے رہے

اسمٰعیل بغدادی کہتے ہیں کہ کسی نے یزید بن ہارون سے دریافت کیا کہ آدمی کو فتوٰی دینا کب جائز ہے۔ فرمایا ! جب وہ ابوحنیفہؒ کی طرح احتیاط اختیار کرے، سائل نے کہا، حضرت آپ یہی کہتے ہیں۔ فرمایا ہاں ! میں اس سے بھی زیادہ کہوں گا کہ میں نے ان سے زیادہ فقیہہ اور اورع (بڑا پرہیز گار) نہیں دیکھا۔

[1] تفسیر کبیر آیت مالک یوم الدین وحدائق الحنفیہ صـ ٦٧

ایک روز امام صاحب کسی شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے میں نے عرض کیا اگر آپ دھوپ چھوڑ کر اس گھر کے سایہ میں بیٹھ جاتے تو بہتر ہوتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو قسم دے کر دریافت کیا کہ سایہ چھوڑ کر دھوپ میں بیٹھنے کا سبب کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اس صاحبِ مکان پر میرا کچھ قرض ہے میں اپنے مقروض کے گھر کے سایہ کے استعمال کو اس وجہ سے مکروہ سمجھتا ہوں کہ کہیں وہ ناجائز نفع اور سود میں نہ آجائے۔ (کیونکہ حدیث کا مضمون ہے کہ جس کا قرض سے کوئی نفع حاصل ہو وہ سود ہے)[1]

نظروں کی حفاظت امام محمدؒ لڑکپن میں بڑے حسین اور صاحبِ جمال تھے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں طالب علمانہ حیثیت سے داخل ہوئے پہلی نظر پڑی جو غیر اختیاری تھی اس کے بعد ان کی طرف کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا جب ان کو سبق پڑھاتے تو انہیں ستون کے پیچھے بٹھا لیا کرتے تھے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان پر نظر پڑ جائے[2]

ابوحنیفہ کی عفیف اور پاکیزہ کردار شخصیت خارجہ بن مصعب سے روایت ہے کہ مجھے جب حج پہ جانے کی سعادت حاصل ہوئی تو اس موقعہ پر میں نے اپنی لونڈی امام ابوحنیفہؒ کی خدمت کے لئے ان کے ہاں چھوڑ دی مجھے تقریباً چار ماہ تک مکہ معظمہ میں قیام کرنا پڑا۔ واپسی پہ جب میں ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دریافت کیا۔

"حضرت! میری لونڈی کو خدمت واخلاق کے اعتبار سے آپ نے کیسے پایا؟"

فرمانے لگے! جو آدمی قرآن پڑھتا ہو اور لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب دیتا ہو علم

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۴۴ و موفق و کردری والانتصار

[2] تذکرۃ الاولیاء بحوالہ حدائق الحنفیہ صہ ۷۲

حلال اور علم حرام سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ عام لوگوں سے بڑھ کر اپنے نفس اور نگاہوں کی حفاظت کرے۔ خدا کی قسم! جب سے آپ تشریف لے گئے ہیں میں نے آپ کی لونڈی کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔

خارجہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنی لونڈی سے امام ابوحنیفہ، ان کے اخلاق اور گھریلو معاملات کے بارے میں دریافت کیا تو لونڈی کہنے لگی۔

"میں نے ابوحنیفہ جیسا عفیف، پاک دامن اور پاکیزہ کردار والی شخصیت نہ دیکھی ہے اور نہ سنی ہے۔ میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ ابوحنیفہ نے کبھی دن یا رات کو اپنے گھر میں جنابت سے غسل کیا ہو۔ جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھنے کے لئے ابوحنیفہ اپنے گھر سے باہر چلے جاتے پھر واپس تشریف لاتے اور گھر میں چاشت کی خفیف نماز پڑھتے اس کے بعد غسل فرماتے تیل لگاتے پھر نماز جمعہ کے لئے تشریف لے جاتے۔ میں نے کسی دن بھی انہیں کبھی بے روزہ نہیں دیکھا۔ سونا تو بہت خفیف مگر کم ہوتا[1]

خشیت و تقوای کہتے ہیں کہ امام اعظمؒ کسی سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک اس شخص نے امام صاحب سے کہا

اِتّقِ اللّٰہ — خدا سے ڈرو

اس لفظ کا اس کے منہ سے نکلنا تھا کہ امام صاحب کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ سر جھکا لیا اور کہتے جاتے تھے۔ "بھائی! خدا آپ کو جزائے خیر دے علم پہ جس وقت کسی کو ناز ہونے لگے اس وقت وہ اس کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی اس کو خدا یاد دلا دے[2]

تحائف اور ہدایا میں حدیثِ نبویؐ پر عمل غورک سعدی الکوفی کی روایت ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امام اعظم کی خدمت میں کچھ تحفے اور ہدایا بھیجے تو امام صاحب نے

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۴۴ و صیمری [2] عقود الجمان صہ ۲۲۷ و موفق صہ ۳۵۴

اس سے دو چند تحائف کے ساتھ احسان فرمایا۔ میں نے یہ دیکھا تو ان کی خدمت میں عرض کیا۔

حضرت! اگر مجھے علم ہوتا کہ آپ اس قدر زحمت اٹھائیں گے اور میرے تحائف کے بدلے دو چند احسان فرماویں گے تو میں ہرگز یہ کام نہ کرتا۔

امام اعظمؒ نے فرمایا: ایسی باتیں ہرگز نہ کیجئے اس لئے کہ فضیلت اور زیادہ اجر و ثواب سبقت اور پہل کرنے والے کو حاصل ہے۔ کیا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نہیں سنا کہ:-

" جو آدمی تمہارے ساتھ کوئی نیکی کرے۔ عنایت و احسان کا معاملہ کرے تو تم بھی اس کا بدلہ احسان سے چکایا کرو اگر تم اس کے برابر کا بدلہ اور برابر کا احسان کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو محسن کا شکریہ ادا کر لیا کرو۔ زبان سے اس کی تعریف کر لیا کرو۔

غورک سعدی کہتے ہیں کہ میں نے یہ سنا تو ابو حنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا۔

حضرت! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھے اپنے تمام مالِ مملوکہ سے عزیز تر ہے[1] اور ایک روایت میں یہ مقولہ ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے۔

مقتضائے حدیث پر شوقِ عمل عالمانہ وقار اور تحمل

عمرو بن ہیثم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں شعبہ کا رقعہ لے کر امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، یہ عصر کا وقت تھا۔ آپ نے مسجد ہی میں عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور عشاء کے بعد مجھے ہمراہ لے کر دولت کدہ پر تشریف لائے کھانا کھلایا اور ایک بستر پر مجھے لٹا دیا اور خود ایک گوشہ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا شروع کر دی اور تمام رات پڑھتے رہے جب صبح ہوئی تو مجھے اٹھایا اور وضو کا پانی لا کر دیا اور مسجد میں تشریف لائے۔ صبح کی نماز پڑھ کر آپ اپنی جگہ بیٹھے رہے کہ اچانک ایک سانپ

---

[1] عقود الجمان ص ۲۴۷ و مناقب موفق ص ۳۴۷

مسجد کی چھت سے آپ پر گرا۔ اور آپ نے اس کے سر پر پیر رکھ دیا اور آرام سے بیٹھے رہے خدا کی یاد اور اس کے ذکر میں اطمینان سے مصروف رہے جب سورج طلوع ہوا تو آپ نے یہ دعا پڑھی۔

الحمد للّٰہ الذی اطلعہا من مطلعہا اللّٰھم ارزقنا خیرھا و خیر ما طلعت فیہا۔[1]	تمام تعریفیں ہیں اس خدا کے لئے جس نے سورج کو اس کے مطلع سے نکالا۔ اے اللہ! ہم کو اس کے اور جس چیز پر اس کا طلوع ہوتا ہے اس کے خیر سے بہرہ ور فرما۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہؒ نے سانپ کو مارنے کا حکم دیا اور اتنی دیر آپ نہایت آرام اور سکون و وقار سے اپنی جگہ بیٹھے خدا کی یاد میں مشغول رہے جب اشراق کی نماز پڑھی تو پیش آمدہ واقعہ کے پیش نظر امام صاحب نے ایک حدیث سنائی کہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔

و من صلی الفجر و لم یتکلم الا یذکر اللّٰہ تعالیٰ حتی تطلع الشمس کان کالمجاھد فی سبیل اللّٰہ	جس نے صبح کی نماز پڑھی اور سورج نکلنے تک سوائے ذکر خدا کے اور کچھ زبان سے نہ کہا وہ مثل مجاہد فی سبیل اللہ کے ہے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام صاحب کو حدیث کے مقتضاء پر عمل کرنے کا کتنا شوق تھا جان چلی جائے مگر اقتضائے حدیث معمول میں آ جائے اور اس واقعہ سے امام صاحب کے عالمانہ وقار اور تحمل کی ایک جھلک بھی سامنے آ جاتی ہے۔[2]

---

[1] مناقب موفق ص ۲۵۰ [2] اسی واقعہ کے قریب قریب واقعہ حدائق الحنفیہ، عقود الجمان ص ۲۴۷ اور خیرات الحسان میں بھی منقول ہے شاید واقعہ ایک ہی ہو۔

سنّتِ رسولؐ کا احیاء اور مجاہدہ وریاضت کی انتہاؔ

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنی زندگی میں پچپن حج کئے جب آخری مرتبہ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ کے خدام سے دروازہ کھولنے اور اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی، جب دروازہ کھول دیا گیا تو بیت اللہ کے دونوں ستونوں کے درمیان نماز کے لئے کھڑے ہوگئے اور ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھ کر[1] پورا قرآن تلاوت فرمایا جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام صاحب پر گریہ طاری ہوا خوب روئے اور دیر تک بارگاہ رب العزت میں مصروف مناجات رہے۔

یا ربّ عرفت حق المعرفہ وما عبدتك حق العبادة فهب لى نقصان الخدمة بكمال المعرفة[2]	اے اللہ! اس بندۂ ضعیف نے تجھے کمالِ معرفت (صفاتِ کبریائی) کے ساتھ پہچانا۔ جیسا کہ تیرے جاننے کا حق ہے۔ مگر تیری عبادت جیسا کہ تیرے شایانِ شان ہے نہیں کرسکا۔ اے پروردگار تو اس بندۂ ضعیف کی خدمت کے نقصان کو بوجہ اس کی کمالِ معرفت کے بخش دے (یعنی کمالِ عرفان کو نقصانِ خدمت کا وسیلہ بنا دے)

[1] حصکفی نے اس کو تراوح (قدمین تو زمین پر ہوں مگر باری باری ایک پاؤں کو ڈھیلا چھوڑ کر دوسرے پاؤں کا سہارا لیا جائے) پر حمل کیا ہے تو اس سے مخالفت سنت کا اعتراض رفع ہوجاتا ہے مگر یہ توجیہ کمزور ہے دوسری توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ابوحنیفہؒ کے ایک پاؤں پر (باقی اگلے صفحہ پر)

اس پر بیت اللہ کے ایک گوشہ سے ہاتف غیبی نے آواز دی۔

و عرفت فاحسنت المعرفة وخدمت فاخلصت الخدمة غفرنا لك ولمن كان على مذهبك الى قيام الساعة[1]	اے ابوحنیفہ! تو نے ہمیں جیسا کہ چاہیے تھا ویسا پہچانا اور جس طرح تم نے ہمارے دین کی خدمت کی لہٰذا ہم نے تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے مذہب کے پیروکار ہیں اور قیامت تک جو تیرے پیروکار ہوں گے سب کی مغفرت کردی ہے۔

[1] عقود الجمان ص ۲۲۰ کے علاوہ طحطاوی کردری، حدائق الحنفیہ اور رد المحتار ج ۱ ص ۴۵ میں بھی قدرے تفصیل کے ساتھ یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے

بقیہ گذشتہ صفحہ۔ کھڑے ہونے کا مقصد عجز و تذلل تھا جیسا کہ ننگے سر پڑھنا مکروہ ہے مگر جب تذلل مقصود ہو تو جائز ہے بعض علماء نے تیسری توجیہ یوں کی ہے کہ امام صاحب کا اس سے مقصد ریاضت و مجاہدہ نفس تھا جس سے خشوع و انابت الی اللہ میں خلل واقع نہیں ہوتا بلکہ اس میں زیادتی ہوتی ہے جو مانع کراہت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶) اور ایک توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ ختم القرآن نوافل میں کیا کرتے تھے۔ اور نوافل میں توسع ہے۔

[2] یہاں عرفانِ الٰہی سے مراد خدا تعالیٰ کو اس کے صفات کبریائی و بزرگی، عظمت، توحید والوہیت اور دوام مشاہدہ کے ساتھ پہچاننا ہے۔ ذات باری تعالیٰ کی حقیقت کنہ الذات مع الصفات ہرگز مراد نہیں کہ اس کی معرفت محالات سے ہے۔ عقود الجمان کی ایک روایت (باقی اگلے صفحہ پر)

سنتِ رسولؐ اپنانے کی تلقین امام اعظم اپنے شناسا احباب کو خوش پوشی اور اپنے مظہر و منظر کو عمدہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔

روایت ہے کہ آپ نے ایک ساتھی کو بوسیدہ لباس میں ملبوس دیکھا جب وہ چلنے لگا تو اسے ذرا بیٹھنے کے لئے کہا۔ جب لوگ چلے گئے تو وہ تنہا رہ گیا تو امام صاحب نے انہیں فرمایا۔

محترم! جائے نماز اٹھائیے جو کچھ اس کے نیچے پڑا ہے وہ لے لیجئے۔ تعمیل ارشاد کرنے پر اس نے دیکھا کہ وہاں ایک ہزار درہم پڑے ہیں۔ فرمایا یہ درہم لے لو اور ان سے اپنی حالت درست کر لو۔ وہ صاحب کہنے لگے۔

جی! میں تو دولت مند آدمی ہوں اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ امام صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کیا آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا۔

ان اللہ یحب ان یری اثر نعمتہ علی عبدہ — اللہ تعالیٰ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کے نشان دیکھنا پسند کرتا ہے۔

جناب اپنی حالت کو بدل دیجئے خدا کی نعمتیں استعمال میں لائیے تاکہ آپ کے احباب اور اعزہ آپ کو دیکھ غمزدہ نہ ہوں[1]

---

[1] ابوحنیفہ از ابوزہرہ مصری بحوالہ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۶۱ و مناقب موفق ص ۲۲۵

(بقیہ ص

کے مطابق "یا رب ماعرفت" ہے مگر یہ اس لئے درست نہیں قرار دی جاسکتی کہ اس سے اگلی عبارت میں "فھب لی نقصان الخدمت بکمال المعرفت" آیا ہے۔ جو عرفت کی گویا تفسیر ہے۔ البتہ نسخہ "ماعرفت" کی ایک توجیہہ بھی کی جاسکتی ہے کیونکہ کسی چیز کے حق معرفت حاصل نہ ہونے سے اس کے کمال معرفت کی نفی لازم نہیں آتی اور اس صورت میں کمال معرفت کو حق المعرفت کی نفیہ نہیں قرار دیا جاسکے گا۔

باب ۲

جذب و شوق، سوزِ دروں، تسلیم و رضا

ایمان واحتساب اور احسانی کیفیات

اللہ کا نام سن کر ابو حنیفہؒ لرز جاتے جن دنوں دجلہ کے پار ایک چھوٹی سی آبادی کی بنیاد پڑ رہی تھی جو بعد میں ایک بڑا فوجی کیمپ قرار پایا اور رصافہ کے نام سے مستقل شہر بن گیا۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے قاضی القضاۃ اور وزارت عدل کے منصب جلیل کو ٹھکراتے ہوئے چند ایک گھروں کی اس چھوٹی سی بستی کی دو ایک روز کی قضا قبول کر لی۔ آپ کی عدالت میں سب سے پہلا اور آخری مقدمہ جو دائر ہوا اور جس کے بعد امام ابو حنیفہ نے استعفیٰ دے دیا۔ وہ ایک غریب ٹھٹھیرے (صفار) کا تھا جس نے ایک شخص پر دعویٰ کیا کہ میں نے اس کو پیتل کی ایک ٹھلیا دی تھی جس کی قیمت میں دو درہم اور چار پیسے باقی رہ گئے تھے۔

امام صاحب نے مدعیٰ علیہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

بھائی! اللہ سے ڈر۔ ٹھٹھیرا جو کچھ کہہ رہا ہے بتا کہ واقعہ کیا ہے؟

مدعیٰ علیہ نے انکار کر دیا مدعی کے پاس گواہ نہیں تھے تو مدعیٰ علیہ پر قسم آتی تھی لہٰذا قانونی طریقہ اختیار کرتے ہوئے مدعی علیہ کو مخاطب کرتے ہوئے امام صاحب نے کہا۔

قُل واللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ لہ — اچھا کہو، قسم ہے اس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

امام اعظم نے دیکھا کہ مدعی علیہ بغیر کسی جھجک کے بے تحاشا قسم کھانے لگا۔ ایمان کی حسی ذکاوت، خوفِ خدا اور خشیت خداوندی سے ابوحنیفہؒ کی فطرت سرفراز تھی۔ اللہ کا نام سن کر لرز گئے۔ قسم کھانے کی یہ دلیری اور جرأت ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی۔ مدعی علیہ کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس کی بات کو کاٹ کر اسے چپ کرا دیا۔ اور اپنے دستی بیگ سے دو بھاری بھاری درہم نکال کر ٹھٹھیرے کو دیتے ہوئے فرمایا۔

" اپنے دام کے جس بقایا کا تم نے اس پر دعویٰ کیا ہے مجھ سے لے لو۔ اس طریقہ سے مدعی علیہ کو آپ نے قسم کھانے سے روک لیا اور ساری زندگی میں کسی مقدمہ کے عملی تجربہ کا یہی ایک موقعہ تھا جو آپ کو ملا۔

حصولِ علم کے ساتھ عمل کی ضرورت

داؤد طائی کا شمار اسلام کے اکابر اولیاءُ اللہ میں ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظمؒ کے قدیم تلامذہ میں سے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے تلمذ میں علم حدیث و فقہ میں، عربیت اور قراۃ و تفسیر میں کافی دست گاہ حاصل کر لی تھی۔

ایک روز امام ابوحنیفہ نے ان سے فرمایا۔ داؤد! آلات تو تمہارے سارے مکمل ہو گئے ہیں۔ داؤد نے عرض کیا! تو پھر کوئی چیز باقی بھی رہی؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہاں! علم پر عمل کرنا باقی رہ گیا ہے ـــــ ابوحنیفہ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت اٹھے وراثت میں حاصل کردہ زمین کو چار سو درہم میں فروخت کر دیا۔ اور دنیا سے الگ ہو گئے۔ لوگوں سے بہت کم ملتے جلتے تھے۔

لہ وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۷ و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۹

ایک روز فضیل بن عیاض ان سے ملنے آئے۔ دروازہ کھولا۔ فضیل باہر بیٹھے رونے لگے۔ داؤد طائی اندر بیٹھے رو رہے تھے۔ فضیل نے عرض کیا آخر کہاں جاؤں؟ مجھے تو آدمی کی تلاش ہے داؤد نے فرمایا۔ جی ہاں! یہی تو وہ متاعِ گم شدہ ہے جو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی لہ

دنیا و آخرت کی آبرومندی

امام اعظم ابوحنیفہؒ گاہے گاہے غزل و تشبیب سے قطع نظر وعظ و پند اور فکر و جذبۂ عمل کے طور پر یہ شعر بھی گنگنایا کرتے تھے سه

اِدْ مِنَ المروہ لِلفتیٰ — مَا عَاشَ دَارًا فَاخِرَہْ
فَاشکُرْ اِذا اُوتِیتَھَا — وَاعْمَلْ لِدَارِالْاٰخِرَہْ سه

ترجمہ:۔ انسان جب تک زندہ رہے عزت و آبرو کے لئے اس کو اچھا مکان چاہئے یہی مروت ہے جب ایسا مکان مل جائے تو خدا کا شکر کرنا چاہئے اور عاقبت کے مکان کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

مشاجراتِ صحابہؓ اور ابوحنیفہؒ کا مسلک

ایک مرتبہ کسی شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی لڑائیوں اور جنگ صفین کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ قیامت کے روز جن باتوں کی پرسش ہو گی مجھے ان کا ڈر لگا رہتا ہے۔ ایسے واقعات خدا تعالیٰ مجھ سے نہیں پوچھے گا اس لئے ان واقعات پر چنداں توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے سه

لہ دفاع امام ابوحنیفہ صد ۱۹۱
سه عقود الجمان صد ۳۰۰
سه عقود الجمان صد ۲۰۵

علقمہ اور اسود میں افضل کون؟

امام اعظمؒ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ حضرت! علقمہ اور اسود میں کون افضل ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا! میری حیثیت یہی ہے کہ میں ان دونوں کی عزت و احترام کے لئے ان بزرگوں کو دعائے استغفار سے یاد کروں۔ آخر میرے لئے اس کی حاجت کیا ہے اور مجھے کیا پڑی ہے اور میری حیثیت کیا ہے کہ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت دوں[1]

طاقت ور کون؟ حضرت ابو بکرؓ یا حضرت علیؓ؟

حضرت امام اعظمؒ مسجدِ کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ مشہور رافضی مناظر شیطان طاق آپ کے پاس حاضر ہوا اور کہا یہ بتائیے! کہ لوگوں میں سب سے بڑا طاقتور اور اشد الناس کون ہے امام صاحب نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک اشد الناس حضرت علیؓ ہیں اور تمہارے نزدیک اشد الناس حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

شیطان طاق سٹ پٹایا اور کہا تم نے بات اُلٹ کر دی۔ اصل میں ہمارے نزدیک اشد الناس کا مصداق حضرت علی اور تمہارے نزدیک ابو بکر صدیق ہیں۔ ابو حنیفہ نے فرمایا ہرگز ایسا نہیں۔

ہم جو حضرت علیؓ کو اشد الناس قرار دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انہیں معلوم ہو گیا کہ خلافت کے استحقاق ابو بکر ہی کو حاصل ہے تو انہوں نے اسے تسلیم کر لیا۔ اور تمام عمر ابو بکر کی اطاعت کی۔ اور تم لوگ کہتے ہو کہ خلافت حضرت علی کا حق تھا ابو بکر نے جبراً ان سے یہ حق چھین لیا تھا مگر حضرت علی کے پاس اتنی قوت اور طاقت نہیں تھی کہ وہ اپنا حق ابو بکر سے واپس لے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک ابو بکر، حضرت علی سے زیادہ طاقتور اور قوت والے تھے۔

---

[1] خیرات الحسان فصل ۱۶ و عقود الجمان [2] عقود الجمان ص ۲۷۶

شیطان طاق رافضی، ابو حنیفہ کا یہ جواب سن کر لال پیلا ہو کر بھاگ گیا[1]

زبان کی حفاظت

وکیع سے روایت ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ قسم کھانے سے ہمیشہ احتراز کرتے تھے اور ممکن حد تک اس سے پرہیز میں کامیاب رہتے تھے جیسا کہ انہوں نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ اگر کہیں دورانِ گفتگو غیر ارادی طور پر اتفاقاً بھی قسم کھا لی گئی اور اس خطا کا ارتکاب ہو گیا تو اپنے اوپر ایک درہم کا کفارہ لازم کر لیا تھا۔ پھر بعد میں بجائے درہم ایک اور درہم کا اضافہ کر دیا اور دو درہم کا معمول بن گیا پھر یہ ہمیشہ کا معمول رہا کہ کلام میں کہیں بھی قسم کھا لیتے تو درہم کا صدقہ ضرور کرتے[2]

غیبت سے اجتناب اور ادائے کفارہ و احتساب

آج غیبت ایک فیشن بن گیا ہے علماء و مشائخ کی غیبت، جب لکھے پڑھے یا خود کو علم سے منسوب کرنے والے بھی اس کارِ خیر میں مصروف اور ہمہ تن مشغول ہو جاتے ہیں تو عوام کالانعام سے شکوہ ہی بے جا ہے۔

امام اعظمؒ کو غیبت سے نفرت اور وحشت تھی۔ اس گناہ بے لذت سے مجتنب و محترز رہتے۔ ہمیشہ خدا کا شکر ادا کرتے۔ اور کہتے کہ الحمد للہ اللہ پاک نے میری زبان کو اس نحوست کی آلودگی سے پاک رکھا۔

ایک مرتبہ کسی مخلص نے عرض کیا۔ حضرت! لوگ آپ کی شان میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں مگر آپ سے ہم نے ان کے بارے میں مذمت کا کوئی لفظ بھی نہیں سنا۔ فرمانے لگے۔

یہ تو اللہ ہی کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

امام سفیان ثوریؒ سے کسی نے کہا کہ امام اعظم کو میں نے کبھی کسی کی غیبت کرتے

---

[1] عقود الجمان ص ۲۷۷ و مناقب موفق ص ۱۳۶ [2] عقود الجمان و مناقب موفق ص ۲۴۲

نہیں سنا۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ابوحنیفہ ایسے بیوقوف نہیں کہ اپنے اعمال صالحہ کو (غیبت کرکے) آپ ہی[1] برباد کردیں[2]۔

مناجات ابوحنیفہ یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ پر فکرِ آخرت اور خوفِ خدا ہر وقت طاری رہتا تھا۔

ایک مرتبہ علی بن الحسین المؤذن نے ہمیں عشاء کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۃ "اذا زلزلت" کی تلاوت کی۔ ہمارے ساتھ امام اعظم بھی اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے تھے۔

جب نماز پوری ہوئی اور لوگ چلے گئے تو امام اعظم کو میں نے دیکھا کہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں گویا فکرِ آخرت میں مراقب ہیں۔ میں نے تھوڑی دیر انتظار کی مگر ابوحنیفہ کے ہمہ پہلو استغراق کی وجہ سے میں نے سوچا کہ وہ میری طرف متوجہ نہ ہوسکیں گے لہذا میں چل دیا مگر چراغ چھوڑ دیا جس میں تیل بھی ناکافی اور قلیل تھا۔ جب صبح ہوئی تو میں حسبِ معمول مسجد میں حاضر ہوا دیکھا کہ امام صاحب اللہ کی بارگاہ میں کھڑے اور اپنی داڑھی کو ہاتھ میں پکڑے ہوئے دعا ابتہال، و تضرع اور بڑی عاجزی کے ساتھ مصروفِ مناجات ہیں۔

اے بار الہا! جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا آپ اس کی پوری پوری جزا م رحمت فرمادیں گے۔ اور جس کسی نے بھی ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی آپ اس کی سزا دیں گے۔ اپنے بندۂ ضعیف نعمان کو جہنم کی آگ سے بچائیے اور چھوٹی بڑی ہر برائی سے نجات دلائیے

---

[1] سیرت النعمان صہ ۴۲ [2] اس پر مجھے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا مقولہ یاد آیا کتاب اور حوالہ تو یاد نہیں رہا بہرحال بات انہی کی ہے فرمار ہے تھے غیبت کہنے کی طرح غیبت سننا بھی گناہ ہے کسی نے کچھ دیا حضرت الشیخ یا استاد غیبت شروع کرو سے ارشاد فرمایا مجلس سے اٹھ جانا چاہئے جب غیبت کی باتیں ختم ہوجائیں تو پھر حاضر ہو جانا چاہئے۔ مرشد یا استاد کی مجلس بارانِ رحمت ہے لیکن جب اس میں ژالہ باری شروع ہوتی ہے تو سب اس سے بھاگتے ہیں اور پناہ ڈھونڈتے ہیں۔

اور اپنی وسعتِ رحمت میں پناہ عطا فرمائیے۔

علی بن حسین نے کہا کہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے قریب ہوا دیکھا کہ چراغ جل رہا ہے اور امام صاحب بارگاہِ صمدیت میں کھڑے مصروفِ مناجات ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ تم شاید اپنا چراغ اٹھانے آئے ہو۔ میں نے عرض کیا۔

حضرت! شب گذر چکی ہے اور میں حسبِ معمول صبح کی اذان بھی دے چکا ہوں۔

ابوحنیفہؒ سمجھ گئے کہ اس نے میری ساری حالت کا مشاہدہ کرلیا ہے بے اختیار منت اور بڑے الحاح سے فرمانے لگے۔

أَكْتُمْ عَلَيَّ مَارَأَيْتَ — خدارا! جو کیفیت تم نے دیکھی ہے اسے پردہ میں رکھنا۔

اس کے بعد ابوحنیفہؒ سنبھل گئے، دو رکعت نماز پڑھ کر مسجد میں بیٹھے رہے حتیٰ کہ نماز کھڑی ہوئی تو انہوں نے بھی ہمارے ساتھ نماز باجماعت ادا کی اور میرا یقین ہے کہ ابوحنیفہؒ نے یہ نماز فجر اول لیل (عشاء) کے وضو کے ساتھ ادا فرمائی[1]

ابوحنیفہ الجھے ہوئے مسئلوں کو توبہ و استغفار سے سلجھا لیتے ابوجعفر بلخی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے ثقہ راویوں سے یہ بات پہنچی ہے کہ جب امام اعظم ابوحنیفہؒ پر کوئی مسئلہ مشتبہ ہو جاتا اور اس کا حل بظاہر نہ سوجھتا تو اپنے تلامذہ سے فرماتے یہ مشکل اور علمی مسئلہ کا اشتباہ میرے گناہوں کی وجہ سے پیش آیا ہے تو استغفار شروع کردیتے۔ اکثر معمول یہ تھا کہ ایسی صورت پیش آجانے کے وقت مجلس سے اٹھ جاتے۔ وضو بناتے دو رکعت نماز توبہ پڑھتے پھر کثرت سے استغفار کرتے جس کی برکت سے مسئلہ سلجھ جاتا اور اس کا حل اللہ تعالیٰ ذہن میں ڈال دیتے

---

[1] وفیات الاعیان ج ۵ صہ ۴۱۲ وعقود الجمان صہ ۲۲۵ ومناقب موفق صہ ۲۱۵

اور بڑی بشاشت اور مسرت سے فرماتے کہ میں نے اللہ کی بارگاہ میں رجوع کیا۔ گناہوں سے توبہ کی تو اللہ پاک نے فضل فرمایا توجہ کی اور مسئلہ حل ہوگیا۔

فضیل بن عیاض کو جب یہ خبر پہنچی تو بے اختیار ان کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ بہت روئے اور ابوحنیفہ کے لیے دعائیں کرتے رہے [1]

ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں

امام اعظم ابوحنیفہؒ ایک دفعہ حسب معمول اپنی دکان پر تشریف لے گئے تو خادم نے کپڑوں کے تھان نکال کر سامنے رکھے اور تفاؤل کے طور پر کہا خدا ہم کو جنت دے امام ابوحنیفہؒ پر اس جملہ سے رقت طاری ہوئی اس قدر روئے کہ شانے تر ہو گئے۔ خادم سے فرمایا کہ دکان بند کر دو۔ خود چہرہ پر رومال ڈال کر کسی طرف نکل گئے۔ دوسرے روز جب دکان پر تشریف لائے تو خادم سے فرمایا۔

بھائی! ہم اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی میں گرفتار نہ ہوں [2]

حضرت عمر فاروقؓ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "قیامت کے روز اگر مجھ سے نہ مواخذہ ہو نہ انعام ملے تو میں بالکل راضی ہوں"

سقوط العالِم سقوط العالَم

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کسی گلی سے گذر رہے تھے کہ دیکھا ایک چھوٹا بچہ مٹی اور کیچڑ سے کھیل رہا تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کو کیچڑ میں کھیلنے سے منع فرمایا اور کہا دیکھو پیارے! پھسل جاؤ گے، ہڈی پسلی ٹوٹ جائے گی۔

تو اس بچے نے امام صاحب کے جواب میں کہا۔

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۲۸، ۲۲۹ [2] ایضاً صہ ۲۲۷

حضرت! مجھے اپنے پھسلنے کا اندیشہ نہیں کہ میرے گرنے سے میرے جسم کو ضرر پہنچے گا ایک فرد کا نقصان ہوگا مگر مجھے تو اپنے سے زیادہ آپ کے پھسلنے کا اندیشہ ہے کہ آپ کی لغزش سے ایک جہان کی لغزش ہوگی۔

فان فی سقوط العالِم سقوط العالَم [1]

کہ ایک صالح عالم کے پھسلنے (بے راہ ہونے) سے سارا جہان پھسل جائے گا یعنی بے راہ ہو جائے گا۔

خدانخواستہ اگر تم پھسل گئے تو پورے دین اور اہل اسلام کا ضرر ہوگا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ پر چھوٹے بچے کی یہ حکمت بھری نصیحت اثر کر گئی اسے ہمیشہ کے لئے پلے باندھ لیا۔ اور اپنے تلامذہ سے تاکیداً کہا کرتے تھے دیکھو مسائل تحقیق و استنباط میں حتی المقدور بھرپور کوشش کرو کہ عالم کی لغزش پورے عالَم کی لغزش ہے۔

دلجمعی اور فراغ خاطر افادہ و استفادہ

ایک شخص نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقہ حاصل کرنے میں کیا چیز معین اور مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔

فرمایا " دلجمعی اور فراغ خاطر"

انہوں نے عرض کیا۔

دلجمعی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا 'تعلقات کم کئے جائیں۔'

عرض کیا گیا تعلقات کیونکر کم ہو سکتے ہیں۔

فرمایا! انسان ضروری چیزیں لے لے اور غیر ضروری چھوڑ دے۔

---

[1] در مختار ج ۱ صہ ۵

ایک دفعہ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ علم فقہ سے آپ کیونکر مستفیض ہوئے۔ ارشاد فرمایا۔

مَا بَخِلْتُ بِالْاِفَادَہ وَلَا اسْتَنْکَفْتُ عَنِ الْاِسْتِفَادَہ

میں نے علم کی اشاعت وتدریس میں کبھی بخل نہیں کیا اور علم حاصل کرنے میں کبھی سستی وغفلت پہلو تہی اور اعراض وانکار سے کام نہیں لیا۔ ؎۱

عبرت پذیری | مسعر بن کدام سے روایت ہے کہ ایک روز ہم امام اعظم کے ساتھ چل رہے تھے کہ اچانک امام صاحب کا پاؤں ایک لڑکے کے پاؤں پر آگیا جسے ابوحنیفہؒ نے نہیں دیکھا تھا۔ لڑکا چیخ اٹھا اور کہا۔

یَا شَیْخ اَمَا تَخَافُ الْقِصَاص یوم الْقِیَامَہ

اے محترم! کیا تم قیامت کے روز خدا کے انتقام سے نہیں ڈرتے۔

امام اعظم نے لڑکے کی یہ بات سنی تو غش کھا کر گر گئے۔ مسعر کہتے ہیں میں نے سنبھالا دیا کچھ دیر بعد ہوش میں آئے تو میں نے عرض کیا۔۔ ایک لڑکے کی بات پر اس قدر دل گرفتگی اور بے قراری کی شدت کیوں بڑھ گئی۔ امام اعظم نے فرمایا

اَخَافُ اَنَّہٗ لقن ؎۲

کیا عجب کہ اس کی آواز غیبی ہدایت ہو۔

امام ابوحنیفہ کی خلوت وجلوت یکساں تھی | داؤد طائی کہتے ہیں کہ میں بیس سال تک امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں رہا پس اس مدت میں میں نے ان کو خلوت اور جلوت میں

؎۱ درمختار ج ۱ ص ۵ ؎۲ عقود الجمان ص ۲۲۹

ننگے سر اور پاؤں لمبے کئے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ میں نے امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ:۔

اے امام محترم! اگر آپ خلوت میں پاؤں دراز کر لیا کریں تو کیا مضائقہ ہے۔ فرمایا۔ خلوت میں ادب کو ملحوظ رکھنا بہ نسبت جلوت کے بہتر اور زیادہ اولیٰ ہے۔ ؎۱

سو بار اللہ تعالیٰ کی زیارت وملاقات اور نجات اُخروی کی جامع دعا | امام اعظم ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ننانوے مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی۔ اب کے بار دل میں سوچا کہ اگر ایک دفعہ اور کبھی خدا تعالیٰ کی زیارت کی سعادت حاصل ہو جائے تو باری تعالیٰ سے دریافت کروں گا کہ روز قیامت تیری گرفت اور عذاب سے کس ذریعہ سے نجات حاصل کر سکے گی۔ سو خدا کا فضل ہوا کہ ایک مرتبہ پھر خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوگئی تو میں نے مندرجہ بالا درخواست عرض کر دی۔ جواب میں ارشاد ہوا جس نے صبح وشام یہ وظیفہ پڑھا اس کو میرے عذاب سے آخرت میں نجات مل جائے گی۔

سبحانَ اللہِ الاَبدِ الاَبدُ — سبحانَ اللہِ الواحدِ الاَحَدُ

سبحانَ اللہِ الفَردُ الصمدُ — سبحانَ اللہِ رافعِ السماءِ بغیرِ عَمَدٍ

سبحانَ من بسطَ الارضَ علی ماءٍ جمدٍ — سبحانَ من قسّم الرزقَ ولم ینسَ احدٌ

سبحانَ من خلق الارض فاحصاھم عددٌ — سبحان من لم یتخذ زوجۃ ولا ولد

سبحان الذی لم یلد ولم یولد — ولم یکن لہ کفواً احد ؎۲

مستجاب الدعوۃ ہونے کی دعا | لکھا ہے کہ ایک عازم حج بیت اللہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ مسئلہ دریافت کیا کہ مشاہدہ بیت اللہ کے اولین مرحلہ

؎۱ حدائق الحنفیہ ص ۱۲ ؎۲ عقود الجمان ۳۶۵

میں کونسی دعا پڑھنی چاہئے کیونکہ علماء فرماتے ہیں کہ بیت اللہ کے مشاہدہ کے وقت اول نظر پڑتے ہی جو دعا پڑھی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ امام اعظم نے فرمایا۔

بان یدعوا اللّٰہ عند مشاھد البیت باستجابۃ دعائہ فان استجیبت ھذہ الدعوۃ صار مستجاب الدعوۃ [1]	کہ مشاہدہ بیت اللہ کے اولین مرحلہ پر اپنے "مستجاب الدعوۃ" ہونے کی دعا کرے اگر یہ دعا قبول ہوگئی تو پھر کوئی دعا ہی ایسی باقی نہ رہے گی جو قبول نہ ہو۔

شکر و امتنان کا اہتمام زیاد بن حسن سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک رومال بطور تحفہ بھیجا جس کی قیمت تین درہم تھی امام اعظم نے میرا بھیجا ہوا ہدیہ تو قبول فرمایا۔ اس سے میری حوصلہ افزائی اور دلجوئی ہوئی مگر اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے میرے پاس خز کے کپڑے کا ایک ایسا گراں قدر ٹکڑا بھیجا جس کی قیمت پچاس درہم تھی [2]

ائمہ مجتہدین کا مقام قرب و ولایت ذیل میں ارباب بصیرت اور علمی ذوق رکھنے والے اہل علم حضرات کے لئے بطور علمی تفکہ کے فقہاء مجتہدین اور امام اعظم کے بعض اہم الفضائل بلکہ ام الفضائل کا تذکرہ حضرت العلامہ مفتی عطا محمد صاحب مدظلہ (چودہواں) کی توجہ دلانے پر ان کے شکریہ کے ساتھ درج کر دیا جاتا ہے۔

(۱) مجتہدین کا کمل اولیاء اللہ سے ہونا اور صاحب کشف سری ہونا جب کہ علامہ شعرانی نے مقدمہ میزان کبریٰ میں مفصل تحریر کیا ہے اور مقرر عند اهل الکشف ہے کہ اعلیٰ کشوف میں سے کشف وجدانی ہے یعنی وجدان صحیح جس کا خاصہ ہے اصابت

---

[1] بحر الرائق کتاب الحج ج ۲ ص ۳۲۶ [2] عقود الجمان ص ۲۳۶ و مناقب موفق ص ۲۳۶

رائے کا "چنانچہ حضرات صحابہ کرامؓ جبکہ ارباب وجدان صحیح تھے تو ان کو لسان نبوت سے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم کی سند ملی اور اسی بناء پر علامہ شعرانی مقدمۂ میزان میں عقیدہ "کل مجتہد مصیب" (یعنی فی حکم الشرع) کو مدلل کرتے ہیں

(۲) حکم مظنون للمجتہد معلوم قطعی ہے، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی حاشیۂ بیضاوی میں ذیل آیۃ وان تقولوا علی اللّٰہ مالا تعلمون کے فرماتے ہیں الحکم المظنون للمجتہد یجب العمل بہ للدلیل القاطع اعنی الاجماع وکل عمل یجب العمل بہ قطعا علم قطعا انہ حکم اللّٰہ تعالیٰ والا لم یجب العمل بہ قطعا وکل ما علم قطعا انہ حکم اللّٰہ تعالیٰ فھو معلوم قطعا فالحکم المظنون للمجتہد معلوم قطعا کذا فی شرح المنہاج ص ۵۲۷

ابوحنیفہ کا نذرانۂ عقیدت بارگاہ رسالت میں ذیل میں امام اعظم ابوحنیفہ کے عربی اشعار جو بارگاہ رسالت میں بطور ہدیۂ عقیدت کے پیش کئے گئے ہیں، نقل کر دیئے جاتے ہیں کہ احسانی کیفیات عشق رسولؐ ہی سب سے بڑی دولت ہے، جس نے امام اعظمؒ کو قدرت نے مالا مال کر دیا تھا۔

۱	یَا سَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُکَ قَاصِدًا	اَرْجُوْا رِضَاکَ وَاحْتَمِیْ بِحِمَاکَ
۲	وَاللّٰہِ یَا خَیْرَ الْخَلَائِقِ اِنَّ لِیْ	قَلْبًا مَشُوْقًا لَا یَرُوْمُ سِوَاکَ
۳	اَنْتَ الَّذِیْ لَوْلَاکَ مَا خُلِقَ امْرُءٌ	کَلَّا وَلَا خُلِقَ الْوَرٰی لَوْلَاکَ
۴	اَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ اٰدَمُ	مِنْ زَلَّۃٍ بِکَ فَازَ وَھُوَ اَبَاکَ
۵	وَبِکَ الْخَلِیْلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُہٗ	بَرْدًا وَقَدْ خَمَدَتْ بِنُوْرِ سَنَاکَ
۶	وَدَعَاکَ اَیُّوْبُ لِضُرٍّ مَسَّہٗ	فَاُزِیْلَ عَنْہُ الضُّرُّ حِیْنَ دَعَاکَ
۷	وَبِکَ الْمَسِیْحُ اَتٰی بَشِیْرًا مُخْبِرًا	بِصِفَاتِ حُسْنِکَ مَادِحًا لِعُلَاکَ

۸ وَكَذَاكَ مُوْسٰى لَمْ يَزَلْ مُتَوَسِّلًا — بِكَ فِي الْقِيٰمَةِ مُحْتَمِىْ بِحِمَاكَ

۹ وَهُوْدٌ وَّيُوْنُسُ مِنْ بَهَاكَ تَجَمَّلَا — وَجَمَالُ يُوْسُفَ مِنْ ضِيَاءِ سَنَاكَ

۱۰ قَدْ فُقْتَ يَا طٰهٰ جَمِيْعَ الْاَنْبِيَآءِ — طُرًّا فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ اَسْرَاكَ

۱۱ وَاللّٰهِ يَا يٰسِيْنُ مِثْلُكَ لَمْ يَكُنْ — فِى الْعٰلَمِيْنَ وَحَقِّ مَنْ اَنْبَاكَ

۱۲ عَنْ وَّصْفِكَ الشُّعَرَآءُ يَا مُدَّثِّرُ — عَجَزُوْا وَكَلُّوْا مِنْ صِفَاتِ عُلَاكَ

۱۳ بِكَ لِىْ قُلَيْبٌ مُغْرَمٌ يَا سَيِّدِىْ — وَحُشَاشَةٌ مَحْشُوَّةٌ بِهَوَاكَ

۱۴ يَا اَكْرَمَ الثَّقَلَيْنِ يَا كَنْزَ الْوَرٰى — جُدْ لِىْ بِجُوْدِكَ وَاَرْضِنِىْ بِرِضَاكَ

۱۵ اَنَا طَامِعٌ بِالْجُوْدِ مِنْكَ وَلَمْ يَكُنْ — لِاَبِىْ حَنِيْفَةَ فِى الْاَنَامِ سِوَاكَ

۱۶ صَلّٰى عَلَيْكَ اللّٰهُ يَا عَلَمَ الْهُدٰى — مَا حَنَّ مُشْتَاقٌ اِلٰى مَثْوَاكَ

۱۔ اے سرداروں کے سردار! میں آپؐ کے حضور آیا ہوں آپ کی خوشنودی کا امیدوار، آپ کی پناہ کا طلب گار۔

۲۔ اللہ کی قسم اے بہترین خلائق! میرا دل صرف آپؐ کی محبت سے لبریز ہے، وہ آپ کے سوا کسی کا طالب نہیں۔

۳۔ آپؐ اگر نہ ہوتے تو پھر کوئی شخص ہرگز پیدا نہ کیا جاتا اور اگر آپ مقصود نہ ہوتے تو یہ مخلوقات پیدا نہ ہوتیں۔

۴۔ آپؐ وہ ہیں کہ جب حضرت آدمؑ نے آپؐ کا توسّل اختیار کیا اپنی لغزش پر، تو کامیاب ہوئے حالانکہ وہ آپؐ کے جدِ بزرگوار ہیں۔

۵۔ اور آپؐ ہی کے وسیلے سے حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ نے دُعا کی تو ان کی آگ سرد ہوگئی، وہ آگ آپؐ کے نور کی برکت سے بجھ گئی۔

۶۔ اور حضرت ایوبؑ نے اپنی بیماری میں آپؐ کے وسیلے سے دُعا کی تو ان کی دُعا مقبول ہوئی اور بیماری دُور ہوگئی۔

۷۔ اور آپؐ ہی کے ظہور کی خوشخبری لے کر حضرت مسیحؑ آئے انھوں نے آپؐ کے حُسن وجمال کی مدح وثنا کی اور آپؐ کے رتبۂ بلند کی خبر دی۔

۸۔ اور اسی طرح حضرت موسیٰؑ بھی آپؐ کا وسیلہ اختیار کیے رہے اور قیامت میں بھی آپؐ ہی کی حمایت کے طالب رہیں گے۔

۹۔ اور حضرت ہودؑ اور حضرت یونسؑ نے بھی آپؐ ہی کے حُسن سے زینت پائی اور حضرت یوسفؑ کا جمال بھی آپؐ ہی کے جمال باصفا کا پرتو تھا۔

۱۰۔ اے طٰہٰ لقب! آپؐ کو تمام انبیاء پر برتری حاصل ہوئی۔ پاک ہے وہ جس نے ایک رات کو اپنے ملکوت کی سیر کرائی۔

۱۱۔ خدا کی قسم! اے یٰسین لقب! آپؐ جیسا تو تمام مخلوق میں کوئی ہوا ہے نہ ہوگا۔ قسم ہے اُسی کی جس نے آپؐ کو سرفراز کیا۔

۱۲۔ اے کملی والے! آپؐ کے اوصافِ جمیلہ بیان کرنے سے بڑے بڑے شعراء عاجز رہ گئے، آپؐ کے اوصافِ عالیہ کے سامنے زبانیں بند ہو جاتی ہیں۔

۱۳۔ میرے سرکار! میرا حقیر دل آپؐ ہی کا شیدا ہے اور میرے اندر تو آپؐ ہی کی محبت بھری ہوئی ہے۔

۱۴۔ اے تمام موجودات سے بزرگ و برتر! اے حاصلِ کائنات! مجھے اپنی بخشش وعطا سے نوازیے اور اپنی خوشنودی کی مسرت بخشئے۔

۱۵۔ میں آپؐ کے جُود وکرم کا دل سے طلبگار ہوں کہ اس جہان میں ابوحنیفہ کے لیے آپؐ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔

۱۶۔ اے ہدایت کے علمِ سربلند! مشتاقانِ زیارت کے شوقِ بے حد کے مطابق قیامت تک اللہ کا درود وسلام آپؐ پر نازل ہوتا رہے۔



باب ۳

زہد وقناعت، کسبِ حلال، حزم واحتیاط سخاوت وایثار، اور قیامت کا استحضار!

امام ابوحنیفہ نے بادشاہ کا نذرانہ ٹھکرا دیا عباسیوں کے دوسرے خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک دفعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے پاس رقم کا ایک گراں قدر عطیہ بھیجا۔ مگر حضرت امام صاحب نے لینے سے انکار کر دیا۔ مشورہ دینے والوں نے مشورہ دیا خلیفہ منصور سے لے لیجئے اور

تصدق بھا — لے کر خیرات کر دیجئے۔

ناصحین مخلصین کے جواب میں حضرت امام ابوحنیفہ نے جو ارشاد فرمایا وہ یہ تھا کہ

او عندھم شیٔ حلال — کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے۔

او عندھم شیٔ حلال — کیا ان لوگوں کے پاس حلال بھی کچھ ہے۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ جب ابوحنیفہ نے عہدۂ قضا کے قبول کرنے سے انکار کردیا تو خلیفہ منصور نے امام صاحب کو ننگا کر کے تیس کوڑے لگوائے جب عوامی ردعمل کی شدت دیکھی تو ہر کوڑے کے بدلے ہزار درہم کے حساب سے دراہم کا ہدیہ پیش کیا مگر ابوحنیفہ نے ٹھکرا دیا (مناقب موفق صفحہ ۱)

مشتبہ کھانے سے اجتناب ایک دفعہ لوٹ کی بکری اہل کوفہ کے بکریوں میں شامل ہو گئی جس کا امتیاز نہ کیا جا سکا۔ اور وہ ریوڑ سے علیحدہ کر کے اپنے مالکان کے حوالے نہ کی جا سکی۔ اب اندیشہ تھا کہ ممکن ہے کہ کبھی قصاب اس بکری کو بھی خرید کر بازار میں اس کا گوشت فروخت کریں۔ اس طرح لوٹ کی بکری کا گوشت لوگوں کو کھلا دیں۔ چنانچہ اس گوشت کے کھانے سے بچنے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے لوگوں سے پوچھا کہ ایک بکری کتنی مدت تک زندہ رہ سکتی ہے۔ انہوں نے کہا سات سال تک۔ تو آپ نے سات سال تک اہل کوفہ سے بازار کا گوشت خرید کر کھانا ترک کر دیا۔[1]

امام ابوحنیفہ کے دو پسندیدہ شعر بنی امیہ کے طاغیہ حجاج بن یوسف اور عباسیوں کے طاغیہ ابومسلم خراسانی کی طغیانیوں، سرکشیوں، مظالم اور بے رحمیوں کے خونین مناظر، کھلے ہوئے جیل خانوں کی آہ و بکا اور شور و ہنگامہ کے ہیبت ناک تصور سے اچھے اچھوں کے ارادے پست ہو جاتے تھے۔ خدا جانے کتنے شیر بیشۂ آزادی و حریت کو خوف و ہراس اور طمع و لالچ نے روبہ مزاجی پہ مجبور کر دیا تھا۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ حکومت سے مستغنی اور بے نیاز رہے۔ اور اس زمانہ میں کثرت سے یہ دو شعر پڑھا کرتے تھے ؎

عطاء ذی العرش خیر من عطائکم — وسیبہ واسع یرجی وینتظر

وانتم یکدر ما تعطون منکم — والله یعطی بلا منٍّ ولا کدر[2]

ترجمہ: عرش والے کی داد اور بخشش تمہاری داد و دہش سے بہتر ہے اس کا ابر کرم بہت فراخ ہے جس سے امیدیں وابستہ ہیں اور جس کے منتظر ہیں مگر (حکمرانو) تم لوگ جو کچھ دیتے ہو اس کو گدلا کر کے دیتے ہو تمہاری بخشش کو تمہارا احسان جتانا مکدر کر دیتا ہے اور

---

[1] ریاض اخبار المنتخبہ من ربیع الابرار بحوالہ حدائق الحنفیہ صـ ، وعقود الجمان صـ ۲۲۴ [2] مناقب موفق صـ ۲۴۳

حق تعالیٰ جب دیتے ہیں تو اس کے احسان میں نہ جتلانے کی اذیت ہوتی ہے اور نہ کدورت[1]

حاسدین کا جواب | جو شخصیت جس قدر باکمال اور مقبول عنداللہ ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جو درخت پھل دار ہوتا ہے پتھر بھی اسے مارے جاتے ہیں۔ لا یرمیٰ شجر الاذو ثمر

خود امام صاحب کی زندگی میں جب معاندین و حاسدین کی طرف سے آپ کو رنج پہنچتا تو یہ شعر پڑھا کرتے ؎

ان یحسدونی فانی غیر لائمھم — قبلی من الناس اھل الفضل قد حسدوا

فدام لی ولھم مابی ومابھم — ومات اکثرنا غیظاً بما یجدوا[2]

ترجمہ:۔ اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کروں گا کیونکہ اہل فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں میرا اور ان کا یہی شیوہ رہا ہے وہ اپنے حال پر قائم رہیں اور رہیں اپنے حال پر اور ہم سے اکثر لوگ حسد کر کر کے مر گئے ہیں۔

امام یحییٰ بن معین کی حقیقت پسندی | یہاں پر یہ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم حضرت یحییٰ بن معین کے گنگنائے ہوئے اشعار بھی نقل کر دیں کہ جب کوئی شخص ان کے سامنے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے حسد و عداوت کی وجہ سے ان کی شان میں گستاخی کرتا یا برائی کے ساتھ ان کا ذکر کرتا تو امام یحییٰ فرمایا کرتے

حسدوا الفتی اذا لم ینالوا فضلہ — فالقوم اعداء لہ وخصوم

لوگوں نے اس نوجوان (ابوحنیفہ) سے حسد کیا جب کہ اس کے رتبہ کو نہ پہنچ سکے سو قوم ان کی مخالف اور دشمن بنی ہوئی ہے۔

---

[1] مناقب ابوحنیفہ صد ۲۲۳ [2] عقود الجمان ص۳۹۲ و تاریخ بغداد

کضرائر الحسناء قلن لزوجھا — حسداً و بغیاً انھا لذمیم[1]

جس طرح خوبرو عورت کی سوکنیں اس کے خاوند سے حسد اور زیادتی کرتی ہوئی یہ کہتی ہیں کہ وہ تو بد صورت ہے۔

ہزار جوتوں کا تحفہ اور تقسیم | علی بن جعد سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی حاجی صاحب نے امام صاحب کی خدمت میں جوتوں کے ایک ہزار جوڑوں کا ہدیہ بھیجا۔ امام اعظم نے انہیں قبول تو فرما لیا مگر اپنے مشائخ، علماء، تلامذہ اور محبین و مخلصین اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیئے۔ دو ایک روز بعد امام صاحب کو اپنے بیٹے کے لئے جب جوتے خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور بازار تشریف لے جانے لگے تاکہ اپنے بیٹے کے لئے جوتا خریدیں۔ تو امام صاحب کے مشہور بصری شاگرد یوسف بن خالد سمتی نے عرض کیا حضرت! آپ کی خدمت میں تو کل جو ایک ہزار جوتوں کا ہدیہ بھیجا گیا تھا اس کے ہوتے ہوئے پھر نئے جوتے لینے کی کیا ضرورت پڑی۔ فرمانے لگے۔

بھائی! ان جوتوں میں ایک جوڑا بھی میری ذات کے لئے نہیں لیا گیا اور نہ ہی میرے گھر بھیجا گیا۔ بلکہ گھر جانے سے قبل قبل میں نے انہیں اپنے رفقاء، علماء اور تلامذہ میں تقسیم کر دیا۔[2]

باہمی مروت کے فقدان پر اظہار افسوس | عبداللہ بن بکر سہمی سے روایت ہے کہ مکہ کے راستے میں میرے رفیقِ سفر جمال نے میرے ساتھ کچھ رقم کے بارے میں تنازعہ کیا۔ بات بڑھ گئی تو وہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کھینچ کر لے گئے جب انہوں نے ہم سے مقدمہ کی نوعیت دریافت کی تو ہم نے اصل مقدار رقم میں اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے تو امام صاحب ششدر ہو کر فرمانے لگے۔

---

[1] ذیل الجواہر ج ۲ ص ۲۶ [2] عقود الجمان ص۲۳۶ و مناقب موفق ص ۲۳۷

بھائی! کتنی رقم ہے جس میں تم لوگ اس قدر تنازعہ کر رہے ہو۔ میرے ساتھی جمال نے عرض کیا، ”چالیس درہم!“

امام صاحب فرمانے لگے ”عجیب بات ہے لوگوں میں باہمی مروت، اخوت اور مواساۃ ختم ہو چکے ہیں“

مجھے تو ابو حنیفہؒ کے اس ارشاد سے بے حد شرمندگی ہوئی۔ مگر امام صاحب نے اپنی جیب خاص سے ۴۰ درہم نکال کر جمال کے حوالے کر دئے اور اس طرح اُن کے جود وسخا اور لطف عنایت سے تنازعہ ختم ہو گیا۔[1]

ابراہیم کا قرضہ تنہا میں ہی ادا کروں گا

ایک مرتبہ مشہور امام ابراہیم بن عینیہ لوگوں کے قرضوں کی وجہ سے گرفتار کر کے جیل بھیج دئے گئے۔ امام اعظم کو ان کے محبوس ہونے کی خبر پہنچی تو بے حد سنجیدہ ہوئے۔ اور ان کے متعلقین سے دریافت کیا کہ ان کے ذمہ کتنا قرض ہے۔ بتایا گیا کہ ۴ ہزار درہم سے بھی زیادہ ہے۔ امام صاحب نے پوچھا تو کیا اس کو آزاد کرانے اور اس کا قرضہ چکانے کے لئے کسی اور سے بھی قرض رقم لی گئی ہے جب جواب مثبت ملا تو فرمایا سب کو رقم واپس کر دو۔ ابراہیم کا سارا قرضہ تنہا میں ہی ادا کروں گا۔ چنانچہ سب کے قرضے واپس کر دئے گئے اور امام صاحب نے تنہا ان کی ساری رقم ادا کر دی۔[2]

دروازے پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے!!

امام اعظم ابو حنیفہ کی ”مجلس البرکۃ“ کا ذکر، تذکرہ و سوانح کی متعدد کتابوں میں پایا جاتا ہے ذیل میں اسی سلسلہ کا ایک واقعہ جسے امام اعظمؒ کے اکثر سوانح نگاروں نے لکھا ہے، درج کیا جاتا ہے۔ جس سے امام ابو حنیفہؒ کی قیام گاہ کے ”مجلس البرکۃ“ کے

---

[1] عقود الجمان ص۲۳۷ و موفق ص۲۳۸ [2] عقود الجمان ص۲۳۷ و موفق ص۲۴۰

نام سے مشہور ہونے کی وجہ بھی معلوم ہو جاتی ہے۔

لکھا ہے کہ کوفہ میں ایک صاحب بڑے خوشحال تھے مگر ایام بدلے اور بیچارے زمانے کی گردش میں مبتلا ہو گئے۔ فقر و تنگ دستی کا دور آیا۔ مگر تھے بڑے غیرت اور حمیت والے جس طرح بھی گذر رہی تھی گذار رہے تھے۔ اتفاق سے ایک روز اس کی چھوٹی بچی ”تازہ ککڑیوں کو دیکھ کر چلاتی ہوئی گھر آئی۔ ماں سے ککڑی لینے کے لئے پیسے مانگے مگر افلاس تھا ماں بچی کی مراد کب پوری کر سکتی تھی۔ بچی بلبلا رہی تھی اس کا باپ بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور امام اعظمؒ ابو حنیفہؒ سے امداد حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ مجلس البرکۃ میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا کہ مجلس البرکۃ امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کا نام تھا۔ لیکن جس نے کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگا تھا آج بھی اس کی زبان نہ کھل سکی۔ حیا و شرم اور حمیت مانع رہی آخر بے چارہ یوں ہی اٹھ کر چلا گیا۔

لکھا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے اس کے چہرے سے اس کو تاڑ لیا تھا کہ اسے کوئی حاجت ہے مگر شرافت اس کے اظہار سے مانع ہے جب وہ شخص گھر چلا تو امام ابو حنیفہؒ بھی چپکے سے اس کے پیچھے ہو لئے جس گھر میں وہ داخل ہوا اس کو خوب پہچان لیا رات آئی اور جب کافی بیت گئی تو امام ابو حنیفہؒ اپنی آستین میں پانچ سو درہم کی تھیلی دبائے اس صاحب حاجت کے دروازہ پہ پہنچ گئے کنڈی کھٹ کھٹائی جب وہ قریب آیا تو ابو حنیفہ نے جلدی سے وہ تھیلی اس کے دروازہ کی چوکھٹ پر رکھ دی اور خود اندھیرے میں الٹے پاؤں یہ کہتے ہوئے واپس لوٹے:

”دیکھو تمہارے دروازہ پر تھیلی پڑی ہوئی ہے یہ تمہارے ہی لئے ہے“

اس نے اندر جا کر تھیلی کھولی تو اس کے اندر ایک پرزہ پایا جس پر لکھا ہوا تھا۔

هذا المقدار قد جاء به ابوحنيفه اليك من — ابو حنیفہ یہ رقم لے کر تیرے پاس آیا تھا یہ حلال ذریعہ سے حاصل کی گئی

وجبہ حلال فلیفرغ بالا[1] ہے چاہئے کہ اس سے اپنے قلب کی فراغت میں کام لو۔[2]

قناعت و توکل اور استغناء

ابوجعفر منصور عباسی خلیفہ نے جب امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں مسلسل سینکڑوں کے تحائف وہدایا اور نذرانے پیش کئے اور امام صاحب نے بڑی بے نیازی سے ٹھکرا دیئے تو ابوجعفر منصور نے امام صاحب سے گلہ کیا ہے کہ آپ دربار میں آنے اور ملاقات کا موقع بخشنے کی درخواست کی۔ جواب میں امام ابوحنیفہ نے ان کے دربار میں بھی وہی اشعار دہرائے جو والئی کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ کے دربار میں کہے تھے۔

کسرۃ خبز وکعب ماء وفرد ثوب مع السلامہ
خیر من العیش فی نعیم یکون بعدھا الملامہ[3]

ترجمہ۔ کھانے کے لئے روٹی کا ٹکڑا اور پینے کے لئے پانی کا پیالہ اور تن ڈھانپنے کے لئے موٹا جھوٹا کپڑا مل جائے اور ایمان کی سلامتی اور عافیت حاصل رہے تو یہ اس سے

---

[1] الموفق ص ۲۴۴ [2] شاید کوئی یہ شبہ کرے کہ جب ظہور سے اخفاء اولیٰ ہے یا ابوحنیفہ ایسے معاملات میں اپنے کو ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے تو پھر یہ پرزہ تھیلی میں کیوں ڈالا۔ لکھنے والوں نے یہاں بہت سی توجیہات لکھی ہیں مگر بات ظاہر ہے کہ ہر قسم کے مال میں بیسیوں احتمالات ہو سکتے تھے اور ان احتمالات کی وجہ سے ممکن تھا کہ بے چارہ خرچ کرنے سے ہچکچاتا یا خرچ کرنے کے بعد دل میں طرح طرح کے وسوسے آتے رہتے کہ کون دے گیا تھا؟ کیوں دے گیا؟ کوئی دھوکہ تو نہیں دینا چاہتا؟ کوئی کسی الزام میں گرفتار کرانا چاہتا ہوگا، مگر اس پرزے کے بعد یقیناً اس کو اطمینان ہو گیا ہوگا یا آئندہ کے لئے اس کو بتانا مقصود تھا کہ تم حاجت لے کر آؤ گے تو یہاں سے بھی نقدی ضرور پاؤ گے۔ [3] عقود الجمان ص ۳۰۶ ومناقب موفق ص ۳۵۲

کہیں بہتر ہے کہ عیش وعشرت میں زندگی گزاری جائے اور بعد اس کے ملامت وندامت ہو۔

فارسی میں ضیاء گیلانی نے ان کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

کوزۂ آب پارۂ نانے جامۂ چند باتن و جانے
ہست بہتر ہزار بار زعیش کآورد عاقبت پشیمانے[1]

بیس دینار کے دو کپڑے اور ایک دینار کی نقدی

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت! مجھے دو اچھے کپڑوں کی ضرورت ہے کیا ہی بہتر ہو تا کہ آپ میرے ساتھ احسان فرماتے ہوئے ازروئے مروت وہمدردی میری مدد فرماتے۔ مجھے نکاح اور شادی کا مسئلہ درپیش ہے میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر اچھا جوڑا پہن لوں تاکہ سسرال میں کچھ عزت بن سکے۔

امام اعظم نے فرمایا۔ بھائی دو ہفتے صبر کرو۔ چنانچہ دو ہفتوں کے بعد جب وہ شخص دوبارہ حاضر خدمت ہوا تو امام صاحب نے اس نوجوان کو دو قیمتی کپڑے عنایت فرمائے جن کی اس زمانے میں بیس دینار قیمت تھی اور اس کے ساتھ ایک دینار نقد رقم کا عطیہ بھی مرحمت فرمایا نوجوان خلاف توقع اس قدر قیمتی سوغات اور نقدی کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ امام صاحب بھی اس کی حیرت کو سمجھ گئے اور فرمایا۔

یہ کوئی تعجب کی بات نہیں یہ تو تمہاری اپنی رقم ہے تمہارا اپنا مال ہے ہوا یوں کہ میں نے اپنی طرف سے کچھ سامان تمہارے نام سے اپنے سامان تجارت میں بغداد بھیج دیا چنانچہ وہ فروخت ہو گیا جس کے منافع میں آپ کے لئے یہ بیس دینار کے دو کپڑے لے لئے گئے۔ اور ایک دینار کے رقم کی نقدی بھی بچ گئی اور مجھے اپنا اصل راس المال بھی واپس

---

[1] امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی

موصول ہو گیا ہے۔

لیجئے بھائی! اگر آپ اسے قبول کرلیں گے تو فبہا ورنہ میں ان کپڑوں کو بیچ دوں گا اور تمہاری طرف سے اصل رقم اور ایک دینار کا صدقہ کردوں گا۔ [۱]

قاضی ابن ابی لیلیٰ کی چھ غلطیاں
اطاعتِ حکم اور امانت کی ایک مثال

محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کوفہ میں منصب قضا پر تیس برس تک فائز رہے بعض اوقات حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ بطور اظہارِ حق ان کے فیصلوں میں اصلاح طلب امور کی نشان دہی فرما دیتے تھے۔ مذکور قاضی صاحب کی عدالت اور فیصلے مسجد میں ہوا کرتے تھے۔ ایک روز قاضی صاحب مجلسِ قضاء سے فارغ ہو کر اٹھے تو جاتے ہوئے راستہ میں دیکھا کہ ایک عورت کسی شخص سے لڑ جھگڑ رہی ہے اور آپ نے سنا کہ اس عورت نے اسے یوں گالی دی۔

یا ابن زانیین — اے زانی مرد اور زانیہ عورت کے بیٹے

قاضی صاحب نے حکم دیا کہ اس عورت کو گرفتار کر لیا جائے خود واپس لوٹے مسجد میں تشریف لائے فیصلہ دیا کہ اس عورت کو کھڑا کر کے حدِ قذف (اسی ۸۰ کوڑے) لگائی جائے اور اسے دو حدوں کے درّے (۱۶۰ کوڑے) مارے جائیں۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کو اس واقعہ کی تفصیلات معلوم ہوئیں تو ارشاد فرمایا کہ قاضی صاحب نے فیصلہ میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

اول۔ یہ کہ انہوں نے مجلسِ قضا سے فارغ ہونے اور اٹھ جانے کے بعد فیصلہ دیا۔

دوم۔ یہ کہ مسجد کے اندر حد جاری کی حالانکہ مسجد میں حد جاری کرنا ممنوع ہے۔

سوم۔ یہ کہ عورت کو کھڑا کر کے حد لگائی حالانکہ عورت کو بٹھا کر حد لگانے کا حکم ہے۔

---

[۱] عقود الجمان صہ ۲۳۸ و مناقب موفق صہ ۲۴۱

چہارم۔ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں لگانے کا حکم دیا حالانکہ ایک لفظ سے ایک ہی حد لازم ہونی چاہیئے تھی۔

پنجم۔ یہ کہ قاضی صاحب نے دو حدیں اکٹھی لگائیں اگر بالفرض کسی پر دو حدیں لازم بھی ہوں تو ایک ساتھ نفاذ کے بجائے اس پر ایک حد کے اثرات ختم ہونے کے بعد دوسری حد لگائی جاتی ہے۔

ششم۔ یہ کہ حدِ قذف میں مقذوف کی طرف سے قاذف پر دعوٰی شرط ہے اور مذکورہ صورت میں جب مقذوف شخص (جسے گالی دی گئی تھی) اس نے حدِ قذف کے مطالبہ کے لئے دعوٰی اور مطالبہ ہی نہیں کیا تو قاضی صاحب کو از خود مقدمہ قائم کرنے کا کیا اختیار تھا؟

قاضی صاحب کو اطلاع پہنچی تو سخت برہم ہوئے اور گورنر تک سے شکایت کردی چنانچہ گورنر نے حضرت امام اعظم کو فتوٰی دینے سے منع کر دیا۔ چونکہ فتوٰی دینا فرض کفایہ ہے اور کوفہ میں دسیوں علماء اور بھی موجود تھے اس لئے حاکم وقت کے حکم کی امام صاحب نے تعمیل فرمائی حتّٰی کہ ایک مرتبہ گھر میں بیٹھے تھے کہ اپنی بیٹی نے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ آج روزہ سے ہوں دانتوں سے خون نکلا اور تھوک میں مل کر حلق سے اتر گیا تو روزے کے متعلق کیا حکم ہے؟

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا:۔

جانِ پدر! اپنے بھائی حماد سے اس کا حکم پوچھ لو میں تو فتوٰی دینے سے منع کر دیا گیا ہوں۔

مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ اطاعتِ حکم اور امانت کی مثال اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتی ہے۔ بعد میں جب خود گورنر کو بعض مشکل فقہی مسائل میں امام ابو حنیفہ کی طرف رجوع کا احتیاج ہوا تو انہوں نے ممانعت فتوٰی کا حکم بھی واپس لے لیا۔ [۱]

---

[۱] حدائق الحنفیہ صہ ۲۷ و مناقب موفق صہ ۱۶۶

تیس ہزار دینار کا صدقہ

حفص بن غیاث امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ کاروبار تجارت میں شریک تھے۔ ایک مرتبہ امام صاحب نے ان کو سامانِ تجارت دے کر تجارت کی غرض سے باہر بھیجا۔ مگر ایک چیز کے بارے میں انہیں تصریح کردی کہ اس میں عیب ہے جب خریدار آئے اور سامان فروخت کیا جائے تو اس چیز کے عیب سے خریدنے والے کو آگاہ کردینا۔ اس قدر اہتمام وتاکید کے باوجود بھی اتفاق سے حفص بن غیاث خریدار کو عیب سے آگاہ کردینا بھول گئے۔ بعد میں جب امام صاحب نے پوچھا کہ یہ سامان کس کے ہاتھ فروخت ہوا تو حفص کو خریدار بھی یاد نہ تھا جب حفص نے قیمت لاکر امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں پیش کی اور امام صاحب کے دریافت کرنے پر اپنی غلطی کا اعتراف کیا تو امام صاحب نے انہیں فوراً اپنے ساتھ تجارتی اشتراک سے علیحدہ کردیا اور سارے سامانِ تجارت کی قیمت جسے حفص نے ۳۰ ہزار دینار میں فروخت کیا تھا صدقہ کردی تاکہ مال مشتبہ کے استعمال سے مکمل اجتناب ہو[1]

ابوحنیفہؒ کے تحائف اور ہدایا سے گھبرا اٹھا!

تحفے تحائف اور ہدایا بانٹنے کا امام صاحب کو بہت شوق تھا بلکہ یہ عادت اور طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ ایسے ہی مواقع پر بعض اوقات آپ کے منہ سے یہ الفاظ نکل جاتے کہ بھائیو! حیرت کیوں کرتے ہو آخر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہی فرمان ہے۔

انما انا خازن اضع حیث امرت

میں تو صرف خزانچی ہوں جہاں حکم دیا جاتا ہے وہاں رکھ دیتا ہوں۔

محمد بن یوسف صالحی نے سفیان بن عیینہ کا براہِ راست یہ قول نقل کیا ہے۔

لقد وجّه علیّ بهدایا

میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے

[1] عقود الجمان ص ۲۴۰ اور موفق نے اس سے ملتا جلتا ایک قصہ مناقب ۲۰۶ میں ایک غلام سے منسوب کرکے لکھا ہے۔

استوحشت من کثرتها۔

تحفوں اور ہدایا کی اس قدر کثرت اور بھرمار ہوئی کہ اب اسے دیکھ کر میں گھبرا اٹھا۔

پھر ابن عیینہ نے امام صاحب کی اس کثرتِ نوازش اور داد ودہش کی ان کے بعض تلامذہ سے شکایت بھی کی تو سننے والے نے کہا کہ آپ کے پاس اس کی کیا مقدار آتی ہے کہ آپ تنگ آ گئے ہیں۔ سعید بن ابی عروبہ کے پاس امام صاحب کے جو گراں قدر تحائف پہنچتے رہتے تھے اگر تم ان کو دیکھتے تو خدا جانے کیا کہتے۔ پھر اس نے کہا۔

ما کان یدع احدا من المحدثین الا برہ برًا واسعًا[1]

سیر چشمی کے ساتھ حسنِ سلوک کئے بغیر امام ابوحنیفہؒ کسی محدث کو نہیں چھوڑتے تھے۔

مشائخ وعلماء طلبہ اور محدثین کی خدمت

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی یہ عام عادت اور ہمیشہ کا معمول بن چکا تھا کہ ہر سال میں ایک مخصوص رقم کا سامان خرید کر کوفہ سے بغداد جانے والے سامانِ تجارت کے ساتھ بھیج دیتے اور اسی رقم سے بغداد سے بھی سامان منگوا کر کوفہ میں فروخت کراتے اس لین دین اور تجارت سے جو آمدنی ہوتی اولاً کوفہ کے علما، مشائخ اور محدثین کے کھانے پینے اور ضرورت کا سامان خرید کر ان کے گھروں میں بھیج دیتے اس کے بعد اصل سرمایہ اور منافع کی جو رقم بچ جاتی اسے بھی انہی لوگوں میں بڑی کشادہ دلی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ یہ کہتے ہوئے تقسیم فرما دیتے کہ

انفقوا فی حوائجکم ولا تحمدوا

اسے اپنی ضرورتوں اور حاجات میں

[1] عقود الجمان ص ۳۴۴ و مناقب موفق ص ۲۴۳

الا اللّٰہ تعالٰی فانی ما اعطیتکم من مالی شیئًا ولکن من فضل اللّٰہ علی فیکم و ھذہ ارباح بضائعکم [1]

صرف کیجئے اور شکر و تعریف خدا کے سوا اور کسی کی نہ کیجئے کیونکہ میں نے اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیا بلکہ آپ حضرات کی وجہ سے مجھ پر خدا کا فضل ہے اور یہ آپ ہی لوگوں کے (نام زدہ) سرمایہ کے منافع ہیں [2]

محمد بن یوسف صالحی نے مسعر بن کدام کا ایک بیان نقل کیا ہے کہ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا یہ عام دستور تھا کہ اپنے بچوں کے لئے جب کوئی چیز خریدتے تو مشائخ و علماء اور محدثین و طلباء کے لئے بھی وہی چیز خریدتے۔ خود اپنے لئے جب کوئی کپڑا بنواتے تو علماء کے لئے خصوصی جوڑے تیار کرواتے اسی طرح جب فواکہ اور پھل فروٹ کا موسم آتا تو یہ ناممکن تھا کہ ابوحنیفہؒ اپنے لئے یا اپنے عیال کے لئے

---

[1] عقود الجمان صـ ۲۲۳ و موفق ج ۱ صـ ۲۶۱ [2] خیال یہ ہے کہ خود امام صاحب کے مال میں جو زکوٰۃ کی رقم نکلتی ہوگی اسے سرمایہ بنا کر امام صاحب بغداد وغیرہ کی تجارت کا کام کر لیتے تھے تاکہ رقم بڑھ جائے اور علماء و مشائخ اور حاجت مندوں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مدد کی جاسکے جیسا کہ مندرجہ بالا عبارت کو بغور پڑھنے سے یہی بات مستفید ہوتی ہے اور اگر یہ خیال درست قرار دیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ فقراء کی ہمدردی کے سلسلہ میں اس تجویز و زیادۃ مال کی ترکیب کے اولین موجد امام ابوحنیفہ ہی ہیں اور گذشتہ صفحات میں جو " دو کپڑے اور ایک دینار کی نقدی" کے عنوان سے ہم نے جو قصہ درج کیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ تجویز زیادۃ مال صرف زکوٰۃ تک محدود نہ تھی بلکہ گا ہے گا ہے اس میں اپنا راس المال بھی لگاتے تھے اور اس کے منافع علماء و مشائخ میں تقسیم کر دیتے تھے۔

خریدتے اور علماء و مشائخ کو بھی وہی پھل خرید کر نہ بھیجتے [1]

امام مسعر ہی نے یہ دوسری روایت بھی نقل کی ہے کہ:۔

علماء یا مشائخ اور طلبہ علوم دینیہ کے لئے امام صاحب جو چیزیں خریدتے اس میں ہمیشہ اس کا لحاظ فرماتے کہ اچھی سے اچھی اور بہتر قسم کی ہوں لیکن خود اپنے یا اپنے اہل و عیال کے لئے سامان کی خریداری میں عموماً لاپرواہی اور تساہل سے کام لیتے [2]

کسی پر کوئی مصیبت آتی تو ابوحنیفہ امداد کے لئے کھڑے ہوتے

جہاں تک تلامذہ و مستفیدین اور حلقۂ اصحاب کے ساتھ احسان و مروت اور عطا و نوال کا معاملہ تھا اس کی نوعیت تو کچھ ایسی تھی کہ آج کے بے ہنگم دور میں ایسے واقعات کی صداقت پر سوائے حیرت کے اور کچھ تو سوچا بھی نہیں جاسکتا لکھا ہے کہ

" ہر طالب علم اور اپنے ہر تلمیذ سے پوشیدہ طور پر اس کے حالات دریافت کرتے، کوئی ضرورت ہوتی تو اس کی تکمیل فرما دیتے۔ جو ان میں بیمار ہوتا یا طلبہ کے اقرباء والدین اور خویش و اقارب میں کوئی بیمار ہوتا تو ان کی عیادت کرتے جن کا انتقال ہو جاتا تو ان کے جنازے میں شرکت کرتے کسی پر کوئی مصیبت آپڑتی تو امداد کے لئے کھڑے ہو جاتے [3]

یوسف بن خالد تلمیذ ابوحنیفہ کا بیان ہے کہ۔

" امام اعظم ابوحنیفہ اپنے تلامذہ اور طلبہ کے لئے ہر جمعہ بڑے اہتمام سے دعوت فرمایا کرتے تھے طریقہ یہ تھا کہ طرح طرح کے کھانے جمعہ کے روز پکواتے، دسترخوان لگواتے اور پھر خود طلبہ کے ساتھ شریک نہ ہوتے اور کہا کرتے کہ میں اپنے آپ کو اس لئے الگ کر لیتا ہوں کہ میری موجودگی کی صورت میں تم لوگوں کی آزادانہ بے تکلفی جاتی رہے گی اور دعوت و

---

[1] عقود الجمان صـ ۲۲۴ [2] موفق ج ۱ صـ ۲۴۰ [3] موفق صـ ۲۴۰

باہمی طالب علمانہ مجالست کا مزہ پھیکا پڑ جائے گا[1]

عیدوں اور تہواروں کے مواقع پر سب کے ساتھ حسنِ سلوک اور ہر ایک کے مرتبہ و مقام کے مطابق ان کے پاس ہدایا و تحائف بھیجتے انتہا یہ تھی کہ طلبہ میں جن لوگوں کو احتیاج ہوتا تو ان کی شادی و نکاح بھی امام صاحب کرا دیا کرتے تھے۔ اور تمام مصارف خود برداشت فرماتے[2] ایسے طلبہ کی تعداد کثیر تھی جن کے لئے امام اعظم کی جانب سے ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ ایسے طلبہ کی فہرست تو طویل ہے جن کی ابو حنیفہؒ مدد کیا کرتے تھے۔

قاضی ابو یوسف کا بیان ہے۔

وکان یعولنی وعیالی عشرین سنۃ[3]	امام ابو حنیفہؒ نے میری اور میرے اہل و عیال کی ۲۰ سال تک کفالت کی۔

حسن بن زیاد کے برسرِ روزگار ہونے تک امام ابو حنیفہ ماہانہ وظیفہ ادا کرتے رہے

حسن بن زیاد امام اعظم کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں

آپ کے حلقہ درس میں تحصیل علم فقہ میں انہماک کے پیشِ نظر گھریلو امور اور خاندان کی معاشی کفالت سے قاصر ہونے لگے۔ ان ہی کا بیان ہے کہ جس زمانہ میں میں امام صاحب کی درسگاہ میں تحصیل علم دین میں مصروف تھا۔ ایک روز میرے والد صاحب امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ

حضور! میری چند لڑکیاں ہیں لڑکوں میں حسن کے سوا کوئی نہیں ہے۔ ہماری نظریں اسی پر لگی ہوئی ہیں کیا ہی بہتر ہوتا کہ آپ اسے سمجھاتے کہ یہ کوئی ایسا کاروبار اور دھندا اختیار کرے جس سے مجھے اور اہلِ خاندان کو قدرے یُسر اور کچھ سہولت حاصل ہوتی۔

---

[1] مناقب موفق [2] موفق [3] عقود الجمان ص۲۳۵ و معجم المصنفین ج ۵ ص۱۶۱

حسن کہتے ہیں کہ جب میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

میاں حسن! آج تمہارے والد صاحب تشریف لائے تھے پریشان تھے اور آپ کے ہمہ وقتی علمی انہماک کی وجہ سے اپنی معاشی کمزوری کی شکایت کر رہے تھے۔

لیجئے میں تمہارے لئے یہ مخصوص رقم کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر دیتا ہوں جب تک تم باقاعدہ طور پر برسرِ روزگار نہیں ہو جاتے یہ امداد تمہاری جاری رہے گی۔

لہٰذا جب تک میں برسرِ روزگار نہیں ہوا میری امداد کی جاتی رہی۔[1]

احترام قرآن اور سخاوت و ایثار

امام اعظم ابو حنیفہؒ خود عالم تھے علم اور اہلِ علم کے قدر شناس تھے اور ان کی خدمت میں بڑی مسرت اور بے حد خوشی محسوس کرتے تھے قرآن پڑھنے اور پڑھانے والوں سے قلبی محبت رکھتے تھے دل و جان سے خدام القرآن پر نچھاور ہوتے تھے۔

جس روز آپ کے صاحبزادے نے سبق پڑھنا شروع کیا اور بسم اللہ پڑھی تو آپ نے اسی روز پانچ ہزار درہم معلم کی خدمت میں پیش کئے۔ اور جس روز انہوں نے سورہ فاتحہ ختم کی اس روز بھی پانچ ہزار دراہم ان کی نذر کئے اور بڑی لجاجت اور معذرت کے ساتھ معلّم سے کہا۔

واللہ لو کان عندی اکثر من ذلک نعناہ تعظیماً للقرآن[2]	خدا کی قسم! اگر اس سے زیادہ دولت میرے پاس ہوتی تو قرآن کے احترام میں وہ بھی پیش خدمت کر دیتا۔

ابو حنیفہ کا وسیع کاروبار تجارت

امام اعظم ابو حنیفہؒ عظیم علمی و فقہی خدمات، درس و تدریس افتاء و قضا، اسلامی قوانین کی جمع و تدوین، استنباط و

---

[1] موفق ص۲۴۴ [2] عقود الجمان ص۲۳۳ و مناقب للذہبی ص۱۸ و موفق ص۲۳۶

استخراج مسائل تحقیق واجتہاد اور سیاسی عمل کے ساتھ ساتھ ملک و بیرون ملک وسیع سطح پر کپڑے کی تجارت کا کاروبار بھی کرتے تھے یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جسے تذکرہ نگار خز کے نام سے یاد کرتے آئے ہیں جس کا رواج اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بکثرت نظر آتا تھا۔ اس کے مختلف اقسام تھے بعض اوقات ایک ایک تھان اس زمانے میں لوگ ایک ایک ہزار درہم تک میں خرید لیتے تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے خز کی تجارت میں کتنا کام کیا یا خز کی تجارت کو کتنا فروغ دیا، سوانح و تاریخ کی کتابوں سے اس سلسلہ میں چار چیزیں صراحتاً معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ امام اعظم ابوحنیفہ صرف خز کے تاجر ہی نہیں تھے بلکہ خز بافی[۱] کا کوئی بڑا کارخانہ

---

[۱] یہ ایک خاص قسم کا کپڑا تھا جس کے بانے میں مختلف چیزیں مثلاً اون، یا کتان روئی وغیرہ کے دھاگے استعمال کئے جاتے تھے اور تانے میں ریشم کا سوت لگایا جاتا تھا۔ فقہ کی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ خز کسی سمندری جانور کے بالوں سے تیار ہوتا تھا۔ اور بعض نے لکھا ہے کہ مرے ہوئے ریشم سے تیار ہوتا تھا۔ ان بیانات میں بھی وہی بات معلوم ہوتی ہے کہ بانا (لحمہ) مختلف چیزوں کا استعمال ہوتا تھا اور تانا (سدی) ریشم کا ہوتا تھا۔ بعض حضرات تانے میں بھی ریشم کے استعمال کو پسند نہیں کرتے تھے لیکن صحابہ اور تابعین میں مشکل سے چند ایک ایسے افراد ہوں جنہوں نے خز کا استعمال نہ کیا ہو گرمیوں میں غیر اونی اور جاڑے میں اونی خز لوگ استعمال کرتے تھے رنگ بھی اس کپڑے کے مختلف ہوتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ریشم کی شرکت کی وجہ سے کپڑے میں مضبوطی پیدا ہو جاتی تھی۔ شریعت میں ریشم کا استعمال مردوں کے لئے حرام ہے لیکن اس کے جائز استعمال کی یہ مخلوط صورت ہی بن سکتی ہے۔

کوفہ میں ان کا جاری تھا۔

۲۔ کوئی حانوت (بڑی شاپ یا تجارتی منڈی) بھی ان کی کوفہ میں موجود تھی جس سے مال کی فروخت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

۳۔ خدام اور غلاموں سے بھی پھیری لگوایا کرتے تھے۔

۴۔ کوفہ سے دور دراز علاقوں مثلاً بغداد، نیشاپور اور مرو وغیرہ مال بھیجا کرتے تھے۔ اور وہاں سے بھی مال منگوایا کرتے تھے۔

۵۔ بیرونی علاقوں میں بھی مال کی ترسیل کیا کرتے تھے اور جگہ جگہ ان کے ایجنٹ موجود رہتے تھے۔ خز کی دکان یا تجارتی کوٹھی کے طور پر عمرو بن حریث کے دار[۱] (گھر) استعمال کیا جاتا تھا[۲] بلکہ تاریخ کی شہادت سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرو کے اس گھر میں حضرت امام صاحب کا باقاعدہ خز بافی کا کارخانہ کام کرتا تھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ یہ ایک مرکزی مقام اور تجارتی منڈی بن چکا تھا۔ باہر سے بھی خز باف اپنا اپنا مال فروخت کے لئے یہاں لایا کرتے تھے اور امام صاحب ان کے مصنوعات کو خرید خرید کر فروخت کرتے تھے ایسے بھی ہوا کہ کبھی کبھی ایک ایک دفعہ میں آٹھ آٹھ ہزار درہم کے کپڑے صرف ایک آدمی سے خریدے جاتے تھے[۳] بلکہ یافعی نے تصریح کی ہے کہ امام صاحب کی ایک بڑی کوٹھی تھی جس میں خز بُنا جاتا تھا۔

یوں بھی ہوا اور آزمائش وامتحان کا ایک مرحلہ امام صاحب پر ایسا بھی آیا کہ امام صاحب

---

[۱] دار اس میدان کو کہتے ہیں جس کے چاروں طرف احاطہ ہوتا ہے اسی احاطہ میں مکانات، اصطبل صحن جس پر چھت نہ ہو اور دوسری منزل وغیرہ والی عمارت ہوتی ہے (فتح القدیر ج ۵ ص ۳۱۲) عمرو بن حریث صحابی جب کوفہ پہنچے تو مسجد کے پہلو میں انہوں نے ایک حویلی بنائی جو بہت بڑی ہونے کی وجہ سے مشہور بھی زیادہ تھی (طبقات ج ۶ ص ۱۴)

[۲] تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۲۵ [۳] موفق

الیافعی ج ۱ ص ۳۱۰

کا یہ تجارتی تجربہ وسیع کاروبار اور خزبافی کے کارخانے کی نگرانی و اہتمام ان کے لئے ایک امتحان بن گیا حکومت کی طرف سے سرکاری سطح پر خزبافوں کی عرافت (وزارت) کا عہدہ قبول کرنے کی درخواست کی گئی۔ آپ نے معذرت و انکار کر دیا۔ تو اس پر آپ کو سزا دی گئی۔

اس تاریخی روایت سے اس بات کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ علماء و مشائخ اور فقہا و طلبہ کی طرح خزبافوں کا بھی ایک وسیع طبقہ آپ سے تعلق رکھتا تھا یا آپ کے زیر اثر تھا۔

امام صاحب کی دکان پر خرید و فروخت کے بھی خاص اصول تھے۔ گاہک جب دکان پہ آتا اور مطلوبہ شئے نکلواتا تو جو بھاؤ اسے بتایا جاتا وہ اسے اسی قیمت پر خرید لیتا تھا۔ بھاؤ چکانے اور چھوٹے دکانداروں کی طرح بات بات میں منافع اندوزی کے لئے بھاؤ بڑھانے گھٹانے کی ٹھگی ٹھوری کا تصور بھی نہیں تھا۔ اس زمانہ میں رواج تھا کہ غلاموں کو مال دے کر انہیں اطراف و اکناف میں بھیجا جاتا تھا غلاموں کی اس نوع کا نام فقہی اصطلاح میں "ماذون التجار" ہے جس کے متعلق فقہا کو باقاعدہ طور پر قانونی دفعات کا استنباط کرنا پڑا۔ امام صاحب نے اپنے کاروبارِ تجارت میں غلاموں کے ذریعہ مال کی پھیری کے اس طریقہ کو بھی اختیار فرمایا تھا۔ لکھا ہے کہ ایک غلام ستر ہزار درہم لے کر واپس آیا۔[1]

ابو سعید سمعانی کا بیان ہے کہ امام ابو حنیفہ کا ایک غلام تھا جو تجارت کرتا تھا امام اعظم نے مال کی کثیر مقدار اس کے سپرد کر دی تھی جس کی وہ تجارت کرتا تھا ایک مرتبہ اس نے مال میں تیس ہزار دراہم کا نفع کمایا۔ جب ایک غلام کا یہ حال ہے اس سے دوسروں کا قیاس بھی کیا جا سکتا ہے۔

علامہ مناظر احسن گیلانی نے تصریح کی ہے کہ ابو حنیفہ کی تجارت صرف اندرونِ علاقہ

---

[1] مناقب موفق

تک محدود نہ تھی بلکہ بیرونی علاقوں سے بھی مال منگوایا جاتا تھا۔[1]

بہرحال امام اعظم ابو حنیفہؒ کے متعلق تواتر سے یہ ثابت ہے کہ وہ خز کے ایک بڑے کامیاب تاجر تھے اور اس میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ کوفہ میں ان کی بڑی تجارتی منڈی بھی تھی اور تجارتی کاروبار میں ان کے بڑے شرکا بھی تھے جگہ جگہ کارندے اور ایجنسیاں اور ایجنٹ بھی مقرر تھے۔[2]

سود و ربا سے پاک خالص اسلامی نظام بنکاری

امام ابو حنیفہؒ کی یہ تجارتی کوٹھی موجودہ دور کے بڑے سے بڑے بنک کی قائم مقامی کرتی تھی۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام صاحب کی وفات کے بعد آپ کے گھر سے جو لوگوں کی امانتیں برآمد ہوئیں ان کی مقدار پانچ کروڑ تھی۔ پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ اس وقت ابو حنیفہؒ ۷۰ کی عمر سے گذر رہے تھے۔ جیل خانے اور تازیانے کی سزائیں ان کے لئے یقینی بن چکی تھیں۔ لہذا ان کے حزم و احتیاط اور کمال تقوی و بصیرت کے پیش نظر یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ انہوں نے اپنی عمر کے اس آخری زمانہ میں حتی الوسع امانتوں کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا ہوگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ امانت و حفاظت کا یہ سلسلہ ان کا اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ سمیٹتے سمیٹتے بھی پانچ کروڑ کی رقم کی امانت بچ کے رہی جو ان کی حیات میں ادا نہ ہو سکی تاہم امام صاحب اس کے اصل مالکان تک رسائی کا انتظام کر چکے تھے۔[3] یہ تو بعد الوفات کی رقم کی تعداد ہے تو صحت کے زمانے میں اور عام حالات میں آپ کے پاس لوگوں کے اموال کی حفاظت و امانت کا سلسلہ جو ہوگا وہ یقیناً اس سے بھی دس چند ہوگا۔ اس قدر خطیر رقوم کی حفاظت، امانت اور واپسی کا ایک اجتماعی نظام، اس کے لئے دفاتر، رجسٹر، ملازم اور حساب دانوں کی ضرورت اور فراہمی کے پیش نظر یہ کہا جا

---

[1] ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی ص۵۵، [2] معجم المصنفین ج۲ ص۲۷۵، [3] مناقب موفق ص۱۹۵

سکتا ہے کہ سود و ربا سے پاک خالص اسلامی بنکاری، اموال کی حفاظت و صیانت اور مضاربت کی مستحکم قانونی ضمانت کے لئے امام اعظم ابو حنیفہؒ ہی نے سب سے پہلے باقاعدہ ایک مربوط اور مضبوط منصوبہ بندی کی اور پھر عملاً اسے برت کر کامیابی تک پہنچایا۔

امانت کی حفاظت اور ابوحنیفہ کا محتاط طرز عمل

یتیموں اور عام مسلمانوں کے اموال کی صیانت اور حفاظت کے عظیم منصوبہ کو دیکھ کر امام صاحب کے ہمعصر اور خود حکومت بھی پریشان رہتی تھی۔ عالمی سطح پر امام صاحب کی امانت تقوای اور دیانت کا شہرہ تھا۔ اعتماد کی فضا قائم تھی۔ حاسدین و مخالفین کب یہ برداشت کر سکتے تھے۔ مختلف ترکیبیں اور حربے استعمال کر کے وہ امام صاحب کے رتبہ و مقام کو گھٹانا چاہتے تھے۔

انہی ترکیبوں میں ایک واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ ایک دفعہ کسی شخص کے ذریعہ سے امام صاحب کے ہاں امانت رکھوائی گئی اور یہ امانت بھی قاضی ابن ابی لیلیٰ کے توسط سے آپ کے حوالے کی گئی جس پر قاضی صاحب کی سرکاری مہر بھی لگی ہوئی تھی۔ امانت رکھتے وقت یہ بھی شرط لگا دی گئی کہ اس رقم کو امانت ہی کی مد میں رکھا جائے —— سرکاری کارندوں کی، یا خود قاضی صاحب کی یا امانت رکھوانے والے کی یہ بدگمانی تھی کہ باوجود اس شرط کے امام صاحب اس سے ضرور استفادہ کریں گے۔[1] اور یہی گرفت کا موقعہ

---

[1] اس سلسلہ میں شرعی مسئلہ یہ ہے یتیموں کا جو مال قاضی کی امانت میں رکھا جاتا ہے اس کی حفاظت و صیانت کی ایک صورت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ قاضی ان کے مال کو قرض پر لگا دیا کرے وجہ یہ بتائی گئی ہے اگر مال صرف بحد امانت رکھا جائے تو نقصان کی صورت میں مثلاً چور چرا کر لے بھاگے یا حادثوں کا شکار ہو جائے تو امین سے اس کا معاوضہ یا تاوان وصول نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر بجائے امانت کے وہی مال بطور قرض کے کسی کو دے دیا جائے (باقی اگلے صفحہ پر)

ہوگا کہ صاحب امانت کی اجازت کے بغیر اس سے استفادے کا تم کو کیا حق تھا۔ اس کے بعد اندرون خانہ منصوبہ بندی کے ساتھ کارروائی یہ کی گئی کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ جو اس زمانہ میں کوفہ کے قاضی تھے ان کی عدالت میں ایک شخص نے یہ دعویٰ دائر کر دیا کہ فلاں ابن فلاں کی جو امانت ابو حنیفہ کے ہاں رکھوائی گئی تھی وہ انہوں نے اپنے بیٹے کے حوالہ کر دی ہے تاکہ وہ اس رقم سے تجارت کرے گویا امانت میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔ چنانچہ امام صاحب کے نام وارنٹ طلبی کا جاری ہوا۔ امام صاحب حاضر ہوئے عدالت میں دعویٰ سنایا گیا۔ ظاہر ہے کہ امام اعظم جیسی محتاط شخصیت اس امانت میں کیسے تصرف کر سکتی تھی۔ آپ نے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ اپنا سرکاری نمائندہ بھیج کر تحقیق کر لیجئے آپ ہی کی تو مہر تھیلی پر لگی ہوئی ہے اگر امانت میں تصرف ہوتا تو سرکاری مہر یقیناً ٹوٹ جاتی۔ چنانچہ سرکاری آدمی امام صاحب کے ساتھ بھیجا گیا۔ اس سرکاری نمائندے کا بیان ہے

بقیہ گذشتہ صفحہ تو قرض لینے والا بہر حال میں اس کا ضامن بن جاتا ہے۔ تو امام صاحب نے بھی امانتوں کو حوادث و آفات سے بچانے کی ایک صورت یہ نکال لی تھی کہ بجائے امانت کے اس کو قرض کی شکل دے دی جائے۔ تو جس کے پاس امانت رکھوائی جاتی وہ "غیر ضامن امین" نہیں ہوتا بلکہ "ضامن قرض دار" بن جاتا ہے اور نقصان ہو جانے کی صورت میں ایک ایک پیسہ کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ چونکہ محض امانت رکھنے کی وجہ سے مال کی حفاظت کی ضمانت کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے امام صاحب عموماً امانت رکھانے والوں سے اس کو کاروبار میں لگانے کی اجازت لے لیتے تھے جس سے ایک طرف تو ان کے مال کی انتہائی اطمینان بخش حفاظت کی صورت پیدا ہو جاتی دوسری طرف ان کو (بصورت مضاربت یا قرض کے) وسیع سے وسیع پیمانے پر تجارت کرنے کے لئے اس راہ سے بے انتہا سرمایہ بھی مل جاتا تھا۔ اس مسئلہ کے مختلف دقیق پہلوؤں کے متعلق فقہ کی کتابوں میں تفصیل سے مسائل لکھے گئے ہیں یہاں نہ تو ان کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔

کہ اس مکان میں جہاں امانت کی رقوم پڑی تھیں بے شمار تھیلیاں بھری ہوئی تھیں آخر امام صاحب نے تلاش بسیار کے بعد وہ مطلوبہ توڑا (تھیلی) نکالا۔ جو بجنسہٖ اپنی مہر کے ساتھ رکھا ہوا تھا۔ صرف یہ نہیں بلکہ سرکاری نمائندے سے اپنے بیان کے آخر میں کہا کہ

"امام ابو حنیفہؒ کے ہاں تو اموال، دراہم دنانیر اور امانتوں کی اتنی کثرت ہے کہ ان کو اس معمولی رقم میں تصرف کرنے کی ضرورت نہ تھی"

بے چارے سازش کرنے والے اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ان بے وقوفوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ امام اعظمؒ جیسا ثقہ آدمی امانتوں کی مختلف نوعیتوں میں فرق کئے بغیر سب کے ساتھ ایک ہی سلوک کیسے کرسکتا تھا ؎۱

تمام رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے زائدہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے امام اعظم ابو حنیفہ کے ساتھ ان ہی کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی میری حاضری کا مقصد یہ تھا کہ میں ان سے ایک مسئلہ دریافت کرلوں۔ بہرحال نماز ہوگئی لوگ چلے گئے میری آمد کا ابو حنیفہ کو علم نہیں تھا۔ اس لئے انہوں نے جب دیکھا کہ لوگ چلے گئے تو نماز کی نیت باندھ لی مجھ پر ان کی نظر نہیں پڑی کہ میں مسجد کے ایک کونے میں بیٹھا تھا۔

اب انتظار کرنے لگا کہ امام صاحب نماز سے فارغ ہوں گے تو اپنا مسئلہ دریافت کرلوں گا۔ حتیٰ کہ امام صاحب نماز میں قرأت کے دوران جب اس آیت پر پہنچے۔

فمن الله علینا ووقانا عذاب السموم (طور ۲۷) — سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا۔

تو بار بار اس آیت کو دہراتے رہے میں سمجھ گیا کہ اس کا مضمون قیامت کی ہولناکی، اللہ کی عنایت و احسان اور عذاب سموم کی اذیتوں کے تصور نے ابو حنیفہ کو

؎۱ مناقب موفق ص۱۹۶

استغراق کی کیفیت دے دی ہے امام صاحب اس آیت کو دہراتے رہے حتیٰ کہ رات گذر گئی اور مؤذن نے اذان دے دی۔ ؎۱

تمام رات نہیں سوئے یاد کرکے تجھے
گرفتہ دل تھے بڑے روئے یاد کرکے تجھے

اسی طرح کی ایک روایت قاسم بن معن سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ:۔

ابو حنیفہ نے نماز میں اس آیت کا تکرار کرتے رات گذار دی روتے تھے

بل الساعة موعدهم والساعة ادهٰى و امر — بلکہ قیامت ہے وعدہ گاہ ان کا اور قیامت بہت سخت ہے اور بہت کڑوی ہے۔

آیت کے تکرار سے امام صاحب پر الحاح و تضرع اور گریہ کی کیفیت طاری تھی۔ ؎۲

الٰہی عاقبت بہتر بنا دے حجاج بن بطام کی روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ کی زندگی میں انہیں خواب میں دیکھا کہ ان کے پاس ایک جھنڈا ہے جسے تھامے ہوئے بڑے سکون اور وقار کے ساتھ آپ کھڑے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ اے ابو حنیفہ آپ یہاں کیوں ٹھہرے ہوئے ہیں۔

ارشاد فرمایا: اپنے رفقاء، تلامذہ اور محبین کا انتظار کر رہا ہوں تاکہ ہم سب اکٹھے ہو کر چلیں۔ یہ سن کر میں بھی ان کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ اچانک دیکھا کہ آپ کے پاس طالبان علوم نبوت اور ائمہ و علماء کی ایک بڑی جماعت جمع ہوگئی پھر آپ چل پڑے اور آپ کے ہاتھ میں جھنڈا تھا اور ہم بھی سب آپ کی اقتداء میں چل رہے تھے ــــ صبح کو ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رات کا دیکھا ہوا خواب کا سارا قصہ عرض کردیا۔

؎۱ عقود الجمان ص۲۱۵ ؎۲ ایضاً ص۲۲۴ و مناقب موفق ص۲۰۰ و صمیری ص۵۶

ابوحنیفہؒ نے سنا تو وجود پر لرزہ طاری ہوا اور بے اختیار رونے لگے اور بار بار یہ دعا ان کی زبان پر آرہی تھی۔

اللھم اجعل عاقبتنا الی الخیر [1] — اے اللہ ہماری عاقبت اور انجام کو بہتری اور خیر کی طرف پھیر دے۔

موت کب واقع ہوئی

ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے ملک الموت کو خواب میں دیکھا تو امام ابوحنیفہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میں نے خواب میں حضرت عزرائیل کو دیکھا تو اس سے دریافت کیا کہ اب میری باقی زندگی کتنی رہ گئی ہے تو اس نے میرے سوال کے جواب میں پانچوں انگلیاں اٹھا دیں۔ میں نے اس کی تعبیر بہت جگہ سے دریافت کی مگر کہیں سے جواب نہیں ملا۔ اب آپ ہی اس مسئلہ کو حل فرما دیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ نے جواب میں فرمایا۔ پانچ انگلیوں سے ان پانچ چیزوں کی طرف اشارہ ہے جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ اول قیامت کب آئے گی دوم بارش کب ہو گی سوم حاملہ کے پیٹ میں کیا ہے چہارم کل انسان کیا کرے گا پنجم یہ کہ موت کب اور کہاں آئے گی [2]

ابوحنیفہ کی محتاط گفتگو طوسی کیلئے وبال جان بنگئی

منصور کے درباریوں میں ایک صاحب جن کا نام ابوالعباس طوسی تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روز افزوں مقبولیت ان کو بھی دوسرے حاسدوں کی طرح ایک لمحہ نہ بھاتی تھی۔ ایک روز جب خلیفہ منصور کا دربار لگا ہوا تھا تو اس نے موقعہ غنیمت سمجھتے ہوئے بر سر دربار امام صاحب سے مسئلہ دریافت کرتے ہوئے کہا۔

اے ابوحنیفہؒ! یہ بتائیے کہ اگر امیر المومنین ہم میں سے کسی کو حکم دیں کہ فلاں آدمی کی

[1] عقود الجمان ص ۲۰۶ [2] تذکرۃ الاولیاء

گردن مار دو اور یہ معلوم نہ ہو کہ اس شخص کا قصور کیا ہے تو کیا ہمارے لئے اس کی گردن مارنی جائز ہوگی؟

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ابوالعباس سے برجستہ جواب فرمایا کہ:۔

ابوالعباس! میں تم سے پوچھتا ہوں کہ امیر المومنین صحیح حکم دیتے ہیں یا غلط؟

ابوالعباس طوسی نے کہا کہ امیر المومنین غلط حکم کیوں دینے لگے۔ ان کا تو ہر حکم صحیح ہوتا ہے۔

تب امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

تو صحیح حکم کے نافذ کرنے میں تردد کی گنجائش کیا ہے۔

طوسیؔ امام صاحب سے یہ جواب پا کر کھسیانا سا ہو کر بے حد شرمندہ ہوا [1] جس جال میں وہ امام صاحب کو پھانسنا چاہتا تھا خود پھنس گیا ؎

وہ آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

تکفیر میں حزم و احتیاط اور فتویٰ میں تقویٰ

امام اعظم ابوحنیفہ حتی الامکان مومن کی تکفیر سے احتراز اور فتویٰ کفر میں حد درجہ حزم و احتیاط برتتے تھے ظاہر و باطن اور فتویٰ پر تقویٰ غالب رہتا تھا۔ امام اعظم کا مسلک ہے کہ اگر ایک مسلمان کے قول میں کفر کے ننانوے وجوہات ثابت ہو جائیں اور صرف ایک وجہ ایمان موجود ہو تو اسی کو ترجیح دی جائے گی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے اور یہ واقعہ مختلف کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ:۔

ایک شخص امام اعظم ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت! ایک شخص ہے جو ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتا ہے خود کو مسلمان کہلواتا ہے مگر اس کے باوجود

[1] عقود الجمان ص ۲۷۴ وفیات الاعیان ج ۵ ص ۱۲۴

(١) وہ جنّت کی خواہش نہیں رکھتا۔
(٢) اور نہ اسے نارِ جہنم کا خوف ہے۔
(٣) میتۃ (غیر مذبوح چیز) بلا جھجک کھاتا ہے۔
(٤) نماز پڑھتا ہے مگر رکوع و سجدہ نہیں کرتا۔
(٥) گواہی دیتا ہے مگر دیکھے بغیر۔
(٦) اس کے ہاں فتنہ محبوب اور حق مبغوض ہے۔
(٧) رحمت سے دور بھاگتا ہے۔
(٨) یہود اور نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

بظاہر یہ سب وجوہات کفر ہیں جو اس میں موجود ہیں ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔

اگر اب کا زمانہ ہوتا تو سوال ختم ہونے سے پہلے خدا جانے کفر کے کتنے فتوے لگ چکے ہوتے۔ مگر یہ تو امام اعظم ابو حنیفہ ہیں جن کو قدرت نے سوادِ اعظم اہلِ سنّت کی امامت کا شرف بخشا ہے۔ بغیر کسی تردد کے فرمایا۔

میرے نزدیک وہ شخص مومن ہے۔

سائل کو حیرت ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا اس لئے کہ

(١) اس پر اللہ کی خواہش غالب ہے جب اللہ ہی اس کا مطلوب ہے تو جنّت کی خواہش کی اسے کیا پروا۔
(٢) اسے نارِ جہنم کا نہیں بلکہ رب النار کا خوف ہے۔
(٣) میتۃ (غیر مذبوح چیز) کھاتا ہے مچھلیوں کی صورت میں۔
(٤) نماز جنازہ پڑھتا ہے اور اس میں سجدہ اور رکوع نہیں۔
(٥) توحید و رسالت کی شہادت دیتا ہے (یعنی کلمۂ شہادت پڑھتا ہے) حالانکہ اس نے خدا کو دیکھا ہے نہ رسولؐ کو۔

(٦) انما اموالکم واولادکم فتنۃ قرآن نے اموال اور اولاد کو فتنہ قرار دیا ہے اسے محبوب رکھنا انسان کی فطرت ہے۔

موت امرِ حق ہے مگر ذوقِ عبادت اور جمع حسنات کی وجہ سے اس سے بغض رکھنا (ناپسند کرنا) محمود ہے۔

(٧) بارش اللہ کی رحمت ہے اس سے دور بھاگتا ہے کہ بھیگ جانے سے بچ جائے۔
(٨) یہود کے اس قول کہ لیست النصاریٰ علی شیئٍ اور نصاریٰ کے قول کہ لیست الیہود علی شیئٍ کی تصدیق کرتا ہے جو عین ایمان ہے۔

سائل و حاضرین ابو حنیفہ کے اس جواب سے حیرت و استعجاب کے ساتھ ان کا منہ تکتے رہ گئے۔ (عقود الجمان صہ ٢٥١)

رافضی نے توبہ کی اور شنیع حرکات سے باز آیا

کوفہ کا ایک رافضی حضرت عثمان ذوالنورینؓ کے خلاف بکواس کیا کرتا تھا کبھی انہیں کافر کہتا اور کبھی یہودی۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کو خبر ہوئی تو صحابہ کے دفاع کے لئے تڑپ اٹھے جب تک اس رافضی سے ملاقات نہ کر لی، بے چین رہے آخر اس رافضی کے پاس تشریف لے گئے اور بڑے ادب، محبت اور نرمی سے کہا۔

اے بھائی! میں تیری لختِ جگر (بیٹی) کے لئے فلاں صاحب کی طرف سے منگنی کا پیغام لایا ہوں۔ اللہ نے اس صاحب کو حفظ القرآن کی دولت سے نوازا ہے اس کی تمام رات نوافل اور قرآن کی تلاوت میں گذرتی ہے۔ خدا کا خوف ہمیشہ ہمہ وقت غالب رہتا ہے تقویٰ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

رافضی نے کہا، بہت اچھا، یہ تو صرف میری لڑکی کے لئے نہیں بلکہ پورے خاندان کے لئے سعادت ہے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا، ہاں مگر اس میں ایک عیب ہے کہ مذہباً یہودی ہے۔ رافضی کا

رنگ بدلا اور جھلّا کر بولا۔ کیا میں اپنی لڑکی کی شادی یہودی سے کردوں؟

تب امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ بھائی! آپ تو اپنی لختِ جگر ایک یہودی کے نکاح میں دینے کے لئے تیار نہیں تو کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک نہیں اپنے نورِ دل کے دو ٹکڑے (دو بیٹیاں) حضرت عثمانؓ (جو بزعم آپ کے یہودی تھے) کے نکاح میں کیوں دے دیں۔

ابوحنیفہ کا یہ ارشاد رافضی کے لئے تنبیہ اور ہدایت کا باعث ہوا۔ اپنے کئے پر نادم اور خلوص دل سے تائب ہوا۔ اور ہمیشہ کے لئے ایسی حرکتوں سے باز آیا[۱]

بردباری اور فکرِ آخرت کا ایک واقعہ | امام اعظم کے صبر و تحمل، بردباری اور فکرِ آخرت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقعہ پر کسی خارجی نے امام صاحب کو برا بھلا کہا۔ غلیظ گالیاں دیں اور مبتدع، اور زندیق تک کہا۔ تو حضرت امام صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

غفر اللّٰہ لک ھو یعلم من خلاف ما تقول[۲]	اللہ تعالیٰ معاف فرمائے تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا جانتا ہے کہ وہ مجھ میں نہیں ہے۔

اس کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ پر گریہ طاری ہوا اور فرمانے لگے۔

"میں بھی اللہ سے عفو کی امید رکھتا ہوں مجھے خدا کا عذاب رلاتا ہے"

عذاب کے تصور سے گریہ بڑھ گیا اور روتے روتے غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے۔

"یا رِ الٰہا! جس نے بھی مجھ پر ایسی بات کہی جو مجھ میں نہیں تھی اس کو معاف فرما"

منصبِ قضا سے انکار، احتیال و تدبیر کا دلچسپ قصہ | ایک مرتبہ خلیفہ منصور کے

---

[۱] عقود الجمان ص ۲۷۳ [۲] ایضاً ص ۲۲۷ و ۲۸۷ و مناقب موفق ص ۲۴۹

حکم پر سفیان ثوری، مسعر بن کدام، امام ابوحنیفہ اور قاضی شریک گرفتار کرکے دربارِ خلافت میں لائے جانے لگے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے رفقاء کے مزاجی اور طبعی خصوصیات کو ملحوظ رکھ کر اپنی فطری ذہانت، جودتِ طبع اور خداداد فراست سے چاروں کے مستقبل کا ایک حسین نقشہ کھینچا۔ پھر جو کچھ بیان کیا، پیش گوئی کی، عملاً بھی وہی ہوا جو امام صاحب اپنی فراست سے پہلے ہی بتا چکے تھے۔

اپنے بارے میں فرمایا کہ میں تو کسی تدبیر و احتیال سے خلیفہ منصور سے بات کرکے قبولِ منصب سے خلاصی حاصل کر لوں گا، امام سفیان راستہ میں چھپ کر بھاگ جائیں گے مسعر بن کدام خود کو بچانے کیلئے اپنے آپ کو مجنون ظاہر کرکے کامیاب ہو جائیں گے مگر قاضی شریک اس ابتلا میں واقع ہو جائیں گے اور منصبِ قضا قبول کر لینے کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوگا[۱]

بہرحال جب گرفتار کرکے چاروں رفقاء کو لایا جا رہا تھا تو راستہ میں کسی جگہ پر سفیان نے پولیس والوں سے کہا کہ مجھے تو قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔ ایک سپاہی نگہداشت کے لئے ان کے ساتھ کر دیا گیا۔ سفیان ایک دیوار کے قریب پہنچے اور اس کی پرلی طرف

---

[۱] پھر ابوحنیفہ نے جو کچھ کہا وہی ہوا جیسا کہ اس قصہ کی تفصیل آگے آرہی ہے اس سلسلہ میں میرا خیال یہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اپنے گرفتار شدہ تینوں رفقاء کے طبعی رجحانات اور مزاجی خصوصیات سے چونکہ اچھی طرح باخبر تھے اس لئے خلیفہ کی طرف سے قبولِ منصب کے دباؤ سے بچنے کے لئے امام صاحب اپنے ساتھیوں کو خلاصی کی تدبیریں بتا رہے تھے جسے ہم فراست اور زیرکی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ جس طرح ابوحنیفہ یہ کہہ رہے تھے کہ اس طرح ہوگا اس طرح ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ اس طرح کر لیا جائے جیسا کہ بعض روایات سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے غرض جونسا پہلو بھی لے لیا جائے ابوحنیفہ کی زیرکی و دانائی اور فراستِ مومنانہ کی جھلک نمایاں ہے۔

بیٹھ گئے گویا واقعۃً قضاءِ حاجت پوری کر رہے ہیں کہ اچانک ان کی نظر کشتی پر پڑی تو سفیان نے اسے دیکھتے ہی کشتی کے ملاح سے منت سے عرض کیا۔ یہ صاحب جو دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہے یہ مجھے بے گناہ ذبح کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

کشتی والوں نے سفیان کو سوار کر لیا اور اپنے خاص ڈھنگ کے ساتھ رکھے ہوئے کانٹوں میں انہیں چھپا لیا۔ جب پولیس پر گذر ہوا تو وہ سفیان کو نہ دیکھ سکے۔

جب سفیان نے دیر کر دی تو دیوار کے ساتھ کھڑے محافظ سپاہی نے انہیں آواز دی یا ابا عبداللہ! یا ابا عبداللہ!! مگر سفیان ہوتے تو جواب دیتے۔ جب کچھ جواب نہ ملا تو سپاہی آگے بڑھا اور آپ کو خوب ڈھونڈتا رہا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ شرمندہ اور پریشان ہو کر اپنے ساتھیوں کے پاس واپس لوٹا۔ اور بتایا کہ سفیان کو میں نے کھو دیا ہے۔ وہ کسی تدبیر سے مجھ سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔

بہرحال ساتھیوں نے اسے اس جرم کی سزا دی۔

المرام اینکہ بغیر سفیان کے باقی تینوں ساتھی ابوحنیفہ۔ قاضی شریک اور مسعر بارگاہِ خلافت میں پیش کر دئے گئے۔ اچانک دیکھا گیا کہ مسعر بن کدام صف توڑ کر اور شاہی آداب سے بے پرواہ ہو کر خلیفہ کی طرف بڑھے چلے جاتے ہیں۔ اور بے محابا ابوجعفر منصور کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شاہِ محترم! فرمائیے!! آج کل جناب کا مزاج کیسے رہتا ہے۔ میرے بعد کے حالات کیسے گذرے، آپ کے پڑوس میں فلاں فلاں صاحب جو رہتے ہیں ان کی کیا کیفیت ہے۔ آپ کے نوکر چاکر کیسے ہیں مال مویشیوں کا کیا حال ہے؟

اسی اول فول کہنے کے ساتھ ساتھ مسعر نے آخر پر اپنی گفتگو میں یہ اضافہ بھی کیا کہ

"اہا! آں جناب مجھے منصب قضاء سے نوازنا چاہتے ہیں۔

سارا دربار اور خلیفہ خود مسعر کی اس حرکت کو دیکھ کر دم بخود تھا۔ آخر کسی نے

آگے بڑھ کر انہیں ہٹایا۔ اور خلیفۂ وقت سے کہا، جناب! ان کا دماغی توازن خراب ہو گیا ہے۔ خلیفہ نے بھی کہا ہاں یہ بات درست ہے انہیں دربار سے باہر نکال دو۔

اس کے بعد امام اعظم ابوحنیفہؒ کو بلایا گیا۔ اور بڑے تپاک سے منصب قضاء کی پیشکش کی گئی۔ تو امام اعظم نے کوفہ کے مخصوص حالات کے پیش نظر خلیفۂ وقت کو بڑی حکمت و تدبیر سے سمجھانا شروع کیا کہ:۔

جناب! کوفہ والوں کی ذہنیت تو آپ کو معلوم ہی ہے اس وقت میں کوفہ میں ایک خوش باش شہری اور ایک عام باشندے کی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مجھے ان پر کوئی اقتدار اور افسری حاصل نہیں۔ اگر آپ میر اقضاء کے منصب جلیل پر تقرر کر کے جب وہاں بھیجیں گے تو یہ لوگ چونکہ میرے خاندانی حالات سے واقف ہیں کہ میرے والد نان بائی ہیں اور میں خود کپڑے کا سوداگر ہوں۔ اہل کوفہ ہرگز اس پر رضامند نہیں ہوں گے کہ ان پر خباز کے بیٹے کی حکومت ہو۔

خلیفہ منصور نے کہا۔ آپ سچ کہتے ہیں۔ اور اس طرح ابوحنیفہ کی خلاصی ہو گئی۔

اب قاضی شریک رہ گئے تھے ان کا کوئی حیلہ بہانہ نہ چل سکا بے چارے دھر لئے گئے جب کچھ حیلہ بہانا کرنا بھی چاہا تو خلیفہ نے خاموش کر دیا اور کہا کہ تیرے بغیر تو کوئی دوسرا رہ ہی نہیں گیا کہ تیرا عذر قبول ہوتا۔

قاضی شریک نے بڑے اصرار سے دماغی ضعف کا کچھ حیلہ بہانا ڈھونڈ کر پیش کرنا چاہا، مگر خلیفہ نے کہا۔

جناب، دماغی تقویت کے لئے روزانہ روغن بادام میں فالودہ بلو کر پلانے کا حکم تمہارے لئے ہوئے دوں گا۔

قاضی شریک نے قبول قضا کے لئے کچھ شرائط لگائے ایک شرط یہ بھی تھی کہ "میں عدل و انصاف کے تقاضے پورے کروں گا اور اس راہ میں کسی صادر و وارد

شاہ کے عزیزوں اور اقربا اور درباریوں تک کا کچھ خیال نہیں کروں گا۔

خلیفہ منصور نے بڑے طمطراق سے وعدہ کر لیا کہ میرے اور میرے والدین کے خلاف بھی فیصلہ دینے میں آپ کو کوئی باک محسوس نہیں کرنی چاہئے۔

پھر کیا ہوا اور کیسے فیصلے ہوتے رہے یہ تو ہمارے موضوع سے خارج ہی ہے۔ مگر یہاں چاروں ائمہ کی بارگاہِ خلافت میں پیشی کی صورت میں وہی کچھ سامنے آیا جس کی ابو حنیفہ پہلے سے پیش گوئی کر چکے تھے [1]

بارگاہِ صمدیت میں دعا والتجا بکر عابد سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ایک رات امام اعظم ابو حنیفہؒ کو دیکھا نماز میں مشغول تھے مگر گریہ طاری تھا بے اختیار زار زار رونے جاتے تھے اور بڑی لجاجت و مسکنت سے یہ دعا کر رہے تھے۔

رب ارحمنی یوم تبعث	اے اللہ! مجھ پر رحم فرما جس روز کہ
عبادک وقنی عذابک واغفرلی	تیرے بندوں کی تیری بارگاہ میں پیشی
ذنوبی یوم یقوم الاشہاد [2]	ہو مجھے اپنے عذاب سے بچا، میرے
	گناہوں کو معاف فرما دے جس روز
	کہ کھڑے ہوں گے گواہی دینے والے

خوفِ خدا سے کانپ اٹھتے ابراہیم بصری نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایک روز مجھے نماز میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ساتھ کھڑے ہونے کا اتفاق ہوا صبح کی نماز کا وقت تھا امام قرأت کر رہے تھے جب امام نے یہ آیت پڑھی

ولا تحسبن اللہ غافلاً	اے مخاطب! جو کچھ یہ ظالم لوگ کر رہے ہیں
عما یعمل الظالمون (ابراہیم)	اللہ تعالیٰ کو ان سے بے خبر مت سمجھ

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۴۹، ۲۱۳، ۲۱۴ [2] ایضاً صہ ۲۲۵، مناقب موفق صہ ۲۳۱

تو امام ابو حنیفہ لرز گئے۔ وجود پر کپکپی طاری ہوئی اور مجھے نماز میں محسوس ہوا کہ ابو حنیفہ خدا کے خوف سے کانپ اٹھے ہیں [1]

بے انتہا گریہ و بکا نصر بن حاجب القرشی سے روایت ہے کہ میرے والد کی امام اعظم سے گہری دوستی تھی اور اکثر ان کی مصاحبت میں رہا کرتے تھے گاہے گاہے میں بھی اپنے والد کے ساتھ امام ابو حنیفہ کے ہاں رات گزار لیا کرتا تھا اس دوران مجھے بارہا یہ دیکھنے کا موقع ملا کہ ابو حنیفہ ساری ساری رات بیدار رہ کر مصروف عبادت رہتے اور گاہے آپ پر اس قدر گریہ و بکا طاری ہو جاتا کہ آنسو چٹائی (جائے نماز) پر ٹپکنے لگتے اور ان کے ٹپکنے کی آواز میں سنا کرتا تھا گویا موسلا دھار بارش ہو رہی ہے [2]



---

[1] عقود الجمان صہ ۲۲۸ [2] عقود الجمان صہ ۲۳

باب ۴

خلقِ خدا پر شفقت، رعایتِ حقوق، اخلاق و تواضع

حق گوئی و بے باکی، اور حکمرانوں پر تنقید و احتساب

اخلاق و محاسن کی اجمالی تصویر

امام ابویوسفؒ سے ایک مرتبہ کسی تقریب سے ہارون الرشید نے کہا، کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اوصاف اور اخلاق و محاسن بیان کیجئے تو امام ابویوسف نے فرمایا:۔

کان واللہ شدید الذب عن حرام اللہ، مجانبًا لاھل الدنیا، طویل الصمت، دائم الفکر، لم یکن مھذارًا ولاثرثارًا، ان سئل عن مسئلۃ کان عندہٗ علم اجاب فیھا، وما علمتہ یا امیر المؤمنین الّا صائنًا

(جہاں تک میں جانتا ہوں ابوحنیفہؒ کے اخلاق وعادات یہ تھے کہ) نہایت پرہیزگار تھے منہیات سے بچتے تھے اہل دنیا سے احتراز تھا، اکثر خاموش رہتے تھے اور زیادہ تر سوچا کرتے تھے۔ فضول باتیں کرنے اور بے مقصد کی گفتگو اور لایعنی کلام سے نفرت تھی جب کوئی شخص مسئلہ پوچھتا اور

لنفسہٖ و دینہٖ لا یذکر احدًا الّا بخیر فقال الرشید، ھذہٖ اخلاق الصالحین [۱]

ابوحنیفہ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ ہر طرح سے اپنے دین و ایمان کو محفوظ رکھتے غیبت سے بچتے تھے جب بھی کسی کا ذکر کرتے بھلائی کے ساتھ کرتے۔ ہارون الرشید نے ابویوسف کا بیان سنا تو کہنے لگا "صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں"

ابوحنیفہؒ کے اخلاص وللہیت، دیانت و تقوٰی، اور اخلاق و محاسن کی مندرجہ بالا اجمالی تصویر جو قاضی ابویوسف کی زبانی ہارون الرشید کے دربار میں بیان کی گئی یقینًا بڑے محتاط اور بغیر کسی مبالغہ کے حقیقت پسندانہ اور واقعاتی صورت کا عکس جمیل پیش کیا گیا بھرے دربار میں علماء اور معاصرین کی موجودگی میں جہاں حاسدین و مخالفین انگل رکھنے کی تاک میں ہوں مبالغہ آرائی کا تصور کب کیا جا سکتا تھا۔

مطالعہ و کتب بینی کا سرسری ذوق رکھنے والے گو اسے کچھ بھی نہ سمجھیں یا فصاحت و بلاغت کی ایک جھلک قرار دیں۔ یا مروجہ درویشی و بزرگی پر حمل کریں۔ غرض جو کچھ کہیں کہہ سکتے ہیں مگر علمی و روحانی اوصاف کے نکتہ شناس اور بحرِ معرفت کے غواص سمجھ سکتے ہیں کہ یہ طرزِ زندگی بظاہر جتنی بھی سادہ اور آسان نظر آتی ہے مگر اس کو عمل و کردار کی دنیا میں نباہ کے انجام دینا اسی قدر مشکل اور ہر لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔

ابوحنیفہؒ کے حسنِ اخلاق سے شرابی فقیہہ بن گیا

امام اعظم کے سوانح نگار

---

[۱] مناقب ابی حنیفۃ للذہبی ص۹ و مناقب موفق ص۱۸۱

ایک شرابی کا دلچسپ قصہ عام طور پر نقل کرتے آئے ہیں لکھا ہے کہ شرابی موچی تھا جو امام ابوحنیفہ کا پڑوسی تھا دن بھر بازار میں کام کرتا جوتے بناتا اور گانٹھتا۔ کام سے فارغ ہوتا تو اپنی کمائی سے پینے پلانے کا سامان اور شراب و کباب لے کر گھر آتا۔ محفل جماتا دوستوں کو بھی مدعو کرتا۔ رات بھر نشہ کی حالت میں خوب اودھم مچاتا۔ راوی کا بیان ہے کہ ہم نے اس کے پڑوس میں ہونے کی وجہ سے اس کے بہت سے خرافات سنے۔ اور نشہ کی حالت میں وہ یہ شعر کثرت سے پڑھتا تھا جو بار بار سن کو سب کو یاد ہوگیا[۹]

اَضَاعُونِیْ وَاَیَّ فَتًی اَضَاعُوا
لِیَوْمِ کَرِیْھَۃٍ وَسِدَادِ ثَغْرٍ

ترجمہ۔ لوگوں نے مجھے ضائع کر دیا اور کتنے بڑے باکمال نوجوان کو ضائع کر دیا۔ جو جنگ کے دنوں اور کٹھن حالات میں اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت میں کام آسکتا تھا۔

امام ابوحنیفہ اسے بار بار سمجھاتے نصیحت کرتے۔ مگر وہ ان حرکتوں سے باز نہ آتا محلہ والے بھی اس کی ان ہنگامہ آرائیوں سے تنگ تھے۔ شاید کسی نے تنگ آکر شکایت کر دی ہوگی۔ کہ ایک روز جب رات ہوئی تو پولیس اس کے گھر آدھمکی۔ اور بے چارہ گرفتار ہو کر جیل چلا گیا۔ جب رات ہوئی تو امام ابوحنیفہ کے کانوں میں حسب معمول اپنے اس شرابی پڑوسی کی آواز نہ آئی۔ دریافت فرمایا کہ ہمارے پڑوسی کو کیا ہوگیا ہے کہ آج ہمیشہ کا معمول ترک کر دیا ہے جب لوگوں نے اصل صورت حال بتائی تو بے چین ہوئے اور اپنے فاسق اور فاجر پڑوسی کی مصیبت میں گرفتاری کو ایک لمحہ بھی برداشت نہ کر سکے۔ خلاف دستور اپنے بلند مقام کا خیال کئے بغیر اپنے رفقاء کی ایک جماعت ساتھ لے کر دارالامارۃ پہنچے۔ کچہری میں کھلبلی مچ گئی۔ کہ امام ابوحنیفہ آج یہاں کیسے پہنچ گئے۔ حاکم کو اطلاع ہوئی تو اجلاس چھوڑ کر باہر نکل آیا۔ اور بڑی تعظیم و توقیر کی اور خاطر و مدارات سے پیش آیا۔ امام صاحب سے اس نے پڑھا بھی تھا۔ بہرحال تعجب سے حاکم

نے امام صاحب سے پوچھا کہ آج خلافِ معمول یہاں آپ کے قدم رنجہ فرمانے کی وجہ کیا ہوئی۔ حاکم امام صاحب کا یہ جواب سن کر دنگ رہ گیا جب امام صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے محلہ کا ایک موچی جو میرا پڑوسی ہے پولیس والوں نے اسے گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا ہے میں حاضر ہوا ہوں کہ میری ذمہ داری پر اسے اب رہا کر دیا جائے۔ بھلا اس میں حاکم کے لئے عذر کی گنجائش کیا ہو سکتی تھی۔ بہرحال حاکم نے امام صاحب کے شرابی پڑوسی اور اس کے عیاش ساتھیوں کو آزاد کر دیا۔

جب ابوحنیفہؒ کا پڑوسی جیل سے باہر آیا تو دیکھا کہ امام صاحب اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں اور اسے بار بار کہے جا رہے ہیں کیوں بھائی! میں نے تو آپ کو ضائع نہیں ہونے دیا اور اس سے امام صاحب کا اس کے گائے ہوئے مشہور شعر کو اشارہ تھا جو اوپر درج کر دیا گیا ہے۔

موچی بے چارہ آنکھیں جھکائے ہوئے تھا ابوحنیفہ کے اس خلقِ عظیم سے بے حد متاثر ندامت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اور بڑے ادب سے عرض کر رہا تھا

لا یاسیدی ومولائی لا ترانی
بعد الیوم افعل شیئًا تتاذی بہ[۱]

نہیں میرے سردار! میرے آقا! آج کے دن کے بعد آپ مجھے ایسی حرکتوں میں مبتلا نہیں پائیں گے۔ جن سے آپ کو اذیت پہنچی ہو۔

چنانچہ اس کے بعد وہ باقاعدگی سے امام صاحب کے حلقۂ درس میں شریک ہونے لگا کہتے ہیں کہ وہ اپنی توبہ میں سچا ثابت ہوا اور ایک وقت آیا کہ وہی شرابی کوفہ کے علماء کبار میں شمار ہونے لگا۔

۱؎ مناقب موفق ص ۲۰۱ ۔ وفیات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۱

اپنے مقروض کو معاف کر دیا اور اس سے معافی بھی مانگ لی

مشہور شیخ الصوفیہ حضرت شقیق بلخی کی یہ چشم دید روایت نقل کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میں ایک روز امام ابو حنیفہ کے ساتھ جا رہا تھا اتنے میں دور سے آتے ہوئے ایک شخص نے ہمیں دیکھ کر راستہ بدل دیا اور ایک دوسری گلی میں مڑ گیا۔ شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ امام صاحب اس شخص کو پکار رہے ہیں۔

"جس راستے پر تم آ رہے تھے اس پر چلے آؤ بھائی! دوسری راہ تم نے کیوں اختیار کر لی؟"

بے چارہ راہ گیر ٹھہر گیا۔ ہم قریب پہنچے تو بے چارہ کچھ شرمایا سا کھڑا ہوا ہے امام اعظم نے اس سے پوچھا کہ بھائی! تم نے اپنی راہ کیوں بدل لی؟ راہ گیر نے عرض کیا حضرت! دس ہزار کی رقم آپ کی مجھ پہ باقی ہے ادا کرنے میں تاخیر ہو گئی ہے آپ کو دیکھ کر سخت ندامت ہوئی نظر برابر کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا۔ اس لئے دوسری گلی کی طرف مڑ گیا تھا۔

امام اعظم نے فرمایا سبحان اللہ! بس اتنی سی بات کے لئے تم نے مجھے دیکھ کر راستہ بدل دیا تھا۔ اور مجھ سے چھپنے کی کوشش کی۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام صاحب نے قرض دار کو یہ بھی کہا کہ

قد وهبت منی کله [1] — جاؤ! میں نے یہ ساری رقم اپنی طرف سے تمہیں بخش دی ہے۔

امام اعظم نے صرف اس پر کہاں اکتفا کیا شقیق راوی ہیں کہ اس پر مستزاد یہ کہ امام اعظمؒ نے اپنی طرف سے اپنے قرض دار سے معافی مانگ لی اور اسے بڑی لجاجت سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ:

---

[1] مناقب موفق ص ۲۳۹

"بھائی! مجھے دیکھ کر تمہارے دل میں ندامت یا دہشت کی جو کیفیت پیدا ہوئی خدا کے لئے معاف کر دو"[1]

ایک مظلوم حمامی کی نصرت کا واقعہ

علامہ نعمانی نے قلائد عقود العقیان کے حوالہ سے ایک قصہ نقل کیا ہے جس سے بظاہر ابو حنیفہ کو تدوینِ فقہ کے خیال کی انگیخت ہوئی ہے لکھتے ہیں کہ:۔

دو شخص حمام میں نہانے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے۔ ایک ان میں سے نہا کر نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی اس نے دیدی اور یہ چلتا بنا۔ جب دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو حمامی نے عذر کیا اور کہا کہ میں نے تمہارے شریک کے حوالے کر دی ہے۔ اس نے عدالت میں استغاثہ کیا۔

قاضی صاحب نے حمامی کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تیرے لئے لازم تھا کہ دونوں کی موجودگی میں امانت واپس کرتا۔ بے چارہ حمامی گھبرایا ہوا امام اعظمؒ کے پاس آیا۔ اور سارا ماجرا سنایا۔ امام صاحب نے فرمایا۔ تم جا کر اس شخص سے کہو کہ میں تمہاری امانت ادا کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن قاعدہ کے موافق تنہا تمہیں نہیں دے سکتا۔ اپنے شریک کو لاؤ تو مجھ سے لے جاؤ۔ اس طرح شریک کو لایا نہ جا سکا۔ اور بیچارہ مظلوم حمامی ابو حنیفہ کی تدبیر سے ناجائز ظلم سے محفوظ رہا[2]

ابو حنیفہ کی تدبیر راست آئی اور متاع گم شدہ مل گئی!

ایک صاحب نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کیا کہ میں نے کچھ روپے ایک جگہ احتیاط سے رکھ دئے تھے اب ہزار کوشش کے باوجود یاد نہیں آ رہا کہ کہاں رکھے تھے مجھ کو سخت ضرورت درپیش ہے۔

---

[1] عقود الجمان ص ۲۳۵ [2] سیرت النعمان

امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ بھائی یہ مسئلہ تو فقہ میں کہیں بھی مذکور نہیں۔ مجھ سے کیا پوچھنے آئے ہو۔ اس شخص نے بڑی لجاجت کی اور کہا' خدارا میری مدد فرمائیے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ ابھی سے وضو کرکے ساری رات نماز پڑھو۔

صاحب واقعہ نے وضو کیا اور نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اتفاق یہ کہ تھوڑی دیر بعد کہ ابھی چند رکعت نماز پڑھی تھی اس کو یاد آگیا کہ روپے فلاں جگہ رکھے تھے۔ وہ شخص دوڑا ہوا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کی تدبیر راست آئی اور مجھے گم شدہ متاع مل گئی۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا ——ہاں شیطان کب گوارا کر سکتا تھا کہ رات بھر نماز پڑھتے رہو اس لئے اس نے جلد یاد دلا دیا۔ تاہم تمہارے لئے مناسب یہ تھا کہ اس کے شکریہ میں شب بیداری کرتے اور تمام رات نمازیں پڑھتے، تاکہ شیطان کو بھی ذلت نصیب ہوتی۔ ۱؎

اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندے کیلئے ابوحنیفہ کی خلیفہ منصور کے دربار میں سفارش

انسانی ہمدردی کے عام واقعات اور وہ بھی اہل اسلام کے ساتھ مواسات و ہمدردانہ معاملات کے حیرت انگیز واقعات امام اعظم ابوحنیفہ کی سیرت کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں مگر ہم دیکھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ابر کرم اور حسن سلوک کی بارش کے لئے اسلام کی شرط بھی نہیں تھی۔ صاحب معجم نے ابن بشکوال کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:۔

" ایک مرتبہ مشہور عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربار میں ایک ذمی (اسلامی ریاست ایک غیر مسلم باشندے) کی کوئی مشکل پیش آئی تھی۔ خلفاء اور بادشاہوں سے طبعاً نفرت

۱؎ وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۱۱ و عقود الجمان ص ۲۶۸

و اجتناب کے باوجود انسانی خدمت و مروت کے جذبات سے معمور طبیعت رکھنے والے امام ابوحنیفہ کو دیکھا گیا کہ صرف ایک دو مرتبہ نہیں اور مہینوں یا ہفتوں کے فاصلے سے بھی نہیں بلکہ ایک ہی دن میں چار مرتبہ اپنے قاصد کو خلیفہ کے دربار میں سفارش کا خط دے کر بھیجا جب اس سے کام بنتا نظر نہ آیا تو اسی ذمی یعنی غیر مسلم کے لئے پانچویں مرتبہ بنفس نفیس خلیفہ کے دربار میں تشریف لے گئے اور اس کی سفارش کی اور اس وقت تک مصر رہے جب تک کہ اس کا کام بر آیا۔" ۱؎

سفارش ذمی کی ہے اور وہ بھی کسی تھانیدار یا مجسٹریٹ یا گورنر کے پاس نہیں اپنے سب سے بڑے دشمن اور مخالف' اور اپنے وقت کے مطلق العنان فرماں روا خلیفہ منصور کے دربار میں، یہ حقیقت ہے کہ اتنی بڑی جرأت اور واقعات کی دنیا میں اس کو برت کر دکھانا دل گردے کا کام ہے جیسے امام اعظم ابوحنیفہ نے نباہ کر دکھایا۔

ابوحنیفہ کے نام سے کام ہوا اور امام صاحب بے حد مسرور ہوئے

امام اعظم کے تمام سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا حضرت! مجھے احتیاج اور ایک ضرورت پیش آگئی تھی میں نے آپ کی طرف سے آپ پر اعتماد کرتے ہوئے فلاں تاجر کے نام رقعہ لکھا کہ وہ مجھے تیس اشرفیاں بطور قرض کے بھیج دے۔ چنانچہ اس نے وہ بھیج دی ہیں۔ میں نے وصول کر کے اپنی مشکل حل کر لی ہے۔ لکھا ہے کہ امام صاحب کی یہ بات سن کر بجائے بگڑنے، ناراض ہونے یا بغیر اجازت کے کام پر سیخ پا ہونے کے یہ کہہ رہے تھے بھائی! میں نہیں سمجھتا کہ کسی سے نفع اٹھانے کا ایسا طریقہ بھی ہو سکتا ہے۔ اگر آپ کو اس سے بھی نفع پہنچا ہے تو مبارک ہو" ۲؎

۱؎ معجم المصنفین ج ۲ ص ۱۶۸ ۲؎ عقود الجمان و مناقب موفق ص ۲۴۳

اسی قسم کی ایک دوسری روایت بھی منقول ہے کہ جرجان کے گورنر کے نام امام ابوحنیفہ کے کسی ملنے والے نے امام صاحب کی طرف سے خط لکھا اور اس میں گورنر سے چار ہزار درہم کا مطالبہ کیا۔ گورنر نے خط پاتے ہی اسی وقت لکھنے والے کو چار ہزار درہم کی رقم روانہ کر دی جب امام صاحب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو کبیدہ خاطری اور رنجش و ناراضگی کے بجائے وہی کچھ فرمایا جو پہلے شخص سے کہا تھا[1]

گالیوں کا جواب اخلاق سے

حاسدوں کا گروہ گاہے گاہے شہر کے غنڈوں کو آمادہ کر کے امام اعظم کو بری بھلی باتیں بھی سنوایا کرتا تھا: تذکرہ نگاروں نے بیسیوں واقعات نقل کئے ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ ایک واقعہ درج کئے دیتے ہیں:۔

لکھا ہے کہ انہی غنڈوں میں ایک شخص امام صاحب کو سرِ راہ بُرا بھلا اور سخت سست کہتے ہوئے پیچھا کئے چاہتا تھا مقصد یہ تھا کہ امام صاحب بھی اس کی یاوہ گوئیوں کے جواب میں کچھ کہیں ۔ مگر امام ابوحنیفہ اس کی خرافات اور مغلظ گالیاں سنتے ، سر جھکائے گھر کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔ جب امام صاحب نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو گالیاں بکنے والا کھسیانا سا ہو کر کہنے لگا کہ

" کیا مجھے کوئی کتا فرض کر لیا ہے کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب بھی نہیں دیتے "

بلکہ اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ تب گالیاں بکنے والے سے خطاب کر کے فرمایا :۔

لو بھائی! اب تو میری حویلی آگئی اندر چلا جاؤں گا اگر جی نہ بھرا ہو تو میں ٹھہر جاتا ہوں تم اپنی بھڑاس اچھی طرح نکال لو[2]

---

[1] مناقب موفق صہ ۲۴۳

[2] عقود الجمان صہ ۲۷۱، ۲۹۲ و موفق $\frac{۲۴۸}{۱}$

بے پناہ صبر و تحمل

کسی بدنصیب نے غیظ و غضب اور شدت بغض و عداوت میں آکر حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو طمانچہ مارا۔ تو حضرت امام اعظم نے حد درجہ تلطف و انکسار سے فرمایا۔

بھائی! میں بھی تمہیں طمانچہ مار سکتا ہوں۔ لیکن مارتا نہیں، میں خلیفہ سے تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا۔ سحر گاہی کے وقت تیرے ظلم سے خدا تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا اور قیامت کے روز تمہارے ساتھ خصومت اور مقدمہ کر کے انصاف حاصل کر سکتا ہوں۔ مگر یہ بھی نہیں کرتا۔ بلکہ اگر مجھے قیامت کے روز رستگاری حاصل ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو تیرے بغیر میں جنت میں قدم بھی نہ رکھوں گا[1]

صبر و تحمل کی انتہا

عبدالرزاق بن ہمام کی روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم سے بڑھ کر حلیم اور طبعًا بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحب مسجد خیف میں تشریف فرما تھے۔ تلامذہ و معتقدین کا حلقہ قائم تھا۔ اتفاق سے میں بھی اسی محفل میں موجود تھا۔ کہ بصرہ سے آئے ہوئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے انہیں مفصل جواب دیا۔ سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام حسن بصری نے یوں کہا ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔

اخطاء الحسن — امام حسن سے غلطی ہوئی ہے۔

ابوحنیفہ کا یہ کہنا تھا کہ اسی حلقہ سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے منہ کو لپیٹ رکھا تھا اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

یا ابن الزانیہ — اے بدکار عورت کے بچے

---

[1] حدائق الحنفیہ

آپ یہ کہتے ہیں کہ حسن نے غلطی کی ؟

لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوئے بہت سوں کے خون کھولنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں چڑھالیں ۔ قریب تھا کہ اس کو انہیں اپنے کیے کی بدترین سزا دے دیں ۔ مگر امام صاحب نے بڑی سکینت اور وقار سے سب کو خاموش کر دیا اور قدرے غور و تامل کے بعد فرمانے لگے ۔

نعم اخطا الحسن و اصاب ابن مسعود فیما رواہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [1]	جی ہاں احسن سے غلطی ہوئی اور عبداللہ بن مسعود درست کہتے ہیں جس طرح کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے

ایسے مواقع پر جب کوئی بے تمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گروہی وابستگی میں بغض و عداوت اور استہزاء و گستاخی کی انتہا کو پہنچ جاتا تب بھی امام صاحب دعائیں دیتے معاف کرتے اور نفع و خیر خواہی کے سراپا پیکر بن جاتے ۔

ہزار دراہم کی تھیلی مستحق کو پہنچ گئی

ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے دوست کو ایک تھیلی (جس میں ایک ہزار دراہم موجود تھے) سپرد کرتے ہوئے یہ وصیت کی جب میرا بچہ بڑا ہو جائے تو اس میں سے جو آپ کو پسند ہو میرے بیٹے کے حوالے کر دیں چنانچہ وہ لڑکا بالغ ہوا اور عقل و شعور میں پختگی ہوئی تو اس کے باپ کے دوست نے اپنے مرحوم دوست کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے خالی تھیلی اس کے بیٹے کے حوالے کر دی اور ہزار دراہم اپنے پاس رکھ لئے لڑکے کو جب اصل صورت حال معلوم ہوئی ۔ تو اس نے بڑا واویلا کیا ۔ مگر اس کے باپ

[1] عقود الجمان ص ۲۸۰ و ابو زہرہ ص ۵۶

کے دوست نے کہا کہ یہ تو تیرے باپ نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بیٹے کے حوالے کر دے ۔ لہٰذا میں نے تھیلی کو پسند کیا اور تیرے حوالے کر دی شرعاً میں نے مرحوم کی وصیت پر صحیح عمل کیا اور عنداللہ میں بری ہوں ۔

جب لڑکا کسی طرح بھی کامیابی حاصل نہ کر سکا تو بے چارہ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں سارا قصہ سنایا ۔ تو امام صاحب نے وصی (لڑکے کے والد کے دوست) کو بلایا اور اس سے کہا کہ جب اس لڑکے کے باپ نے جو تمہارے دوست تھے تمہیں یہ وصیت کی تھی کہ جو چیز تمہیں پسند ہو وہ میرے بچے کے حوالے کر دو ۔ تو محترم! تمہیں اپنی پسند کی چیز اس بچے کے حوالے کرنا ہوگی ۔ ہزار دراہم جو تم نے اپنے پاس روک رکھے ہیں وہ تمہیں پسند ہیں اس لئے کہ انسان اپنے لئے وہی چیز روکتا ہے جو اسے پسند ہوتی ہے لہٰذا ہزار دراہم اس لڑکے کے حوالے کرنا ہوں گے [1]

احترام استاد

محمد بن یوسف صالحی نے لکھا ہے کہ ۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے دل میں استاذ کے احترام اور عظمت شیخ کا یہ عالم تھا کہ جب تک زندہ رہے استاد کے گھر کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سوئے حالاں کہ ابو حنیفہ اور ان کے استاد امام حماد کے گھروں کے درمیان فاصلہ طویل تھا اور درمیان میں تقریباً سات گلیاں پڑتی تھیں [2]

خود انکاری و تواضع

اپنے علم کے متعلق امام اعظم کے جو احساسات تھے ان کا پتہ خود ان کے بعض اقوال سے چلتا ہے ۔ کہتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں ایک آدمی یہ کہتے ہوئے داخل ہوا کہ ابو حنیفہ فقیہ کی دوکان کہاں ہے ؟ اتفاق سے یہ سوال انہوں نے خود امام ابو حنیفہ سے کیا تو امام صاحب نے جواب میں فرمایا ۔

[1] عقود الجمان ص ۲۸۱ [2] ایضاً ص ۲۹۳

ليس هو بفقيه انما هو مفت متكلف [1]

وہ فقیہ نہیں ہے بلکہ زبردستی مفتی (یعنی فتویٰ دینے والا) بن بیٹھا ہے

امام ابوحنیفہ نے امام اعمش کی مشکل حل کر دی

امام اعمش مشہور تابعی ہیں اور اکابر محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے سلیمان نام تھا ۶۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۴۷ھ میں وفات پائی۔ چار ہزار احادیث زبانی بیان کیا کرتے تھے۔ ان کے پاس کتاب نہیں ہوتی تھی۔ ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے اچھے نہیں تھے اعمش کہلانے کی وجہ بھی یہی ہے۔ کہ ان کی آنکھوں میں گوشت (چندھیاپن) آ گئی تھی۔ دوسری جانب ان کی رفیقۂ حیات، نہایت حسین و جمیل تھی۔ اپنے حسن و جمال پر اسے غرور تھا۔ بات بات پر اعمش سے جھگڑتی اور ہر کام میں جھگڑے کی بات پیدا کر لیتی۔ مختلف حیلوں اور بہانوں سے امام اعمش کو تنگ کر کے آپ سے ہمیشہ کے لئے نجات کی خواہش مند رہتی۔

ایک روز عشاء کے بعد کسی مسئلہ پر تنازعہ ہوا۔ دونوں طرف سے بات بڑھ گئی۔ اور شدت اختیار کر گئی۔ بالآخر بیوی نے امام اعمش سے بولنا بند کر دیا۔ امام اعمش نے ہزار جتن کئے۔ مختلف ترکیبیں سوجھیں مگر بیوی ان سے بولنے پر کسی طرح بھی رضامند نہ ہوئی۔ آخر غصہ میں آ کر امام اعمش نے قسم کھائی کہ اگر آج کی رات تو میرے ساتھ نہ بولی تو تجھ کو طلاق بائنہ۔

غصہ اور جذبات میں امام اعمش کے منہ سے یہ الفاظ نکل تو گئے مگر گھریلو حالات، چھوٹے بچوں کی نگہداشت، امور خانہ داری اور زوجہ کی رفاقت میں فطری تسکین خاطر اور دیگر مہم مسائل جب سامنے آئے تو حد درجہ نادم اور پشیمان ہوئے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ایک کے پاس گئے، دوسرے سے ملے۔ مگر کوئی تدبیر نہ سوجھی۔ بالآخر امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ عرض کیا۔ امام ابوحنیفہ نے تسلی دی

اور فرمایا، کوئی فکر کی بات نہیں۔ اطمینانِ خاطر رکھئے۔ آج صبح کی اذان آپ کے محلے میں صبح صادق سے پہلے پڑھوا دوں گا۔

چنانچہ امام ابوحنیفہؒ خود بہ نفس نفیس مسجد کے مؤذن سے ملے اور انہیں صبح صادق سے قبل اذان کہنے پر رضامند کر لیا۔ ابھی صبح صادق طلوع نہ ہوئی تھی کہ مؤذن نے اذان دے دی۔

ادھر امام اعمش کی بیوی نے جو پہلے ہی بوریا بستر سمیٹے صبح کی اذان کی منتظر بیٹھی تھی نے اذان سنی تو خوش ہوئی اور جوش مسرت میں بول اٹھی۔

"خدا کا شکر ہے آج بوڑھے بد اخلاق سے میرا دامن پاک ہوا۔"

امام اعمش نے کہا، خدا کا شکر ہے کہ مؤذن نے امام ابوحنیفہ کی مہربانی سے صبح صادق سے قبل اذان دے کر آپ کے ٹوٹنے والے رشتہ کو میرے ساتھ ہمیشہ کے لئے جوڑ دیا [1]

امام اعمش اور آٹے کی تھیلی امام اعظم نے مشکل حل کر دی

امام ابوبکر بن محمد زرنجری نے مناقب ابوحنیفہ میں نقل کیا ہے کہ:-

امام اعمش کو اوائل میں امام اعظم ابوحنیفہ سے میلان اور لگاؤ کم تھا اور ان کے بارے میں کچھ اچھی رائے نہ رکھتے تھے۔ امام اعمش خلقی طور پر خوبصورت نہ تھے اور طبعی طور پر تیز تھے۔ اپنی مزاجی اور طبعی حدت کی وجہ سے گاہے گاہے مصیبت میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حلف اٹھا بیٹھے کہ

"اگر میری بیوی نے مجھے آٹا کے ختم ہونے کی خبر دی یا اس سلسلہ میں کچھ لکھ کر دیا یا پیغام بھیجا یا کسی دوسرے کے سامنے اس کا ذکر کیا کہ مجھے آٹا کے ختم ہونے کی اطلاع ہو یا اس سلسلہ میں کوئی اشارہ کیا تو اس پر طلاق ہو۔

---

[1] عقود الجمان ص ۲۷۵ و مناقب موفق ص ۱۳۴

بیوی بے چاری حیران اور پریشان ہوگئی وہ اس مصیبت سے خلاصی چاہتی تھی۔ گھریلو ضرورت اور قوت لایموت کے لئے آخر آٹا کے بغیر کیسے گذارا کیا جا سکتا تھا۔ بڑے بڑے علماء اور فقہا سے مسئلہ دریافت کیا گیا مگر کوئی حل سامنے نہ آیا۔ مشورہ دینے والوں نے امام ابوحنیفہ سے مشکل حل کرانے کی بات کی تو فوراً امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا ماجرا سنا دیا۔ امام اعظمؒ نے فرمایا اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ مسئلہ سہل اور آسان ہے فرمایا۔

رات کو جب امام اعمش سو جائیں تو چپکے سے آٹے کی تھیلی ان کی چادر یا لنگی یا ان کے کسی بھی کپڑے کے ساتھ باندھ دیجئے۔ جب صبح اٹھیں گے تو آٹے کی خالی تھیلی کو اپنے کپڑے کے ساتھ بندھا ہوا دیکھ کر خود بخود یہ سمجھ جائیں گے کہ گھر میں آٹا ختم ہوگیا ہے۔ اس طرح تمہارے معاش اور گذران اوقات کی تدبیر ہوتی رہے گی۔ چنانچہ امام صاحب کی ہدایت کے مطابق امام اعمش کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ جب امام اعمش خواب سے اٹھے اور چادر اور لنگی اٹھائی یا کپڑے سمیٹے تو دیکھا کہ آٹے کی تھیلی ساتھ بندھی ہوئی ہے کپڑے کے اٹھانے سے وہ بھی کھینچ کر ان کے پاس آگئی۔ سمجھ گئے کہ گھر میں آٹا ختم ہوگیا ہے

امام اعمش نے یہ منظر دیکھا تو پس منظر کے مدبر کو بھی جان گئے۔ اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ حیلہ اور خلاصی کی ایسی تدبیر تو ابوحنیفہ ہی کی ہو سکتی ہے۔ اور ہماری بات آگے چل کب سکتی ہے جب ابوحنیفہ موجود ہوں۔ اس شخص نے تو ہماری عورتوں پر ہماری قلت فہم اور عجز رائے ظاہر کرکے ہماری فضیحت کر دی ہے[۵]

ابوحنیفہ کی تدبیر سے مظلوم کے قتل کا فیصلہ گورنر نے آزادی سے بدل دیا

ایک روز امام اعظم ابوحنیفہ کا گورنر ابن ہبیرہ کے ہاں جانا ہوا۔ اچانک دیکھا

[۵] عقود الجمان صہ ۲۷۶

کہ اس کے سامنے ایک شخص کو پیش کیا گیا ہے جسے وہ قتل کر دینے کی دھمکی سنا رہا ہے مگر ابوحنیفہ کے تشریف لانے سے گورنر ابن ہبیرہ امام صاحب کے لئے سراپا اکرام و اعزاز بن گئے۔ بے چارے قتل کی دھمکی سنائے جانے والے مظلوم نے دیکھا کہ گورنر کے ہاں امام ابوحنیفہ کا اکرام و اعتماد ہے اور ہمہ پہلوان کی رعایت کی جاتی ہے تو اس نے از خود گورنر کے سامنے امام صاحب سے عرض کیا۔

اے ابوحنیفہ! کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں؟

امام صاحب ابن ہبیرہ کی دھمکی کے پیش نظر مظلوم سائل کے سوال کی حقیقت اور اس کے پس منظر کو سمجھ چکے تھے، تو آپ نے بغیر کسی تامل کے اور سائل سے بغیر سابقہ تعارف کے فوراً ارشاد فرمایا کہ:۔

ہاں! آپ کو تو میں پہچانتا ہوں آپ وہی تو ہیں کہ جب اذان دیتے وقت کلمہ لا الہ الا اللہ پہ آتے ہو تو آواز کو خوب کھینچ لیتے ہو۔

سائل نے کہا جی ہاں۔ آپ نے درست فرمایا۔

ابوحنیفہ کا اس کلام سے مقصد یہ تھا کہ میں اسے جانتا ہوں کہ یہ شخص اہل توحید سے ہے

گورنر ابن ہبیرہ نے یہ سنا تو کہا۔ اچھا بھائی اذان کہو۔ اس نے اذان کہی۔

امام صاحب نے فرمایا درست ہے۔ ماشاء اللہ، جزاک اللہ۔ گورنر ابن ہبیرہ نے یہ دیکھا تو اسے آزاد کر دیا[۱]

سو روپے کے مطالبہ پر بھی ابوحنیفہ نے ۵ سو روپے ادا کئے

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کوئی عورت خز کا تھان لے کر امام اعظم کی دکان پر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرا یہ کپڑا بھی فروخت کرا دیجئے۔

[۱] عقود الجمان صہ ۲۸۵ ومناقب موفق صہ ۱۶۲

امام صاحب نے عورت سے اس کی قیمت پوچھی۔
کہنے لگی سو روپے۔ امام صاحب نے فرمایا یہ تو بہت کم ہے۔
کہنے لگی دو سو روپے۔
امام صاحب نے کہا یہ بھی تو کم ہے۔ عورت متعجب ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا۔
یہ تھان پانچ سو روپے سے کم قیمت کا ہرگز نہیں۔
عورت نے امام صاحب سے کہا آپ شاید میرے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے ہیں۔
امام صاحب نے ہنسی مذاق کب کرنا تھا پانچ سو روپے اپنے پاس سے عورت کو دے دئے اور تھان اپنے پاس رکھ لیا۔

آج کی دنیا میں شاید ہی کوئی ایسا نظر آئے اور اگر کوئی ایسا اقدام کرنے کے لئے تیار بھی ہو جائے تو بھی منظر خسارہ اور تاوان پہ جائے — مگر امام اعظم کے اس محتاط عمل اور دیانت سے بھرپور کردار نے ان کے کاروبار تجارت کو خسارہ اور نقصان کے بجائے مزید چمکایا اور آگے بڑھایا[1]

غسل جنابت بھی ہو گیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی!

ایک صاحب امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے بظاہر ایک لاینحل مشکل درپیش ہے اگر غسل کرتا ہوں تو بیوی کو طلاق ہوتی ہے اگر جنابت میں رہتا ہوں تو اللہ ناراض ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ اگر میں غسلِ جنابت کروں تو میری بیوی پر تین طلاق —— اب کیا کروں، خدارا میری مدد فرمائیے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور باتوں باتوں میں انہیں وہاں قریب کے ایک نہر

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۴۳ و مناقب موفق صہ ۱۹۶

کی پل پر لائے اور دفعتہً اسے پانی میں دھکا دے دیا۔ وہ شخص از سر تا قدم پانی میں ڈوب گیا پھر امام صاحب نے اسے باہر نکلوایا اور اس سے فرمایا۔
جا، اب تیرا غسل بھی ہو گیا ہے اور بیوی کو بھی طلاق نہیں ہوئی[1]

ابوحنیفہ کے قیاس سے مال مسروقہ برآمد ہو گیا

ایک مرتبہ امام اعظم کے پڑوس میں کسی صاحب کا مور (طاؤس) گم ہو گیا۔ بے چارے نے بڑی محبت سے پال رکھا تھا۔ بہت تلاش کی کہیں پتہ نہ چلا۔ بالآخر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی ظاہر کی کہ میرا مور گم ہو گیا ہے اور تلاش بسیار کے باوجود کہیں پتہ نہ چل سکا۔
امام صاحب نے فرمایا۔ اب خاموش ہو جا۔ فکر نہ کر اللہ پاک تمہاری مدد فرمائے گا۔
جب صبح ہوئی اور امام صاحب مسجد تشریف لے گئے تو حاضرین کے مجمع سے دوسری باتوں کے ضمن میں یہ بھی کہا کہ تمہارے اندر کے اس شخص کو حیا اور شرم کرنی چاہیئے جو اپنے پڑوسی کا مور چرا کر نماز پڑھنے آتا ہے حالاں کہ چرائے ہوئے مور کے پر اس کے سر پر ابھی موجود ہیں تو جس شخص نے مور چرایا تھا جلدی سے سر پر ہاتھ مارنے لگا۔ ابوحنیفہ اسے تاڑ گئے جب لوگ چلے گئے تو خلوت میں اسے سمجھا بجھا کر مور اس سے اپنے مالک کو واپس دلوا دیا[2]

ابوحنیفہ کی تدبیر سے بڑے مہر کے باوجود نادار کا نکاح ہو گیا

بشیر بن ولید سے روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ کے پڑوس میں ایک نوجوان رہتا تھا جو امام صاحب کے حلقہ میں کثرت سے آتا اور عموماً حاضر باش رہتا۔ اس نے ایک روز حضرت امام صاحب سے عرض کیا کہ میں کوفہ کے فلاں خاندان سے رشتہ کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں، میں نے

---

[1] مناقب موفق صہ ۱۶۲ [2] عقود الجمان صہ ۲۷۵

ان کے ہاں خطبہ یعنی پیغام نکاح بھی بھیج دیا ہے۔ مگر انہوں نے مجھ سے اتنا بڑا مہر طلب کیا ہے جو میری مالی طاقت اور وسعت سے باہر ہے اور ادھر طبیعت بھی نکاح کر لینے کے لئے بے قرار ہے۔ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

امام صاحب نے فرمایا استخارہ کر لو اور پھر جو کچھ وہ مہر طلب کریں کسی بھی طریقہ سے یعنی قرضہ وغیرہ لے کر انہیں دے دو۔ چنانچہ اس نے ابو حنیفہ کی ہدایت کے مطابق مطلوبہ مہر ادا کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اور لڑکی کے خاندان کو اطلاع کر دی۔ تو عقد نکاح منعقد ہوا۔ اور وہ شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ میں نے لڑکی کے خاندان سے درخواست کی ہے کہ مہر کی کچھ رقم اب لے لو، بقیہ رقم جب بھی مجھے میسر ہو گی ادا کر دوں گا۔ مگر وہ نہیں مانتے۔ اور لڑکی کی رخصتی پر رضا مند نہیں ہو رہے جب تک کہ میں سارا مہر ادا نہ کر دوں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ ایک حیلہ اور تدبیر اختیار کرو۔ اس وقت مہر کی رقم کسی سے قرض لے کر ادا کر دو۔ اور کسی طرح اپنی بیوی تک پہنچ جاؤ۔ مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کی درشتی اور سخت مزاجی کی وجہ سے تمہارا کام آسان ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں سے قرض لیا اور زیادہ تر قرضہ امام صاحب نے دیا اور دین مہر ادا کر دیا تو والدین نے لڑکی کی رخصتی کر دی۔

اب امام صاحب نے اس شخص کو سمجھایا! کہ تم یہ ظاہر کر دو کہ تمہارا اس شہر سے دور دراز جانے کا ارادہ ہے اور یہ بھی ارادہ ہے کہ اپنی بیوی بھی اس سفر میں ہمراہ رہے گی۔ تو تم میں سے کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ دو اونٹ کرائے پر لایا اور یہ ظاہر کر دیا کہ وہ بطلبِ معاش خراسان جانے کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کا ارادہ بیوی کو بھی ہمراہ لے جانے کا ہے۔

لڑکی کے خاندان والوں پر اس کا یہ ارادہ ناگوار اور بہت شاق گذرا۔ وہ امام صاحب

کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کی شکایت کرنے لگے اور اس سلسلہ میں مسئلہ دریافت کیا کہ اس کا شرعی حکم کیا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اس کو شرعاً اختیار ہے جہاں چاہے لے جائے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اپنی لخت جگر کی جدائی بہت شاق ہے ہم کسی طرح بھی، لڑکی کو ساتھ لے جانے کی اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔ تو امام صاحب نے فرمایا یہ تو آسان بات ہے اس کو راضی کر لو۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ جو کچھ مال تم نے اس سے لیا ہے واپس کر دو۔ جب انہوں نے یہ بات مان لی تو امام صاحب نے اس کو بلا یا اور کہا کہ لڑکی کے خاندان والے اس بات پر رضا مند ہو گئے ہیں کہ جو کچھ تم سے مہر لیا ہے واپس کر دیں اور تجھے قرض وغیرہ سے بری کر دیں۔

امام صاحب کی اس تجویز سے نوجوان کو شہ ملی اور مزید بگڑ گیا۔ اور کہا

فانا ارید منهم شيئاً آخر فوق ذالك — میں تو ان سے اس رقم سے بڑھ کر کچھ مزید حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

مگر امام صاحب نے تنبیہ کی اور اس کے ناجائز اقدام اور حصول دولت کے نشہ کو کافور کر دیا اور کہا یا تو اسی رقم پر راضی ہو جاؤ۔ ورنہ پھر اگر عورت نے کسی کے بارے میں اپنے ذمہ قرض کا اعتراف کر لیا تو پھر جب تک وہ قرضہ ادا نہیں کر لیتی تم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔

نوجوان گھبرایا اور سٹپٹا کر کہا! خدارا جو کچھ آپ دلوا رہے ہیں اسی پر راضی ہوں کہیں اس ترکیب سے وہ مطلع نہ ہو جائیں اور میرا بنا ہوا مسئلہ بگڑ جائے — چنانچہ جو رقم امام صاحب اس کو دلوا رہے تھے اسی کو واپس لینے پر رضا مند ہو گیا۔[1]

دھوبی کا مسئلہ۔ امام ابو یوسف کی ندامت۔ | امام ابو یوسف امام ابو حنیفہ کے

[1] عقود الجمان ص ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱/۲ و مناقب موفق ص ۱۳۰

تلمیذ رشید اور قریب ترین اصحاب سے تھے۔ ذہین، اخاذ، فقیہ اور مسائل کے استنباط واجتہاد میں کافی دسترس رکھتے تھے۔ ابو حنیفہ سے فیض حاصل کیا اور ابو حنیفہ کی حوصلہ افزائیوں سے خود اعتمادی پیدا ہوئی۔ ایک طویل اور شدید بیماری سے افاقہ کے بعد اپنی علیحدہ درسگاہ قائم کر لی۔ نہ امام اعظم ابو حنیفہ سے اس کی اجازت لی اور نہ امام صاحب نے فی الحال ان کے مجلس درس قائم کرنے کو مناسب سمجھا۔ چنانچہ امام ابو حنیفہ نے ایک صاحب کو ایک استفتاء سکھلا کر امام ابو یوسف کی مجلس درس میں بھیج دیا کہ

" ایک شخص نے کسی دھوبی کو کپڑا دھونے کے لئے دیا۔ دھوبی نے اس کو واپس لینے کی تاریخ بتادی جب کپڑے کا مالک متعینہ تاریخ کو اپنا کپڑا مانگنے آیا تو دھوبی نے کپڑا واپس دینے سے انکار کر دیا۔

پھر اس کے بعد خود دھوبی کپڑا دینے آیا تو کپڑے کے مالک پر اس دھوبی کی اجرت واجب ہو گی یا نہیں ؟ اگر ابو یوسف کہیں کہ اجرت واجب ہو گی تو تم کہہ دینا کہ غلط، اور اگر کہیں کہ اجرت واجب نہیں ہوئی تب بھی کہہ دینا کہ غلط۔

چنانچہ امام حنیفہ کا فرستادہ شخص امام ابو یوسف کی مجلس درس میں حاضر ہوا اور جس طرح اسے بتایا گیا تھا اس نے وہی کیا اور کہا۔

امام ابو یوسف ذہین اور دوررس تھے فوراً سمجھ گئے کہ اس کا پس منظر کیا ہے —

گھبرائے اپنے فعل پر تنبہ حاصل ہوا۔ فوراً امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ "تمہیں یہاں دھوبی والا مسئلہ لایا"

امام ابو یوسف اپنے کئے پر نادم تھے۔ امام ابو حنیفہ نے مسئلہ کو سلجھاتے ہوئے فرمایا کہ جب دھوبی نے کپڑا دھونے سے پہلے کپڑا دینے سے انکار کر دیا تھا تب وہ غاصب قرار پایا۔ اور غاصب کے لئے اجرت نہیں ہوتی۔ اور جب کپڑا دھونے کے بعد انکار کر دیا تھا تو کپڑا دھونے کی وجہ سے اجرت واجب ہو گئی تھی۔ اب جب وہ کپڑا از خود واپس لے آیا تو غصب

کا جرم ساقط ہو گیا تو اس کا حق اجرت بدستور باقی رہا۔[1]

عداوت محبت میں بدل گئی

امام وکیع کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک بڑے حافظ الحدیث رہا کرتے تھے۔ مگر انہیں امام اعظم ابو حنیفہ سے دشمنی تھی۔ ہمیشہ ان کی مخالفت اور عداوت میں پیش پیش رہا کرتے تھے۔ اچانک ایک روز اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان کچھ بات بڑھ گئی۔ تو بیوی سے کہا ، "اگر آج رات تو نے مجھ سے طلاق کا مطالبہ کیا اور میں نے تجھے طلاق نہ دی تو تجھ پر طلاق ہو" عورت نے سنا تو جواباً کہا، "اگر آج رات میں نے آپ سے طلاق کا مطالبہ نہ کیا تو میرے سارے غلام آزاد ہوں"

بعد میں جب ہوش ٹھکانے لگے تو دونوں کو ندامت ہوئی۔ اور دونوں مشہور ائمہ وقت سفیان ثوری اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس حاضر ہوئے۔ مگر الجھا ہوا مسئلہ نہ سلجھ سکا۔ اور بے چارے میاں بیوی دونوں جب وہاں کوئی مخلص نہ پا سکے تو لاچار طوعاً و کرہاً امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مندرجہ بالا صورت واقعہ بیان کی۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نے اسی وقت بغیر کسی تامل کے لاینحل مسئلہ چٹکی میں حل کر دیا۔ چنانچہ عورت سے فرمایا "تو ابھی سے اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر لے" اس نے ابو حنیفہ کی ہدایت کے مطابق اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کر دیا۔ مرد سے کہا تو عورت کے مطالبہ کے جواب میں یوں کہنا کہ تجھے طلاق ہے اگر تو چاہے اور عورت سے کہا کہ خاوند کے جواب میں یوں کہنا کہ میں ہرگز طلاق نہیں چاہتی۔ چنانچہ دونوں نے ابو حنیفہ کی تعلیم کے مطابق عمل کیا۔ تو ابو حنیفہ نے دونوں سے فرمایا۔ اس عمل کے بعد اب دونوں بری ہو گئے ہو۔ اور طلاق واقع نہ ہو گی۔ اور تمہارے اوپر کوئی حنث نہ ہو گا۔

ابو حنیفہ کے پڑوسی نے امام صاحب کی یہ ذہانت و بصیرت اور اپنے ساتھ شفقت

---

[1] وفیات الاعیان ج ۵ صہ ۴۰۸، وعقود الجمان صہ ۲۵۳

ومروت دیکھی تو سابقہ عداوت سے توبہ کی اور اس کے بعد دونوں میاں بیوی جب بھی نماز پڑھتے تو ابو حنیفہ کی مغفرت، رفع درجات کی دعا کرتے اور اسطرح عداوت محبت میں بدل گئی۔[1]

جھوٹے نبی سے علامات نبوّت کی طلب کفر ہے

امام ابو حنیفہ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعوای کیا۔ لوگوں نے اسے گرفتار کر لیا شاید سزا دیتے ہوں یا بحث ومناظرہ کرتے ہوں۔ بہرحال جھوٹے نبی نے لوگوں سے کہا۔

"مجھے قدرے مہلت دے دو کہ تمہارے سامنے اپنی نبوت کے علامات اور صداقت کے نشانات پیش کر دوں۔"

لوگوں نے اس سے علاماتِ نبوت کے طلب کرنے یا دیکھنے میں قدرے تامل کیا کہ چلو یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے۔

امام اعظم نے فرمایا۔ نہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ جھوٹے نبی سے علامات نبوت کی طلب کفر ہے اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لَا نَبِیَّ بَعْدِی — میرے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں آئے گا

جھوٹے نبی سے علاماتِ نبوت کی طلب امکانِ نبوت کی غمازی ہے جس سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی صداقت اور ختم نبوت میں شک پڑنے کا اندیشہ ہے جو موجب کفر ہے۔[2]

بارگاہِ خلافت میں دعوت و تبلیغ کا حکیمانہ انداز

عبدالعزیز بن ابی رواد کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہیں امیرالمومنین نے دربار خلافت میں بلایا۔ وہ پریشان ہوئے۔ امام

[1] عقود الجمان صہ ۲۸۳ [2] ایضاً صہ ۲۶۲ ومناقب موفق صہ ۱۳۶

اعظم ابو حنیفہ کے شاگرد تھے اس لئے فوراً مشورہ کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ مجھے جب خلیفہ کے دربار میں حاضری دینی ہی ہے تو یہ میرے لئے مشکل ہے کہ میں ان کے دربار میں حاضر ہو کر بھی معروف کا امر اور منکر سے نہی کئے بغیر واپس آجاؤں۔ اس لئے آپ مجھے اس سلسلہ میں ہدایت دیں کہ میں ان کے دربار میں ایسے طریقہ سے وعظ کہہ سکوں کہ اشتعال انگیز بھی نہ ہو اور موثر بھی خوب ہو۔

امام اعظم نے فرمایا۔ اوّلاً ان کے دربار میں جا کر سنت کے مطابق سلام کہنا اور پھر خاموش رہنا۔ جب وہ آپ سے کسی مسئلہ یا مشورہ کے بارہ میں کوئی بات پوچھیں اور اس کا جواب آپ کو معلوم ہو تو کھلے دل سے بتا دیں اور اسی ضمن میں دورانِ تقریر یہ بھی کہہ دیں کہ اے امیرالمومنین! دنیا اور اس کا جاہ ومنصب چار چیزوں کے لئے حاصل کیا جاتا ہے:۔

۱۔ عزت وشرف کے لئے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ آپ شریف ہی نہیں شریف ابن شریف ہیں۔
۲۔ حصولِ سلطنت کے لئے، اور الحمد للہ کہ آپ عرب وعجم کی سلطنت کے حکمران ہیں
۳۔ طلبِ مال کے لئے، اور اللہ نے آپ کو مال ودولت کی وسعتوں اور فراوانی سے نوازا ہے۔
۴۔ اے امیرالمومنین، اب آپ اللہ کا تقوی اختیار کیجئے اور عمل صالح اپنائیے کہ اس سے دنیا وآخرت کی دولتیں اور ہمیشہ کی لازوال سعادتیں حاصل ہوتی ہیں۔[1]

گورنر ابن ہبیرہ سے بے باکانہ گفتگو

بنی امیۃ کی حکومت قاہرہ کے سب سے بڑے مطلق العنان گورنر ابن ہبیرہ نے ایک دفعہ اپنی سرکار

[1] عقود الجمان صہ ۳۰۵

ناہمار کی ترجمانی اور سیاسی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے امام اعظم سے دوستی و تعلق کا ہاتھ بڑھایا اور بڑے اشتیاق و پرتپاک لہجے میں عرض کیا۔

" اے بزرگوار! آپ گاہے گاہے ہمارے ہاں تشریف لایا کیجیے تو آپ سے ہم فائدہ اٹھائیں اور ہمیں آپ سے نفع ہو"

امام اعظم ابوحنیفہ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

جناب، تم سے مل کر کیا کروں گا تم مجھے نزدیکی اور قرب عطا کرو گے تو احسان کرو گے اور میں فتنہ و ابتلاء کے دام میں آجاؤں گا اور اگر تم ناراض ہوئے اور مجھے قرب کے بعد دور کر دیا تو اس میں میری ذلت ہے۔ بہرحال جو کچھ تمہارے پاس ہے مجھے اس کی حاجت نہیں۔ اور جو کچھ (علم) میرے پاس ہے اس کو کوئی مجھ سے چھین نہیں سکتا اور آخر میں بڑی بے باکی اور استغناء کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے گورنر سے کہا۔

جناب! تمہارے پاس کوئی بھی ایسی چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے میں تم سے ڈروں اور الحمدللہ کہ ابوحنیفہ مال و جاہ کے لحاظ سے مستغنی ہے اللہ نے اسے دونوں نعمتوں سے مالا مال کر دیا ہے[1]

گورنر کا گھمنڈ ابوحنیفہ کے نشۂ ایمان کو نہ توڑ سکا

حکومت بنی امیہ کی پالیسی ابتدائے روز سے حضرت امام اعظم کے متعلق یہی تھی کہ پہلے نرمی سے کام لیا جائے اور نرمی میں جس حد تک مبالغہ ممکن ہے اس میں کمی نہ کی جائے لیکن نرمی سے جب کام نہ چلے تب گرمی کے طریقوں کو اختیار کیا جائے۔ بنی امیہ کی حکومت قاہرہ کے سب سے بڑے گورنر ابن ہبیرہ نے اس پالیسی کے پیش نظر اولاً امام ابوحنیفہؒ سے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ عراق و ایران اور خراسان جیسے عظیم

[1] مناع ابوحنیفہ صـ ۲۲۵ وعقود الجمان صـ ۲۰۰

صوبوں کے مطلق العنان حاکم (گورنر) نے حضرت امام صاحب کو گورنر کے بعد سب سے با اختیار وزیر بنائے جانے کی پیش کش کی اور پیغام بھیجا کہ گورنر کی مہر بھی ان کے پاس ہو گی تاکہ جو کوئی حکم نافذ ہو اور کوئی کاغذ حکومت کی طرف سے صادر ہو خزانہ سے کوئی مال برآمد ہو وہ سب امام صاحب کے ہاتھ سے نکلے۔ اور ان ہی کی نگرانی میں ہو۔

مگر امام ابوحنیفہ مال و جاہ کے لحاظ سے مستغنی تھے۔ اللہ نے ان کو حقائق شناس فطرت بخشی تھی لہذا امام ابوحنیفہ کے استغنائی طرز عمل، عہدہ و منصب سے انکار اور بے باکانہ گفتگو سے ابن ہبیرہ مایوس ہو گیا تو نرمی کے بعد گرمی اور لالچ کے بعد دھونس دھمکی کا طریقہ اختیار کیا۔ ناصحانِ مشفق سمجھانے لگے تو امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔

"حکومت کی قضاء۔ ملازمت، وزارت تو خیر بڑی چیزیں ہیں اگر حکومت مجھ سے چاہے کہ وسط شہر کی مسجد کے صرف دروازے گنا کروں تو یہ بھی نہیں کروں گا"

ادھر ابن ہبیرہ نے ابوحنیفہ کے انکار پر اصرار کی صورت میں تمام اختیارات استعمال کرنے کی قسم کھا لی۔ ادھر ابوحنیفہ بھی عدم شرکت کی قسم کھا چکے تھے۔

فَوَاللّٰہِ لَا اَدْخُلُ ذٰلِکَ	خدا کی قسم! میں اپنے آپ کو کبھی بھی حکومت میں شریک نہیں کروں گا۔

حکومت کو ابوحنیفہ کا یہ وطیرہ ایک لمحہ بھی پسند نہ تھا۔ گورنر ابن ہبیرہ نے آپ کو ۱۵ دن کے لئے جیل بھیج دیا۔ وہاں بھی طمع و لالچ اور جاہ و منصب کی مسلسل پیش کش ہوتی رہی۔ وزارت عدالت عالیہ کی صدارت، غرض کیا کچھ تھا جو نہیں پیش کیا گیا۔ مگر امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ تو گورنر ابن ہبیرہ غضب ناک ہوا اور قسم کھائی کہ

وان لم یفعل لنضربنہ بالسیاط	اگر عہدہ قضاء کو بھی امام ابوحنیفہ نے قبول نہ کیا تو میں اس کے سر پر ضرور

کوڑے ماروں گا۔

امارت کے گھمنڈ میں قسم کھانے والے گورنر کی دھمکی سے لوگ کانپ اٹھے۔ مگر ابوحنیفہ کی نظر، گورنر کے دربار سے بڑھ کر رب ذوالجلال کے جلال پر تھی۔ اسی لب و لہجہ میں فرمایا۔

وَاللہِ لَا فَعَلْتُ لَوْ قَتَلَنِیْ۔

خدا کی قسم میں ہرگز عہدۂ قضا قبول نہیں کروں گا۔ مجھے ابن ہبیرہ قتل ہی کیوں نہ کر دے۔

گورنر تلملا اٹھا اور امام صاحب کو جیل سے نکلوا کر اپنے سامنے پیش کیا غصہ سے جہنم کی آگ کی طرح بھڑک رہا تھا۔ دنیوی اختیارات کی وسعتوں کے پیش نظر امام صاحب کو موت تک کی دھمکی دی۔ امام صاحب نے سکینت، استقامت اور بڑی بے نیازی کے ساتھ فرمایا۔

اِنَّما هِیَ مِیْتَۃٌ وَاحِدَۃٌ

صرف ایک ہی موت تک ابن ہبیرہ کا اقتدار ہے۔

ابن ہبیرہ کی دنیوی سزا مجھ پر آخرت کے گرزوں کی مار سے بہت آسان ہے بخدا میں یہ عہدہ ہرگز قبول نہ کروں گا۔ اگرچہ وہ مجھے قتل ہی کر ڈالے [1]

جب ناصحین مخلصین نے چشم پوشی اور معاملہ میں نرمی برتنے کی تلقین کی اور کچھ سمجھانا چاہا تو امام صاحب نے فرمایا۔

"میں کیسے اس عہدہ کو قبول کروں جب کہ وہ کسی کی گردن مارنے کا حکم دے گا اور میں اس پر مہر تصدیق ثبت کروں گا۔ بخدا میں ہرگز اس عہدہ کو قبول نہیں کروں گا" [2]

---

[1] مناقب کردری ص ۳۰۵ [2] مناقب صدرالائمہ باب الثامن عشر ص ۲۷۳

اس کے بعد اکابر علما، اور ائمہ عصر قاضی ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند جیسے اکابر علماء کا ایک وفد امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حکومت کے قطعی عزائم سے امام صاحب کو آگاہ کیا۔ اور مفت میں جان کو خطرہ میں ڈالنے سے بچانے کی پر زور تلقین کی۔ مگر امام صاحب نے فرمایا۔

لو ارادنی ان اعدله ابواب مسجد واسط لم ادخل فی ذلك [1]

اگر گورنر ابن ہبیرہ مجھے واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم دے تو میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں۔

پھر سزا کس طرح دی گئی اندرون خانہ نہیں سر عام، موفق نے لکھا ہے۔

"ہر روز ان کو باہر نکالا جاتا اور منادی کرا کے لوگوں کو جمع کرایا جاتا جب لوگ جمع ہو جاتے تو عام لوگوں کے سامنے ان کو روزانہ دس کوڑے سزا دی جاتی رہی اسی طرح بارہ روز، ۱۲۰ کوڑے پورے کئے گئے اور بازاروں میں ان کو پھرایا جاتا رہا

بہر حال امام صاحب کی حق گوئی کی پاداش میں گورنر کے اشارہ سے جلاد ان پر ٹوٹ پڑتے امام صاحب کے کھلے سر پر پے در پے کوڑے برس رہے تھے جب سزا کے بعد امام صاحب کو واپس جیل خانہ لے جایا جا رہا تھا تو سر پر مار کے نشان پڑے ہوئے تھے اور مظلوم امام کا چہرہ سوجا ہوا تھا [2]

احترام والدہ

راستہ میں واپسی پر کسی تصور سے امام صاحب پر گریہ طاری ہوا لوگوں نے وجہ دریافت کی تو امام صاحب نے فرمایا۔

"اس مار کا مجھے خیال نہیں بلکہ مجھے اپنی والدہ کا خیال آتا ہے میری اس مظلومیت اور مار کو دیکھ کر ان بے چاری کا کیا حال ہوگا [3]

---

[1] مناقب کردری ص ۲۷۵ [2] موفق ص ۲۷۴ [3] کردری ص ۲۷۳ عقود الجمان ص ۲۱۳

ابوحنیفہ کی مظلومیت پر ان کے بیٹے اور نواسے کی گفتگو

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ ابن ہبیرہ نے امام اعظم کو ۱۱۰ کوڑے مروائے اور روزانہ دس کوڑے لگوانے کا معمول تھا۔

امام احمد بن حنبل جب امام اعظم ابوحنیفہ کی اس مظلومانہ حالت کو یاد کرتے تو بے اختیار ہو کر رونے لگتے۔ اور امام صاحب کے لئے اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں کرتے[1]

ابوحنیفہؒ کے نواسے اسماعیل کا بیان ہے کہ میں کوفہ میں اپنے والد حماد بن ابی حنیفہ کے ساتھ ایک مرتبہ کناسہ کے مقام سے گذر رہا تھا کہ میرے والد کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے میں نے دیکھا کہ وہ بے اختیار رو رہے ہیں۔

مجھے حیرت ہوئی اور میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔

یا ابتِ ما یبکیك	ابا جان! کونسی چیز آپ کو اس طرح (زار و قطار) رلاتی ہے۔

فرمانے لگے۔

یا بُنَیَّ! فی ھٰذا الموضع ضَرَبَ ابنُ ھبیرۃ ابی عشرۃ ایام فی کل یوم عشرۃ اسواط علی ان یلی القضاء، فلم یفعل[2]	لختِ جگر! یہی وہ جگہ ہے جہاں ابن ہبیرہ نے میرے والد (ابوحنیفہ) کو دس روز تک کوڑوں کی سزا دی تھی اس طرح کہ روزانہ دس کوڑے لگائے جاتے تھے۔ تاکہ ابوحنیفہ قضا قبول کر لیں مگر ابوحنیفہ نے منصب قضا اور وزارتِ عدل کے بدلے

[1] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۷ [2] وفات الاعیان ج ۵ ص ۴۰۸ ملخص ۲۴۶

کوڑوں کی سزا بخوشی قبول کر لی۔

اس سب کچھ کے باوجود ابوحنیفہ کو اپنی زحمت و تکلیف کے بجائے والدہ کے احساسِ غم کی فکر لاحق تھی۔ جیسا کہ اس بارے میں روایت نقل کر دی ہے۔

والدہ کی خدمت

اس مناسبت سے شاید بے جا نہ ہو گا کہ حضرت امام ابوحنیفہ کی خدمت و احترام والدہ کی مشہور تاریخی روایت بھی نقل کر دی جائے جس کو تمام سوانح نگار تواتر سے نقل کرتے چلے آئے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت امام صاحب کی والدہ نہایت شکی مزاج تھیں۔ عام عورتوں کی طرح انہیں بھی واعظوں اور قصہ گویوں سے عقیدت تھی۔ کوفہ کے مشہور واعظ عمرو بن ذر پر ان کا یقین بن چکا تھا۔ کوئی مسئلہ پیش آتا تو امام ابوحنیفہ کو حکم دیتیں کہ عمرو بن ذر سے پوچھ آؤ امام تعمیل ارشاد کے لئے ان کے پاس جا کر مسئلہ دریافت کرتے وہ بے چارے سراپا عذر بن جاتے کہ آپ کے سامنے میں کیسے زبان کھول سکتا ہوں۔ امام صاحب فرماتے والدہ کا یہی حکم ہے۔ بعض اوقات عمرو کو مسئلہ کا جواب نہ آتا۔ امام صاحب سے دریافت کرتے پھر اسے امام صاحب کے سامنے دہرا دیتے۔

والدہ کبھی کبھار ابوحنیفہ سے اصرار کرتیں کہ میں خود چل کر پوچھوں گی۔ تو خچر پر سوار ہوتیں اور امام ابوحنیفہ پاپیادہ ان کے ہمراہ ہوتے۔ خود استفتاء بیان کرتیں اپنے کانوں سے جواب سنتیں تب تسکین ہوتی۔

ایک مرتبہ کسی پیش آمدہ صورت میں امام صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ امام صاحب نے جواب بتا دیا۔ بولیں "تمہاری سند صحیح نہیں، زرعہ واعظ تصدیق کرے تو مجھے اعتبار آئے گا"۔ چنانچہ امام صاحب ان کو لے کر زرعہ واعظ کے پاس گئے اور مسئلہ کی صورت بیان کی۔ زرعہ نے کہا آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ خود کیوں نہیں بتا دیتے۔ امام صاحب نے بتا دیا کہ میں نے یہ فتویٰ دیا تھا۔ زرعہ نے کہا

بالکل صحیح ہے۔ یہ سن کر امام صاحب کی والدہ کو تسکین ہوئی اور گھر واپس آئیں[1]

ابوجعفر منصور اور امام اعظم کا فتویٰ

اہلِ موصل نے خلیفہ منصور سے عہد شکنی کی تھی۔ اس نے ان سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ عہد شکنی کی صورت میں وہ مباح الدم ہو جائیں گے۔ منصور نے فقہا کو جمع کیا۔ امام ابوحنیفہ بھی تشریف فرما تھے منصور بولا کیا یہ درست نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المومنون علی شروطھم[2] مومن اپنی شرطوں کے پابند ہیں۔

اہل موصل نے عدم خروج کا وعدہ کیا تھا اور اب انہوں نے میرے عامل کے خلاف بغاوت کی ہے لہٰذا ان کا خون حلال ہے۔

ایک شخص بولا۔ آپ کے ہاتھ ان پر کھلے ہیں اور آپ کا قول ان کے بارے میں قابلِ تسلیم ہے اگر معاف کر دیں تو آپ معافی کے اہل ہیں اور اگر سزا دیں تو وہ ان کے کئے کی پاداش ہوگی۔

منصور امام ابوحنیفہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا ہم خلافت نبوت کے حامل امن پسند خاندان نہیں ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا اہلِ موصل نے جو شرط لگائی وہ ان کے بس کا روگ نہیں اور جو شرط آپ نے ٹھہرائی وہ آپ کے حدود اختیار میں نہیں۔

کیونکہ دین تین صورتوں (ارتداد، زنا اور قتل) میں مباح الدم ہوتا ہے۔ لہٰذا آپ کا ان پر گرفت کرنا بالکل ناروا ہوگا۔ خدا تعالیٰ کے ارشاد فرمودہ شرط پورا کئے جانے کا زیادہ حق رکھتی ہے۔

جناب! فرمائیے!! کوئی عورت منکوحہ یا لونڈی ہونے کے بغیر اپنے جسم کو کسی شخص کیلئے

---

[1] عقود الجمان ص۔ ۲۹۲ [2] جامع الترمذی ج ۱ ص ۱۶۱

مباح کر دے تو کیا اس سے مجامعت کرنا درست ہوگا۔[1]

منصور نے فقہا کو چلے جانے کا حکم صادر کیا۔ پھر خلوت میں امام صاحب سے بہ ہزار منت عرض کیا۔

اے شیخ! فتویٰ وہ درست ہوگا جو آپ کا ہوگا اپنے وطن کو تشریف لے جائیے اور ایسا فتویٰ نہ دیجیے جس سے خلیفہ کی مذمت کا پہلو نکلتا ہو کیونکہ اس سے باغیوں کے ہاتھ مضبوط ہوتے ہیں[2]

اور الکامل لابن اثیر کی روایت کے مطابق منصور نے امام اعظم اور ان کے دیگر رفقاء کو واپس لوٹ جانے کا حکم دیا[3]

ابوجعفر منصور کا ظالمانہ منصوبہ ابوحنیفہ کی حکیمانہ تدبیر سے ناکام ہوگیا

تعمیر بغداد کے زمانہ میں جب خلیفہ منصور نے امام اعظم ابوحنیفہ کی خدمت میں عہدۂ قضاء و حقوق قبول کرنے کی درخواست کی اور آپ نے انکار کر دیا تو منصور کو غصہ آیا اور امام صاحب سے کہا کہ حکومت کی ملازمت تو آپ نے کرنی ہی ہے بہتر ہے کہ قضا قبول کر لو۔ ورنہ دیگر مشکل امور آپ کے سپرد کر دیئے جائیں گے۔ مگر امام صاحب بضد رہے۔ تو حکومت نے انتقاماً امام صاحب کو یہ ڈیوٹی سپرد کی کہ بغداد کی تعمیر کے لئے جو اینٹیں تمام روز جانوروں پر لاد کر لائی جاتی ہیں آپ وہ گنا کریں گے۔ اور منصور نے ابوحنیفہ سے یہ کام کرانے کی قسم کھالی تھی۔ مقصد یہ تھا کہ امام صاحب سارا وقت اینٹیں گنتے گذاریں گے۔ اور جب ایک ایک اینٹ کو اٹھا اٹھا کر شمار کریں گے تو ہاتھ بھی چھلنی ہو جائیں گے۔ مقصد امام صاحب کو کڑی آزمائش میں ڈالنا اور سخت سزا دینا تھا کہ جب امام صاحب تنگ آجائیں گے تو

---

[1] الکامل لابن اثیر ج ۵ ص ۲۱۷ [2] المناقب لابن البزازی [3] الکامل ج ۵ ص ۲۱۷

چار و نا چار عہدۂ قضا قبول کریں گے۔ مگر امام صاحب عاقل اور عالم تھے۔ ریاضی بھی خوب جانتے تھے۔ سارا دن اینٹوں کا ڈھیر لگتا رہتا۔ اور آپ مغرب کے وقت اینٹوں کے ڈھیر کے قریب آکر لمبے بانس سے یا کسی متعین مقدار کی چھڑی (اور آج کل کی اصطلاح میں ایک فیتے) سے بڑے بڑے ڈھیر شمار کر لیتے اور حکومت کو اینٹوں کی تعداد سے آگاہ کر دیتے۔ اس طرح منصور کی قسم بھی پوری ہوگئی اور آپ عہدۂ قضا کی ذمہ داریوں سے بھی بچ گئے۔[1]

ابوحنیفہ کا استقلال، منصور کا اشتعال اور امام کا سجدۂ وصال

خلیفہ ابوجعفر منصور امام اعظم کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھے ہوئے تھے اور وہ اس پر آمادہ ہوگئے کہ جس طرح بھی بن پڑے امام ابوحنیفہ کو کوفہ بلا لیا جائے۔ چنانچہ عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس ابوجعفر کا فرمان پہنچا کہ ابوحنیفہ کو سوار کر کے میرے پاس فوراً روانہ کردو۔

چنانچہ امام صاحب کوفہ سے بغداد پہنچائے گئے۔ خلیفہ کے دربار میں پیشی ہوئی۔ قاضی القضاۃ اور عباسی خلافت کی وزارتِ عدل کے منصب جلیل کی پیش کش ہوئی بڑی لے دے ہوئی۔ ابوحنیفہ کا مسلسل انکار تھا۔ تب ابوحنیفہ نے منصور سے کہا۔

إِنِّي لَا أَصْلُحُ — قضا کی مجھ میں صلاحیت ہی نہیں ہے

ابوجعفر نے کہا

بَلْ أَنْتَ تَصْلُحُ — بلکہ تم ضرور قضا کی صلاحیت رکھتے ہو

دونوں میں اس سوال و جواب کا ردوبدل ہوتا رہا۔

ابوجعفر منصور غضب ناک ہوا۔ اپنے قطعی غیر مشکوک معلومات اور ذاتی تجربات پر

[1] حقائق السنن ج ۱ ص ۲۹۴ تاریخ ابن اثیر ج ۱۰ ص ۹۷

استناد کرتے ہوئے امام ابوحنیفہ سے کہنے لگا۔

كذبت انت تصلح — جھوٹ بولتے ہو قطعاً تم اس کی صلاحیت رکھتے ہو۔

حضرت امام اعظم بھی خاموش نہ رہ سکے بڑی استغناء اور بے پرواہی کے ساتھ خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

لیجئے آپ نے اپنے خلاف خود فیصلہ کر دیا۔ کیا آپ کے لئے یہ جائز ہے کہ اس شخص کو قاضی بنائیں جو آپ کے نزدیک جھوٹا اور کذاب ہے۔

امام صاحب کے اس جواب سے عباسیوں کا مطلق العنان فرماں روا منصور ذہنی شکست کی رسوائی کے پیش نظر زیادہ مشتعل ہوگیا۔ اور خطیب نے لکھا ہے کہ قسم کھا بیٹھا۔

فحلف المنصور ليفعلن — منصور قسم کھا بیٹھا کہ ابوحنیفہ کو یہ کام کرنا پڑے گا۔

مگر ابوحنیفہ نے اسی آزادی و بے باکی کے ساتھ قسم کھائی کہ

"خدا کی قسم میں ہرگز یہ کام نہ کروں گا"

یہی وہ موقع تھا کہ خلیفہ منصور نے غصہ سے اندھا ہو کر عواقب و نتائج کا اندازہ کئے بغیر ابوحنیفہ کو برا بھلا کہنے کے ساتھ ساتھ تازیانہ برداروں کو امام صاحب کے مارنے کا حکم دیا۔[1]

ایک دو نہیں دس بیس نہیں بلکہ تیس کوڑے لگائے قمیص اتروادی گئی تھی۔ پشت پر مار کے نشانات نمایاں تھے اور ایڑی پر خون بہہ رہا تھا۔ اس قدر تشدد اور سزا

[1] وفیات الاعیان لابن خلکان ج ۵ ص ۴۰۶ و ۴۰۷

کے باوجود حضرت امام صاحب کسی بھی عہدے اور منصب کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ابوجعفر نے انہیں جیل بھیج دینے اور سخت تشدد اور سختی کرنے کا حکم دیا۔[۱]

چنانچہ جیل میں حضرت امام صاحب پر کھانے پینے میں تنگی کی گئی قید و بند میں سختی کی گئی اور بعض روایات کے مطابق زہر پلایا گیا۔[۲]

اس وقت حضرت امام کی عمر ستر برس کے قریب پہنچ چکی تھی۔[۳] زندگی بھی ساری علمی زندگی تھی۔

ادھر ابوجعفر نے ایک دو نہیں تیس کوڑوں کی مار لگوائی تھی۔ جیل میں کھانے پینے کی تکالیف، قید و بند کی سختیاں اور صعوبتیں اس پر مستزاد، صحت گر گئی۔ ابوجعفر کے دار و گیر اور جبر و تشدد نے بوڑھی ہڈیوں میں آخر باقی کیا چھوڑا تھا۔ جو زندگی کا ساتھ دیتا۔ موت کے آثار آنے لگے اور موت ہی کو قدرت نے ان کی نجات کا ذریعہ بنایا جب حضرت امام صاحب کو اپنی موت کا یقین ہو گیا تو جبینِ نیاز بارگاہِ صمدیت میں جھکا دی۔ سجدے میں چلے گئے اور اسی حالت میں اپنی جان، جاں آفریں کے قدموں میں نچھاور کر دی۔[۴]

۱؎ موفق ص۲۳۰ ج۲ عقود الجمان ص ۳۰۵۔ خیرات الحسان ص۱۰۶ میں ہے کہ امام صاحب کے سامنے جب زہر آلود پیالہ پیش کیا گیا تاکہ وہ اسے پی لیں تو امام صاحب نے انکار کر دیا اور فرمایا مجھے اس کے اندر جو کچھ ڈالا گیا ہے اس کا علم ہے اور میں اس کو پی کر خودکشی کا ارتکاب نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ان کو لٹا کر زبردستی زہر پلوایا گیا۔ اور اس سے ان کی وفات ہو گئی۔ مناقب موفق ص۴۲۹ میں بھی یہی بات نقل کی گئی ہے۔ ۳؎ ابوحنیفہ اسلام کی دو سلطنتوں کو بذات خود دیکھ چکے تھے۔ زندگی کے ۵۲ سال اموی خلافت اور ۱۸ سال عباسی دور میں بسر کئے۔ اموی دور کا عہد شباب پھر تنزل و انحطاط دونوں دور ملاحظہ کئے ۴؎ عقود الجمان ص ۳۰۵ و موفق ص۴۲۲

ابوحنیفہ کی موت کے بعد خلیفہ ان کے حملوں سے نہ بچ سکا

اور اس سے زیادہ دلچسپ قصہ اسی ابوجعفر منصور کا یہ ہے کہ جب حضرت امام صاحبؒ فوت ہوئے۔ تو لوگوں نے آپ کو بغداد کے عام قبرستان میں دفن نہیں کیا جس میں دوسرے لوگوں کو دفن کیا جاتا تھا۔ تاریخ والوں نے لکھا ہے کہ خلیفہ منصور بھی امام صاحب کی قبر پر نماز پڑھنے آیا تو اس نے پوچھا امام صاحب کو عام قبرستان سے علیحدہ کیوں دفن کیا گیا ہے۔

لوگوں نے جواب دیا کہ حضرت امام صاحب نے اپنے علیحدہ دفن کئے جانے کی وصیت فرمائی تھی۔ وجہ یہ تھی جس خطۂ ارضی پر بغداد آباد کیا گیا تھا حضرت امام صاحب اس کو ارض مغصوبہ قرار دیتے تھے یعنی زبردستی مالکوں سے چھینی گئی تھی۔ اس زمین کے بارے میں ان کا یہی فتویٰ تھا اور یہی وصیت تھی کہ مجھے ایسی زمین میں دفن نہ کرنا جو ناجائز ذریعہ سے حاصل کی گئی ہے۔

خلیفہ منصور نے سنا تو بے اختیار اس کے منہ سے نکلا۔

من يعذرني منه حيًّا وميتًا ۱؎	زندگی اور زندگی کے بعد بھی امام ابوحنیفہ کے حملوں سے مجھے کون بچا سکتا ہے۔

حق گوئی میرا فرض منصبی تھا

ایک مرتبہ خلیفہ منصور اور اس کی بیوی حرہ خاتون کے درمیان کچھ شکر رنجی ہو گئی تھی۔ خاتون کو شکایت تھی کہ خلیفہ عدل نہیں کرتا۔ منصور نے بیوی سے کہا کہ کسی کو منصف قرار دو۔ اس نے امام صاحب کا نام لیا۔ اسی وقت طلبی کا فرمان گیا۔ خاتون پردہ کے قریب بیٹھی کہ امام صاحب جو فیصلہ

۱؎ مناقب ابوحنیفہ ص۲۴۲ و عقود الجمان ص ۲۶۱

کہیں خود اپنے کانوں سے سنوں۔

منصور نے پوچھا۔ شرع کی رو سے مرد کتنے نکاح کر سکتا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا چار۔ منصور خاتون کی طرف مخاطب ہوا کہ سنتی ہو! پردہ سے آواز آئی کہ ہاں سنا۔ مگر امام صاحب سے نہ رہا گیا اور منصور کے بے موقعہ طرز استدلال پر منصور کی طرف خطاب کرکے فرمایا۔ مگر چار نکاحوں کی اجازت اس شخص کے لئے خاص ہے جو عدل پر قادر ہو ورنہ ایک سے زیادہ نکاح کرنا اچھا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ

منصور خاموش ہوگیا۔

امام صاحب نے شرعی نقطہ نظر سے جانبین کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر اپنا مذکورہ فیصلہ سنایا۔ اور گھر تشریف لے آئے۔

تو ایک خادم پچاس ہزار درہم کے توڑے لئے حاضر خدمت ہوا۔ کہ یہ حرہ خاتون (منصور کی بیوی) نے نذر بھیجی ہے اور کہا ہے کہ:۔

"آپ کی کنیز آپ کو سلام کہتی ہے اور آپ کی حق گوئی کی نہایت ہی شکر گزار ہے"

حضرت امام ابو حنیفہ نے روپے واپس کردئے اور خادم سے فرمایا۔ جا کر خاتون سے کہنا:۔

"میں نے جو کچھ کہا اور جو فیصلہ سنایا کسی دنیوی لالچ اور غرض سے نہیں بلکہ یہ میرا فرض منصبی تھا"[1]

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۹۸ و مناقب موفق صہ ۱۵۸

باب ۵

علم و فضیلت، مطالعہ کی وسعت و جامعیت

بصیرت و حقیقت پسندی اور فراست و بیدار مغزی

محدثین عطار اور فقہا اطباء ہیں

عبداللہ بن عمرو کی روایت ہے کہ ہم ایک مرتبہ امام اعمش کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ انہوں نے کچھ مسائل کا تذکرہ کیا اور بعض کے بارے میں امام ابو حنیفہ کی رائے معلوم کرنا چاہی، امام صاحب نے تفصیل سے ان کا شافی جواب دیا، امام اعمش نے پوچھا آپ یہ جواب کہاں سے دے رہے ہیں۔ ابو حنیفہ نے فرمایا۔

اس حدیث سے جو آپ نے ہمیں ابی صالح عن ابی ہریرہ کی سند سے بیان کی تھی۔ نیز فلاں فلاں صحابی کی روایت سے جو آپ سے ہم نے سنی تھی۔ امام اعمش متعجب ہوئے اور امام ابو حنیفہ کو ان کی فقہی مہارت اور حدیث دانی کی داد دئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور بے اختیار پکار اٹھے

یا معشر الفقہاء انتم الاطباء	اے جماعت فقہاء تم لوگ اطباء ہو
ونحن الصیادلۃ[1]	اور ہم پنساری ہیں۔

---

[1] عقود الجمان صہ ۳۲۱ و مناقب الامام ابی حنیفہ للذہبی صہ ۲۱ و جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۳۱

ابو حنیفہ کا علم، حضرت خضر کے علم سے مستفاد ہے

ازہر بن کیسان کی روایت ہے کہ مجھے ایک مرتبہ خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ دیکھا کہ آپ کے پیچھے دو اور بزرگ شخصیتیں بھی تشریف فرما ہیں۔ ان دنوں مجھے امام ابوحنیفہ کے علوم و معارف کی تحصیل و مطالعہ کا شغف زیادہ تھا۔

مجھے بتایا گیا کہ آگے تشریف فرما ہونے والے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان کے پیچھے دونوں بزرگ حضرت ابوبکر صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض ہیں۔ میں نے حضرات شیخین سے عرض کیا کہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمانے لگے ضرور دریافت کیجئے۔ مگر آواز اونچی نہ ہونے پائے۔ تو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے امام ابوحنیفہ کے علم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

ھٰذا علم امتنبخ من علم الخضر [1] ابوحنیفہ کے پاس ایسا علم (لدنی) ہے جو حضرت خضر کے علم سے مستفاد ہے

امام ابوحنیفہ سے مجھے حیا آتی ہے

امام شافعیؒ ایک مرتبہ امام اعظم کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے دعائے مغفرت کی۔ اتفاق سے صبح کی نماز پڑھنے کا وقت آیا تو امام شافعیؒ نے صبح کی نماز میں اپنے ہمیشہ کے معمول کی مخالفت کرتے ہوئے دعائے قنوت نہ پڑھی اور بسم اللہ میں جہر کے بجائے اخفا کیا (جب کہ ان کا مسلک ہے کہ تمام سال صلوٰۃ صبح میں دعائے قنوت پڑھی جائے اور بسم اللہ میں جہر کیا جائے) جب ان سے اپنے ہمیشہ کے معمول کے ترک کر دینے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا اس مرقد مبارک کے صاحب، امام ابوحنیفہ سے مجھے حیا آتی ہے میں نے ادباً و احتراماً ان کے ہاں موجود ہوتے ہوئے اپنی رائے و مسلک کو ترک کر دیا ہے [2]

---

[1] عقود الجمان ص ۲۶۸ وخیرات الحسان ص ۶۴ [2] عقود الجمان ص ۳۶۳

امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس و ندامت

رئیس المحدثین امام عبداللہ بن مبارک جو امام بخاری کے استاذ اور امام اعظم ابوحنیفہ کے ممتاز تلامذہ میں سے ہیں کو بیروت کا سفر پیش آیا غرض یہ تھی کہ بیروت جا کر امام اوزاعی کی خدمت میں حاضر ہوں اور علم حدیث کی مزید تحصیل و تکمیل کریں۔ چنانچہ آپ امام اوزاعی کی خدمت میں پہنچ گئے۔

پہلی ہی ملاقات میں امام اوزاعی نے آپ سے پوچھا کہ

"کوفہ میں جو ایک شخص پیدا ہوا ہے اور دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے یہ کون ہے؟"

امام عبداللہ بن مبارک نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور خاموش اپنی قیام گاہ پر چلے آئے دو تین روز بعد پھر ان کی مجلس میں حاضر ہوئے اور حنفی فقہ کے چند کتابی اجزاء بھی ہاتھ میں لیتے گئے۔ جن کے سرنامہ پر "قال نعمان بن ثابت" لکھا ہوا تھا اور امام اوزاعی کی خدمت میں پیش کر دئے۔ امام اوزاعی پڑھتے گئے اور اس وقت تک سر نہ اٹھایا جب تک کہ ان کو مکمل پڑھ نہ لیا۔ پھر امام ابن مبارک سے پوچھا۔

اچھا! یہ بتائیے کہ یہ نعمان بن ثابت کون بزرگ ہیں۔

امام ابن مبارک نے عرض کیا:۔

جی! نعمان، عراق کے ایک بزرگ اور ہمارے شیخ ہیں ان کی صحبت میں مجھے حاضری کی سعادت حاصل رہی ہے۔

اوزاعی فرمانے لگے۔

"ماشاء اللہ، نعمان تو بڑے پائے کے شخص ہیں۔ جاؤ ان سے بہت سا فیض حاصل کرو۔"

امام ابن المبارک نے عرض کیا۔ حضرت یہ وہی شیخ ہیں جن کو آپ گذشتہ روز مبتدع بتا رہے تھے۔

چنانچہ امام اوزاعی کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔ اس کے بعد حج کی تقریب سے مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ملاقات ہو گئی۔ اہم فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ کی بحث اور تقریر نے امام اوزاعی کو دنگ کر دیا۔ اس نشست میں امام عبداللہ بن مبارک بھی موجود تھے۔ بعد میں جب امام ابوحنیفہ چلے گئے تو امام اوزاعی نے امام ابن مبارک سے کہا کہ:-

امام ابوحنیفہ کے علمی اور فقہی کمالات نے ان کو لوگوں کا محسود بنا دیا ہے بلاشبہ ان کے بارے میں میری بدگمانی غلط تھی جس کا مجھے بے حد افسوس ہے۔" [1]

ابوحنیفہ کا فعل مذموم نہیں بلکہ محمود تھا

ایک روز قاضی ابن ابی لیلیٰ بطور سیر و تفریح کے کسی باغ میں گئے ہوئے تھے۔ کہ اتفاق سے تھوڑی دیر بعد وہیں امام اعظم ابوحنیفہ بھی آ پہنچے۔ اتفاقاً باغ میں دوسری جانب کچھ عورتیں تھیں۔ جو گانا گا رہی تھیں۔ گاتے گاتے جب وہ خاموش ہوئیں اور گانا ختم کر دیا تو بے ساختہ امام اعظم کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا۔

احسنتن — تم عورتوں نے بہت خوب کیا۔

اس فقرہ سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب نے عورتوں کے گانے کی تعریف کی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے یہ سنا تو کہنے لگے، یہ کیا؟ عورتوں کے گانے کی تعریف کر رہے ہو۔ اس جرم کے ارتکاب میں کہ تم نے فسق کو سراہا ہے تم پر مردود الشہادت ہونے کا مقدمہ چلایا جا سکتا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا: قاضی صاحب! میں نے کیا کہا ہے؟ بولے! تم نے غیر شرعی گانے کی تعریف کی ہے۔ امام صاحب نے دریافت کیا کس وقت؟ بولے، جب گانے والی عورتیں چپ ہوئیں۔

[1] تاریخ بغداد

تب امام صاحب نے فرمایا کہ "میں نے تو اس بات کی تعریف کی کہ عورتوں نے فسق (گانے) کے فعل کو ترک کر کے خاموشی اختیار کی۔ یہ اچھا کام کیا۔ میں نے ان سے کہا کہ تم نے فسق کو ترک کر کے یہ اچھا کام کیا۔

بے چارے قاضی صاحب کھسیانے سے ہو کر رہ گئے کہ ابوحنیفہ کا فعل مذموم نہیں بلکہ محمود تھا۔ [1] (مناقب موفق ص۱۱۱)

ابوحنیفہ وقت پر سوچتے ہیں جہاں دوسروں کا خیال بھی نہیں پہنچتا

ایک مرتبہ کسی شخص کا اپنی بیوی سے کچھ تنازعہ ہوا تو ناراض ہو کر بیوی سے قسم کھاتے ہوئے مخاطب ہوا کہ "جب تک مجھ سے نہ بولے گی میں تجھ سے کبھی نہ بولوں گا۔"

عورت بھی مزاج کی سخت واقع ہوئی تھی مشتعل ہوئی اور جواباً اس نے بھی قسم کھالی اور وہی الفاظ دہرائے جو اس کے خاوند نے کہے تھے۔ قسم کھاتے وقت غصہ اور اشتعال کی حالت تھی اس کے انجام اور بدترین عواقب پر کسی کی نظر نہ تھی۔ اس لئے دونوں کو مستقبل

[1] واقعہ کی صداقت، ابوحنیفہ کی عظمت و علو شان کے پیش نظر کمزور نظر آتی ہے بیچارے قاضی صاحب اور امام اعظم کے درمیان موجودہ زمانہ کے مناظرہ بازوں کی طرح مولویانہ چھیڑ چھاڑ کے واقعات گرمی بزم کے لئے تراش لئے گئے ہیں۔ مندرجہ بالا واقعہ اور کچھ اور واقعات بھی ہیں جن پر شرح صدر نہیں ہوتا اور اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم تاریخی منقولات میں کچھ بات ضرور ہو گی جو بعد میں بتنگڑ بنا دی گئی۔ تاہم ممکن ہے کہ واقعہ سچا ہو یا سچائی کی کسی بنیاد پر واقعہ کی تعمیر ہوئی ہو کیونکہ امام صاحب کے مزاج میں کچھ ظرافت اور مزاح کا عنصر بھی شریک تھا اور یہ عین ممکن ہے کہ بطور مزاح و ظرافت کے انہوں نے گا ہے گا ہے کچھ کہہ دیا ہو جو بعد میں نقل در نقل کے پیش نظر پھیلتا گیا ہو بہرحال واقعہ نگاروں نے جو کچھ بھی کہا اصل حقیقت وہ کا ہے جو بین السطور سمجھی جاتی ہے۔

کا کچھ نہ سوچا۔ مگر بعد میں جب حواس ٹھکانے لگے تو دونوں اپنے کیے پر پچھتائے اور مسئلے کا حل تلاش کرنے لگے۔ چنانچہ شوہر امام سفیان ثوری کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ صورت واقعہ بیان کر کے پیش آمدہ مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔

" قسم کا کفارہ ہر حالت میں دینا ہوگا بغیر اس کے ادا کیے چھٹکارا نہیں "

وہ مایوس ہو کر مزید اطمینان کے لئے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت! خدارا! آپ اس مسئلہ کی حقیقت پر غور فرمائیں اور رہ نمائی فرمائیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا:

" تشریف لے جائیے، بڑی محبت اور شوق سے اپنی بیوی سے گفتگو کیجئے کسی ایک پر بھی کوئی کفارہ نہیں۔"

حضرت سفیان ثوری کو امام اعظم کا فتویٰ معلوم ہوا تو برہم ہوئے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ سے ملاقات کر کے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

" آپ لوگوں کو غلط مسئلے بتاتے ہیں۔"

چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے شوہر (سائل) کو فوراً بلا بھیجا اور سفیان ثوری کی موجودگی میں اس سے کہا۔ کہ اب دوبارہ اصل واقعہ اور استفتاء بیان کریں چنانچہ اس نے حسب سابق تفصیلاً ساری صورت واقعہ اور استفتاء بیان کر دیا۔ تو امام اعظم نے سفیان ثوری سے کہا

" جو کچھ میں نے پہلے کہا تھا اور جو فتویٰ پہلے دیا تھا وہ درست تھا اور اب بھی اس کا اعادہ کرتا ہوں۔"

سفیان ثوری نے وجہ دریافت کی تو امام صاحب نے فرمایا کہ۔

" جب عورت نے اپنے شوہر کو مخاطب کر کے کچھ الفاظ کہے تو گویا عورت کی طرف سے بولنے کی ابتداء متحقق ہوگئی پھر قسم کہاں باقی رہ سکتی ہے۔"

سفیان ثوری نے جواب سن کر فرمایا۔ "حقیقت میں ابو حنیفہ کو جو بات وقت پر سوجھ جاتی

جاتی ہے ہم لوگوں کا وہاں تک خیال و گمان بھی نہیں پہنچتا۔"[1]

امام باقر نے ابو حنیفہ کی پیشانی کو بوسہ دیا

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں امام باقر سے ملاقات ہوگئی۔ امام باقر کو چونکہ آپ کے بارے میں غلط روایات پہنچی تھیں اس لئے وہ آپ سے بدگمان رہتے تھے۔ چنانچہ کہنے لگے آپ وہی ابو حنیفہ ہیں جس نے میرے نانا کے دین کو بدل دیا ہے (اور) قطعی نصوص اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں قیاس کو ترجیح دینے کا اصول اپنایا ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہ نے نہایت احترام اور ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرض کیا۔

حضرت آپ تشریف رکھیں تاکہ اصل واقعہ اور صحیح صورت حال آپ کی خدمت میں پیش کر سکوں۔

چنانچہ امام باقر تشریف فرما ہوگئے۔ تو امام ابو حنیفہ شاگردوں کی طرح ان کے سامنے دو زانو بیٹھ کر عرض کرنے لگے۔

حضرت! یہ کہ عورت کمزور ہے یا مرد، امام باقر نے کہا، عورت۔ پھر امام صاحب نے کہا اور یہ بتائیے کہ عورت کا حصہ کتنا ہے اور مرد کا۔

امام باقر نے فرمایا۔ مرد کے دو حصے ہیں اور عورت کا ایک حصہ۔

تب امام ابو حنیفہ نے بڑے اطمینان اور پر اعتماد لہجے میں فرمایا۔

حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا، جیسا کہ آپ تک غلط روایات پہنچی ہیں تو عورت کے ضعیف ہونے کے پیش نظر اس کے دو حصے مقرر کرتا۔

اس کے بعد امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔

حضرت! یہ بتائیے کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ امام باقر نے جواب دیا کہ نماز افضل ہے

---

[1] تفسیر کبیر بحوالہ سیرت النعمان ص۱۰

تب امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔

حضرت! اگر میں قیاس سے کام لیتا تو عورت سے ایام حیض کی نمازوں کی قضا ادا کراتا۔ اور روزے کی قضا نہ ادا کرتا۔ کیونکہ نماز روزہ سے افضل ہے۔ پھر دریافت کیا کہ

حضرت! یہ بتائیے کہ منی کا نطفہ زیادہ نجس ہے یا پیشاب؟ امام باقر نے فرمایا پیشاب۔ تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ اگر میں قیاس سے کام لیتا تو پیشاب سے غسل کو واجب قرار دیتا اور منی کے نطفہ سے صرف وضو کو فرض قرار دیتا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔

تب امام باقر نے امام ابو حنیفہ کی زبردست تحسین کی اور امام صاحب کی پیشانی کو بوسہ دیا [1]

ابو حنیفہ سے علم حاصل کر کے اس پر عمل کرو کہ وہ اچھے آدمی ہیں

مسدد بن عبدالرحمٰن البصری سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رکن اور مقام کے درمیان نیند آئی دیکھتا ہوں کہ خواب میں میرے پاس ایک بزرگ شخصیت آئی اور کہا تو اس جگہ سوتا ہے؟ یہ تو وہ مقام ہے جس جگہ اللہ سے جو دعا بھی کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ میں نیند سے بیدار ہوا اور سنبھلا اور بڑی جلدی اور اہتمام سے مسلمانوں اور مومنوں کی مغفرت کے لئے دعا کرنے لگا۔ میں ابھی مصروفِ دعا تھا کہ مجھ پر پھر نیند کا غلبہ ہوا۔ اور میں سو گیا اب کی بار خواب میں جناب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں رہتا ہے اور اس کا نام نعمان ہے۔ کیا میں اس سے علم حاصل کروں؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! اس سے علم حاصل کرو اور اس پر عمل کرو

---

[1] مناقب موفق ص ۱۴۳ وعقود الجمان ۲۷۹

کہ وہ اچھا آدمی ہے۔

میں نیند سے بیدار ہوا کہ صبح کی اذان ہو گئی اور خدا کی قسم! اس سے قبل میں ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کو سب لوگوں سے برا سمجھتا تھا لیکن اب میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں کہ یہ کوتاہی مجھ سے سرزد ہوئی [1]

ابو حنیفہ تاجدار نبوت کی گود میں

جناب شیخ بو علی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی قبر کے قریب سویا ہوا تھا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں گویا مکہ معظمہ میں ہوں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باب ابن شیبہ سے ایک معمر شخص کو اپنی آغوش مبارک میں لئے ہوئے تشریف لائے۔

میں حیرت زدہ اور سراپا استفہام ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میری حیرت و استعجاب اور ارادۂ استفسار سمجھتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

"یہ مسلمانوں کا امام اور تمہارے ملک کا باشندہ ابو حنیفہ ہے" [2]

---

[1] مناقب موفق ص ۴۵۹ والخیرات الحسان ص ۹۵

[2] تذکرۃ الاولیا، اس سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ خواب سے نہ تو کوئی حکم ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کسی شرعی حکم کا مدار ہے وجہ یہ ہے کہ بحالت نیند انسان تحمل اور ضبط کے وصف کمال سے محروم ہوتا ہے۔ جب کہ روایت اور سند حدیث کے لئے یہ بنیادی شرط ہے تاہم فضیلت و عظمت اور کسی شخص کی بزرگی و فضائل کے لئے اس کے بیان میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ بمقتضائے حدیث و معمول رسول کے پسندیدہ اور محبوب ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لایتمثل بی

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے ہی دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت (باقی اگلے ...)

ہٹ دھرم جاہل کا سوال اور امام ابوحنیفہؒ کا فضل وکمال

علامہ مناظر احسن گیلانی نے ایک دلچسپ واقعہ نقل کیا ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہ کی شاہی دربار میں قدر و منزلت کا اندازہ بھی ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عام درباری تو امام ابوحنیفہ کی عظمت پر رشک و حسد کرتے ہی تھے عام معمولی نوکر چاکر اور شاہی خدام بھی امام ابوحنیفہ سے جلنے لگے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہوں کی خانگی زندگی میں بھی امام ابوحنیفہ کے فضل و کمال کا ذکر ہوتا رہتا تھا۔

"قاضی ابویوسف راوی ہیں کہ خلیفہ منصور کا ایک بڑا منہ چڑھا غلام تھا۔ منصور اس کو بہت مانتا تھا۔ اس شخص کے دل میں امام ابوحنیفہ کے متعلق حسد پیدا ہوگیا جب خلیفہ منصور امام اعظم کی تعریف کرتا تو وہ منہ چڑھا لیتا اور جھوٹ سچ باتیں ادھر اُدھر کی امام صاحب کی طرف منسوب کرتا۔ اپنے اس جاہل غلام کو منصور منع کرتا تھا کہ تجھے اس سے کیا تعلق؟ مگر خلیفہ سے وہ اس قدر شوخ تھا کہ باوجود بار بار ممانعت کے امام کی بدگوئیوں سے وہ باز نہ آتا تھا۔ منصور نے جب ایک روز ذرا اصرار کے ساتھ ڈانٹ کر منع کیا تو اس نے کہا کہ آپ ان کی بڑی تعریف کرتے ہیں میں جاہل آدمی ہوں

بقیہ گذشتہ صفحہ

(بخاری، مسلم باب رویائے صالحہ) میں نہیں آسکتا۔

لہذا ہمارے نقل کردہ خواب محض عقیدت نہیں بلکہ حدیث کے پیش نظر وہ عین شریعت ہیں۔

علامہ ابن رجب لکھتے ہیں کہ

فما قالہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم فی نومہ ویقظتہ فہو حق (الاشعۃ المجید)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب یا بیداری میں جو کچھ بھی فرمایا وہی حق ہے

بھلا میرے سوالوں کا جواب دے دیں تو میں جانوں۔

منصور نے کہا اچھا بھائی۔ تو بھی حوصلہ نکال لے نیز دھمکایا بھی کہ اگر امام ابوحنیفہ نے تیرے سوالوں کا جواب دے دیا تو پھر تیری خیر نہیں۔ مگر اس جاہل کو اپنے سوالوں پر ناز تھا۔ خلیفہ سے اجازت مل ہی چکی تھی۔ حضرت امام صاحب بھی کسی وجہ سے منصور کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ غلام نے حضرت امام صاحب سے خطاب کرکے کہا "آپ لوگوں کی ہر بات کا جواب دیتے ہیں میرے سوالوں کو حل کیجئے تو میں جانوں"۔

امام صاحب کیا بولتے یہی کہا ہوگا کہ پوچھ بھائی! کیا پوچھتا ہے؟ اس نے گوہر افشانی شروع کی کہ

جناب بتائیے! دنیا کے ٹھیک بیچ میں کونسی جگہ ہے؟

اس جہالت کا جواب کیا ہو سکتا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا وہی جگہ ہے جہاں تو بیٹھا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تردید وہ کیا کر سکتا تھا چپ ہوگیا (اور واقعہ بھی یہ ہے کہ یہ امام صاحب کا ایسا دعویٰ ہے جس کی تردید کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ پہلے ساری دنیا کی پیمائش کی جائے بغیر اس کے امام صاحب کے اس دعوے کی تردید بے حد مشکل ہے۔ اور یہ واقعہ بھی ہے کہ جہاں انسان کھڑا ہو وہی زمین کا وسط ہے کہ زمین گول ہے۔ امام صاحب پر یہ حقیقت واضح تھی لہذا جاہل کو ٹرخایا نہیں گیا حقیقت واقعہ سے آگاہ کر دیا گیا)

دوسرا سوال پیش کیا کہ خدا کی خلقت میں زیادہ تعداد سر والوں کی ہے یا پاؤں والوں کی، امام صاحب نے اسی انداز میں فرمایا۔ پاؤں والوں کی۔ اس نے تیسرا سوال کیا کہ دنیا میں نر زیادہ ہیں یا مادہ۔ امام صاحب نے فرمایا نر بھی بہت سے ہیں اور مادہ کی بھی کمی نہیں۔ مگر یہ بتائیے کہ تم کن سے ہو نر سے یا مادہ سے۔ چونکہ وہ خود خصی غلام تھا جھینپ گیا اور پانی پانی ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ امام صاحب کی خاطر منصور نے اپنے اس

چونچلے غلام کو پٹوایا بھی، اور کہا کہ آئندہ تم امام صاحب کے متعلق بُرے رویہ سے باز آجاؤ۔ [1]

جولاہا بھی کہیں دستاویز لکھ سکتا ہے؟

لکھا ہے کہ عیسیٰ بن موسیٰ عباسیوں کی طرف سے مکہ کا والی تھا جس کے زمانہ میں وہاں قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ سرکاری قضاۃ میں پہنچے ہوئے تھے اور اتفاق سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ بھی موہاں موجود تھے۔ موسیٰ بن عیسیٰ والئی مکہ کو کسی ضرورت سے ایک وثیقہ لکھوانے کی ضرورت پیش آئی۔ پہلے اس نے دونوں سرکاری قاضیوں کو بلوا کر وثیقہ لکھنے کی فرمائش کی لیکن جو لکھتا دوسرا اس میں نقائص نکال کر رکھ دیتا۔ اسی جھگڑے اور باہمی منازعت میں مطلوبہ وثیقہ تیار نہ ہو سکا۔ آخر دونوں حضرات تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد امام اعظم ابو حنیفہ بھی کسی ضرورت سے والئی مکہ کے ہاں خود پہنچے یا بلائے گئے۔

موسیٰ نے امام صاحب کو دیکھا تو بہت خوش ہوا اور وثیقہ کا سارا قصہ امام صاحب کے سامنے دہرایا۔ امام صاحب نے فرمایا، پریشانی کی کوئی بات نہیں کاتب کو بلوائیے ابھی لکھوائے دیتا ہوں۔ چنانچہ کاتب کو بلوایا گیا اور امام صاحب نے وہیں بیٹھے بیٹھے وثیقہ لکھوا دیا۔ اور موسیٰ والی مکہ کے حوالے کر دیا۔ وہ جس طرح کی دستاویز لکھوانا چاہتا تھا ابو حنیفہ نے اس کے سارے تقاضے پورے کر دئے۔ تحریر مطلوب کے موافق تھی

---

[1] امام اعظم ابو حنیفہ کی سیاسی زندگی بحوالہ موفق ص۱۳۶۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے استاد حماد بن سلیمان سے یہ گُر سیکھا تھا کہ ایسے مہمل سوالوں کا بہترین جواب یہی ہو سکتا ہے کہ جن سے سوال کرنے والا خود مشکلات میں پھنس جائے ایسے موقعوں پر سوال کے جواب میں ایسی بات کہنی چاہئے کہ خود سائل پر جواب کی ذمہ داری عائد ہو جائے ہٹ دھرم جہال سے جان بچانے کا یہ اچھا اور کارگر گر ہے۔

جب امام صاحب تشریف لے گئے تو موسیٰ نے دونوں سرکاری قاضیوں کو بلا کر ابو حنیفہ کا لکھوایا ہوا وثیقہ خود پڑھ کر سنایا۔ دونوں سنتے اور سر دھنتے رہے مگر اول سے آخر تک کوئی نقص نہ نکال سکے۔ موسیٰ نے دونوں کو بتایا کہ یہ دستاویز ابو حنیفہ کی لکھوائی ہوئی ہے۔ دونوں ایک دوسرے کا منہ تکتے رہ گئے۔ لکھا ہے کہ جب دونوں سرکاری دربار سے باہر آئے تو ایک نے دوسرے سے کہا۔

اما توی هذا الحائك جاء فی ساعة فکتبه له

تم نے اس جولاہے کو دیکھ لیا جس وقت آیا اسی وقت وثیقہ بھی لکھوا دیا۔

تب دوسرے نے کہا۔

بھائی! جولاہا بھی کہیں ایسی عبارت (دستاویز) لکھ سکتا ہے۔

امام اعظم کا ایک خواب اور ابن سیرین کی تعبیر

ابن خلکان نے حضرت عبداللہ بن مبارک کی روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام اعظمؒ نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرقد مبارک کو کھود ڈالا ہے اور آپ کی ہڈیاں مبارک جمع کر رہے ہیں۔ صبح کو اٹھے تو پریشان اور حیران تھے۔ بعد میں جب علم تعبیر الرویاء کے مشہور عالم علامہ ابن سیرین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان سے بغیر تعارف کے اپنا خواب بیان کیا۔ ابن سیرین نے فرمایا۔

صاحب هذه الرؤیاء یثیر علماً لم یسبقه الیه احد قبله [2]

یہ خواب دیکھنے والا علم کی خدمت و اشاعت اس طریقہ سے کرے گا

---

[1] موفق ص ۱۴۵ [2] وفیات الاعیان و تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۳۳۵ و خیرات الحسان ص ۹۴

کہ اس سے قبل کوئی بھی اس مقام
تک نہیں پہنچ سکا ہوگا۔

اس کے بعد فرمایا کہ:۔

یہ خواب ابو حنیفہ نے دیکھا ہوگا۔

امام اعظم نے عرض کیا حضرت! میں ہی ابو حنیفہ ہوں۔

تو ابن سیرین نے فرمایا اچھا! اپنی پشت اور اپنا بایاں پہلو دکھاؤ۔

حضرت امام اعظم نے حسب الحکم اپنا پہلو اور کمر کھول دی۔ ابن سیرین نے امام اعظم کے بازو اور پشت پر تل کے نشان دیکھ کر فرمایا۔ واقعۃً آپ ابو حنیفہ ہی ہیں اور اس کے بعد خواب کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ

اس سے مراد علم کا زندہ کرنا اور جمع کرنا ہے[1] (اور یہ خدمت اللہ پاک آپ سے لے گا)

ابو حنیفہ کا علم اور لوگوں کا احتیاج

کردری نے ابو معاذ فضل بن خالد سے روایت نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ:۔

مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت وملاقات کی سعادت حاصل ہوئی تو میں نے عرض کیا حضرت! امام ابو حنیفہ کے علم کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"ان کے پاس ایسا علم ہے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت رہے گی"[2]

چور پکڑا گیا اور طلاق واقع نہیں ہوئی

امام محمد کا بیان ہے کہ ایک شخص کے گھر میں چور داخل ہوئے اور اس کے گھر سے سامان اور قیمتی مال ومتاع

۱؎ حدائق الحنفیہ ومناقب کردری وخیرات الحسان ص ۶۵

اٹھا لیا گیا۔ گھر کا مالک بیدار ہو گیا تو چوروں نے اسے پکڑ لیا اور اس کو تین طلاق کا حلف لینے پر مجبور کر دیا کہ کسی کو نہیں بتائے گا۔ یعنی یہ کہلوایا کہ اگر میں نے شور مچایا یا کسی کو بتایا کہ چوری کرنے والے لوگ کون ہیں تو میری بیوی پر تین طلاق۔ چور اس بے چارے کا سارا مال ومتاع اور قیمتی مال واسباب لوٹ کر لے گئے۔

صبح وہ شخص جب بازار آیا تو دیکھا کہ چور اس کا مال ومتاع اور اس کے گھر کے قیمتی اسباب بازار میں فروخت کر رہے ہیں مگر وہ حلف کی وجہ سے انہیں کچھ کہنے یا کسی دوسرے کو آگاہ کر دینے یا اس سلسلہ میں بولنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ پریشان تھا اپنا قیمتی سامان فروخت ہوتے دیکھ دیکھ کر اس کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔

آخر یہی سوجھی کہ امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشورہ کر لیا جائے شاید کوئی حل نکل آئے۔ امام اعظم ابو حنیفہ نے جب قصہ سنا۔ تو فرمایا اپنے محلہ کی مسجد کے امام، مؤذن اور محلہ کے ذی اثر اور چیدہ چیدہ افراد کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا جب سب امام صاحب کے ہاں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا کیا تم لوگ چاہتے ہو کہ اس بے چارے کا مال واسباب اللہ کریم اسے واپس کر دے۔

سب نے اثبات میں جواب دیا تو امام صاحب نے فرمایا۔ تم لوگ اپنے ہاں کے تمام بدچلن اور بدنام ومتہم لوگوں کو ایک گھر یا کسی مسجد میں جمع کر دو۔ ایک دو آدمی دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کی چوری ہوئی ہے اس کو بھی اپنے ساتھ کھڑا کر دو۔

پھر گھر سے ایک ایک کو باری باری نکالتے جاؤ۔ اور اس شخص سے ہر ایک کے بارے میں دریافت کرو کہ

ھٰذا لِصّك ؟ کیا یہ تمہارا چور ہے

اگر وہ شخص اس کا چور نہ ہو تو یہ کہہ دیا کرے کہ یہ میرا چور نہیں اور اگر نکلنے والا شخص واقعۃً اس کا چور ہو تو خاموش رہے جس پر یہ سکوت اختیار کرے اسے اپنے قبضہ میں لے لو

کہ وہی اس کا چور ہوگا۔ اس طرح چور بھی پکڑ لیا جائے گا اور اس کی بیوی پر طلاق بھی واقع نہیں ہوگی۔

لوگوں نے امام اعظم کی تدبیر و تجویز پر عمل کیا تو چور پکڑا گیا اور طلاق بھی واقع نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ابو حنیفہ کی فراست کے صدقے اس کا تمام مال مسروقہ واپس دلوا دیا[1]

ضحاک خارجی دم بخود رہ گیا

اللہ پاک نے امام صاحب کو ذکاوت، جودتِ طبع اور مشکل سے مشکل مسئلہ کو ایسے عام فہم طریقہ سے سمجھانے کی صلاحیت دی تھی کہ مخالف سے مخالف شخص بھی قائل ہو جاتا تھا اور طویل بحثیں جلد اور آسانی سے طے ہو جاتی تھیں سیرت النعمان میں ہے کہ

ایک دفعہ ضحاک خارجی جو خارجیوں کا مشہور سردار تھا اور بنو امیہ کے زمانہ میں کوفہ پر قابض ہو گیا تھا امام ابو حنیفہ کے پاس آیا اور تلوار دکھا کر کہا توبہ کرو۔" امام صاحب نے پوچھا کس بات سے؟ ضحاک نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ علیؓ نے امیر معاویہؓ سے جھگڑے میں ثالثی مان لی تھی حالاں کہ وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے کے کیا معنی؟ امام صاحب نے فرمایا اگر میرا قتل مقصود ہے تو اور بات ہے ورنہ اگر حق منظور ہے تو مجھ کو تقریر کی اجازت دو۔

ضحاک نے کہا میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔ امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔ اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو کیا علاج؟ ضحاک نے کہا ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں۔ چنانچہ ضحاک ہی کے ساتھیوں سے ایک شخص کا منصف کے لئے انتخاب کیا گیا کہ دونوں فریق کی صحت و غلطی کا تصفیہ کرے۔ امام صاحب نے فرمایا یہی تو حضرت علیؓ نے بھی کیا تھا۔ پھر ان پر الزام کیا ہے۔ ضحاک دم بخود رہ گیا اور چپکا اٹھ کر چلا گیا[2]

---

[1] عقود الجمان صـ ۲۴۹ و لطائف الاذکیا [2] عقود الجمان صـ ۲۶۵

ابو حنیفہ کا حکیمانہ فیصلہ

رائے و تدبیر، عقل و فراست اور نکتہ آفرینی امام ابو حنیفہ کے مشہور اوصاف ہیں۔ محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ ابو حنیفہ کی ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا تھا۔ علی بن عاصم کا قول ہے کہ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلہ میں اور ابو حنیفہ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابو حنیفہؒ کا پلہ بھاری ہوتا۔

کوفہ کے ایک شخص نے بڑے دھوم دھام سے اپنے دو بیٹوں کی شادی کر دی۔ ولیمہ کی دعوت میں شہر کے تمام اعیان و اکابر کو مدعو کیا۔ "مسعر بن کدام"، حسن بن صالح۔ سفیان ثوری اور امام اعظم ابو حنیفہ بھی شریک دعوت تھے۔ لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ دفعۃً صاحب خانہ بدحواس گھر سے نکلا۔ اور کہا "غضب ہو گیا"، لوگوں نے کہا خیر تو ہے؟ بولا۔ زفاف کی رات عورتوں کی غلطی سے شوہر اور بیبیاں بدل گئیں جو لڑکی جس کے پاس رہی وہ اس کا شوہر نہ تھا۔

سفیان نے کہا امیر معاویہ کے زمانہ میں بھی ایسا ہوا تھا اس سے نکاح میں کچھ فرق نہیں آتا البتہ دونوں کو مہر لازم ہوگا۔

مسعر بن کدام امام ابو حنیفہ کی طرف مخاطب ہوئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا شوہر خود میرے پاس آئیں تو جواب دوں گا۔ لوگ جا کر دونوں شوہروں کو بلا لائے امام صاحب نے دونوں سے الگ الگ پوچھا کہ "رات جو عورت تمہارے ساتھ رہی وہی تمہارے ساتھ نکاح میں رہے تو تم کو پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں۔ تب امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔

تو تم دونوں اپنی بیبیوں کو جن سے تمہارا نکاح بندھا تھا طلاق دے دو اور ہر شخص اس عورت سے نکاح پڑھا لے جو اس کے ساتھ ہم بستر رہ چکی ہے[1]

---

[1] عقود الجمان صـ ۲۶۵

روشندان بنانے سے دیوار گرانے تک امام ابو حنیفہ کی رہنمائی کام کر گئی !

ابن مبارک راوی ہیں کہ ایک شخص امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی دیوار میں روشندان کے کھولنے کا مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے فرمایا جب دیوار تمہاری ہے تو اس میں روشندان کھول سکتے ہو (مگر اس کی غرض اذان سننے اور تازہ ہوا کے آنے جانے تک محدود رہے) خبردار! اس سے پڑوسی کے گھر جھانکنا شرعاً ممنوع ہے۔

جب اس کے پڑوسی کو علم ہوا تو وہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس حاضر ہوا اور صورت واقعہ بیان کر دی۔ قاضی صاحب نے اسے روشندان کھولنے سے منع کر دیا۔ وہ دوسری مرتبہ امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور قاضی صاحب کے امتناعی حکم کی اطلاع عرض کر دی۔ امام صاحب نے فرمایا! بیجئے اب کی بار اپنی دیوار میں ایک دروازہ کھول دیجئے چنانچہ جب وہ دروازہ کھولنے کے لئے دیوار کے پاس آیا اور پڑوسی کو اس کے عزم کا علم ہوا تو وہ پھر سے قاضی ابن ابی لیلیٰ کے پاس شکایت لے کر آیا۔ قاضی صاحب نے اب کے بار اسے دروازہ بنانے سے بھی روک دیا۔ وہ صاحب امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور بتایا کہ قاضی صاحب نے تو مجھے دروازہ کھولنے سے بھی روک دیا ہے۔

تب امام صاحب نے اس سے کہا بھائی! تمہاری ساری دیوار کی کل قیمت کتنی ہے ؟ عرض کیا کہ تین دینار۔ امام صاحب نے فرمایا تمہارے تین دینار میرے ذمہ واجب ہوئے۔ جاؤ اور اپنی دیوار کو بیخ و بن سے گرا دو۔

وہ حسب ہدایت دیوار گرانے آیا تو پڑوسی نے حسب سابق اسے منع کیا اور قاضی صاحب کے پاس پھر سے شکایت لایا۔

قاضی صاحب اس سے فرمانے لگے۔ بھائی! تم بھی عجیب آدمی ہو کہ وہ اپنی دیوار گرا رہا ہے اس کی اپنی چیز ہے اس میں جیسا تصرف چاہے کر سکتا ہے اور تم ہو کہ مجھے کہتے ہو کہ میں

اسے اپنی دیوار گرانے سے روک دوں ۔۔ قاضی صاحب نے دیوار کے مالک سے بھی کہا

اذھب فاھدمہ واصنع ما شئت	چلے جاؤ! اور اپنی دیوار گرا دو جو جی چاہے اپنی دیوار سے وہی معاملہ کرو

اس صاحب نے عرض کیا! جناب قاضی صاحب! آپ نے مجھے بے جا تعب و مشقت میں ڈالے رکھا اتنے بڑے کام سے تو میرے لئے روشندان بنانا آسان تھا۔ قاضی صاحب کہنے لگے۔

جب تم ایسے آدمی کے پاس جاتے رہے جو میری خطاؤں کو ظاہر کرتا رہا اب جب کہ میری غلطیاں ظاہر ہو گئیں ہیں اور ستر کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہی تو میں اب بات کیسے کر سکتا ہوں جس سے اس کے بعد مجھے مزید فضیحت اٹھانی پڑے[1]

دو اور ایک درہم کا اختلاط اور تقسیم

ابن مبارک سے روایت ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ[2] کی خدمت میں ایک مسئلہ کا حل دریافت کیا وہ مسئلہ یہ تھا کہ ایک شخص کے دو درہم اور دوسرے کا ایک درہم

---

[1] کہتے ہیں کہ آخر زمانہ میں تنگ آکر بے چارے قاضی ابن ابی لیلیٰ نے چند آدمیوں کو مقرر کر لیا تھا جو اپنی طرف سے امام ابو حنیفہ سے ان مسائل کے متعلق پہلے ہی رائے دریافت کر لیتے تھے ۔ جن کے متعلق انہیں شبہ ہوتا تھا۔ کہ حضرت امام صاحب ان کی تغلیط کریں گے۔ یا ان پر اعتراض کریں گے۔ مگر سائل کے طرز سوال سے امام صاحب تاڑ جاتے کہ یہ سائل خود سوال نہیں کر رہا بلکہ پس منظر میں قاضی صاحب سوال کرا رہے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایسے موقع پر بے ساختہ امام اعظم کی زبان پر یہ شعر جاری ہو جاتا ؂

واذا تکون عظیمۃ ادعی لہا	جب کوئی مشکل آن پڑتی ہے تب تو ہمیں بلایا جاتا ہے
واذا یحاس الحیس یدعی جندب	اور جب حلوہ مانڈہ تیار ہوتا ہے تو جندب کی دعوت ہوتی ہے۔

[2] عقود الجمان ص ۲۵۰

باہم مختلط ہو گئے۔ پھر ان تینوں کے مجموعہ سے دو درہم گم ہو گئے۔ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دو درہم کون سے تھے۔ اب اس باقی ایک درہم کا کیا بنے گا امام صاحب نے جواب میں فرمایا۔

بقیہ ایک درہم کے تین حصے کر دئے جائیں گے دو حصے ($\frac{2}{3}$) اس کو ملیں گے جس کے دو درہم تھے اور ایک حصہ ($\frac{1}{3}$) اس کو ملے گا جس کا ایک درہم تھا۔

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے ابن شبرمہ سے ملاقات کی اور اس سے بھی یہی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ اس سے پہلے بھی یہ مسئلہ دریافت کیا ہے میں نے عرض کیا کہ ہاں! ابو حنیفہ سے دریافت کیا ہے۔ اور مسئلہ کی تفصیل سے ان کو آگاہ کر دیا تو کہنے لگے امام ابو حنیفہ سے صحت جواب میں غلطی ہوئی ہے۔ مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

دو درہم جو گم ہو گئے ہیں ان میں سے ایک درہم کے متعلق تو یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ وہ اس کا تھا جس کے دو درہم تھے۔ اور اب گویا ایک درہم دونوں کا (یعنی جب ایک درہم یقینی طور صاحب درہمین کا گم ہو گیا ہے اور باقی ایک ایک درہم کے اختلاط میں گویا درہمین ایک نامعلوم درہم گم ہوا ہے لہذا اس کے نقصان میں دونوں شریک ہوں گے) اور باقی ایک درہم دونوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔

ابن مبارک کہتے ہیں میں نے اس جواب کو پسند کیا پھر اس کے بعد امام ابو حنیفہ سے میری ملاقات ہوئی۔ یہ وہی امام اعظم ہیں اگر ان کی عقل روئے زمین پر بسنے والوں کی نصف آبادی کے عقلوں کے ساتھ تولی جائے تو وہ بھاری نکلے۔ تو امام اعظم نے فرمایا ابن شبرمہ سے تم ملے تھے۔ اور تمہارے دریافت کرنے پر انہوں نے یہ جواب (جو اوپر تفصیل سے درج کر دیا گیا ہے) تمہیں دیا تھا کہ بقیہ درہم دونوں میں نصف نصف کر دیا جائے گا میں نے کہا آپ سچ کہتے ہیں۔ تب امام اعظم نے فرمایا۔

بھائی! بات ایسے نہیں درحقیقت صورت مسئلہ یہ ہے کہ جب دونوں کی جانب سے تین دراہم کا آپس میں اختلاط متحقق ہو گیا تو ہر ایک درہم میں دونوں کی شرکت اثلاثاً (تین تہائیاں) ثابت ہو گئی۔ دو درہم والے کے لئے دو تہائیاں اور ایک درہم والے کے لئے ایک تہائی ہو گی لہذا جو درہم بھی گم ہو گا اس میں حصۂ شرکت کے موافق ہر ایک کا حصہ گم ہو گا۔ لہذا جب ایک درہم باقی رہ گیا تو اس میں بھی حسب شرکت حصہ دو تہائیاں، اور ایک تہائی دونوں کو دیا جائے گا[1] لہذا جس کے دو درہم تھے اس کو دو حصے ملیں گے اور جس کا ایک درہم تھا اس کو ایک حصہ ملے گا۔

امام اعظم ابو حنیفہ اور ابن شبرمہ کا یہ اختلاف دراصل اصول کے اختلاف پر مبنی ہے امام اعظم ابو حنیفہ کے نزدیک جب کئی چیزیں عدم امتیاز کے ساتھ مختلط ہو جائیں تو ان کی تقسیم مال مشترک کی طرح واجب ہے یہ گویا شرکت علی الشیوع ہے جس کی تقسیم واجب ہے لہذا ایک درہم بھی اثلاثاً تقسیم ہو گا جس کے دو درہم تھے اس کو $\frac{2}{3}$ اور جس کا ایک درہم تھا اس کو $\frac{1}{3}$ حصہ ملے گا۔

جب کہ ابن شبرمہ فرماتے ہیں کہ اگر مال بغیر تمیز کے مختلط ہو جائے تو اس سے شرکت ہی لازم نہیں آتی۔ لہذا دو درہموں میں ایک جو گم ہوا ہے وہ تو یقیناً اسی کا ہے جس کے دو تھے۔ اب دونوں کا ایک ایک رہ گیا اور موجود بھی ایک ہے جس میں احتمال ہے کہ وہ دونوں میں سے کس کا ہے جب کہ کسی ایک کے لئے بھی مرجح موجود نہیں لہذا باقی درہم نصف نصف تقسیم کیا جائے گا۔

ابو حنیفہ کی تدبیر، برائی کا مداوا برائی سے ہو گیا

ایک شخص نے امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ میرے پڑوسی نے اپنے گھر میں

[1] عقود الجمان صہ ۲۰۵ و خیرات الحسان فصل ۲۲ تا ۲۴

ایک کنواں کھود رکھا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری دیوار نہ گر جائے۔

امام صاحب نے فرمایا ------ اپنے گھر میں اسی کنوئیں کے برابر اور قریب ایک نالی کھودلو۔ اس نے اسی طرح کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کنواں خشک ہوگیا چنانچہ مالک نے اسے بند کردیا۔[1]

ایام رمضان میں جماع کا حلف اور امام اعظم ابوحنیفہ کی تدبیر

ایک شخص نے قسم اٹھائی کہ رمضان کے ایام میں اپنی بیوی سے جماع کروں گا۔ اب اگر جماع کرتا ہے تو روزہ توڑنے کا کفارہ دینا ہوگا اور جرم و سزا اور گناہ اس پر مستزاد۔ اور اگر ان ایام میں قربت اختیار نہیں کرتا تو حانث ہوتا ہے۔ بہت سوں کے پاس یہ مسئلہ لایا گیا۔ مگر جواب کہیں سے بھی نہیں ملا۔ جب امام اعظم ابوحنیفہ کے سامنے صورت مسئلہ رکھی گئی تو آپ نے ایک ہی چٹکی میں مسئلہ حل کردیا۔ ارشاد فرمایا۔

یسافر بہا فیطؤہا نہاراً فی رمضان[2]

مرد سفر پر روانہ ہو عورت کو ہمراہ لے لے رخصت سفر سے فائدہ اٹھاتے ہوئے روزہ نہ رکھے اور اپنا مقصد

---

[1] اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے شکایت کرنے والے سے یہ نہیں کہا کہ اپنے پڑوسی کو کنواں بند کرنے پر مجبور کرے اور اس کے لئے محکمہ قضا کی امداد حاصل کرے بلکہ آپ نے اس کو یہ حیلہ اور تدبیر بتادی۔ اور یہ بھی گویا اپنی ملکیت میں تصرف کرنے کی ایک قسم ہے۔ اور یہ ایک عذر ہے جس سے آپ نے دوسرے ضرر کا ازالہ کردیا۔ چنانچہ دونوں فریق ایذاء سے محفوظ رہے۔ اسی طرح برائی کا مداوا برائی سے کیا جاتا ہے تو امن حاصل ہو جاتا ہے (ابوحنیفہ از ابوزہرہ حصہ دوم)

[2] عقود الجمان ص۲۷۶

پورا کرے۔

نام کا اثر کام میں ہوتا ہے

اسماعیل بن حماد جو امام اعظم کے پوتے ہیں نے روایت کی ہے کہ ہمارے پڑوس میں ایک رافضی شیعہ رہتا تھا۔ اسے حضرات صحابہؓ سے حد درجہ بغض و عداوت تھی اسی عداوت کی وجہ سے اس نے اپنے دو خچروں کے نام صحابہؓ کے نام پر رکھ لئے تھے ایک کا نام ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر کہہ کر پکارتا تھا۔ العیاذ باللہ ایک روز اسے اپنے گدھوں میں سے کسی نے لات مار کر ہلاک کردیا۔ امام اعظم کو خبر دی گئی تو امام صاحب نے فرمایا۔ جاؤ تحقیق کرلو۔ یہ وہی گدھا ہوگا جس کو یہ رافضی ظالم عمر کہہ کر پکارتا تھا۔ کہ نام کا اثر کام میں ضرور ہوتا ہے۔ اللہ نے اس گدھے سے عمرؓ کے نام کی لاج رکھوائی۔ اور حضرت عمرؓ کی شان میں گستاخی کرنے والے کو دنیا میں گدھے کی لات سے مرجانے کی رسوائی دلوائی خسر الدنیا والآخرہ۔

جب تحقیق کی گئی تو بات وہی نکلی جو امام ابوحنیفہ نے کہی تھی۔[1]

عطا من عند اللہ

ایک روز گورنر ابن ہبیرہ نے امام صاحب کی خدمت میں ایک انگوٹھی پیش کی جس کے نگینہ پر "عطا بن عبد اللہ" کندہ ہوا تھا۔ اور کہا یہ انگوٹھی تو بڑی قیمتی ہے۔ مگر اس سے مہر لگانا میں پسند نہیں کرتا کہ غیر کا نام درج ہے۔ اور اس کے ثبت کرنے سے حکم بھی مؤکد نہیں ہوسکتا۔ امام صاحب نے فرمایا لفظ "بن" کے با کو گول کرکے میم بنادو۔ اور عبد کے نیچے نقطہ کاٹ کر اوپر لگادو تو یہ "عطاء من عند اللہ" ہو جائے گا۔

گورنر ابوحنیفہ کی اس سرعت انتقال ذہنی سے بے حد متاثر ہوا اور باہمی تعلقات قائم رکھنے اور مزید استوار کرنے کی درخواست اور اس پر اصرار کرتا رہا۔[2]

---

[1] عقود الجمان ص۲۷۰ [2] ایضاً

وقوع طلاق سے مَخلَص کی حکیمانہ تدبیر

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا کہ

ایک شخص جس کے ہاتھ میں پانی سے بھرا ہوا پیالہ تھا اپنی بیوی سے کہا اگر میں اس سے پانی پی لوں یا انڈیل دوں یا بھرا ہوا پیالہ زمین پر رکھ دوں یا کسی دوسرے انسان کے حوالے کر دوں تو تجھ پر طلاق ہو۔ اب مذکورہ چاروں صورتوں میں سے جونسی صورت اختیار کرے عورت پر طلاق واقع ہوتی ہے کیا اس سے بھی کوئی مخلص ہو سکتا ہے تو امام صاحب نے فرمایا۔

ہاں! کپڑا لے کر پیالے میں ڈالے جو اس کے پانی کو جذب کرلے یہانتک کہ پیالہ خالی ہو جائے۔ چونکہ خالی پیالہ پر تعلیق طلاق نہیں ہے۔ اس لئے پیالہ کے خالی ہونے کے بعد جونسی صورت بھی اختیار کر لی جائے طلاق واقع نہ ہو گی[1]

قیاس ابوحنیفہؒ کا ایک دلچسپ لطیفہ

محمد بن ابراہیم الفقیہہ کی روایت ہے کہ ایک روز امام اعظم ابوحنیفہ اپنے اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ کہ اتنے میں آپ کے ہاں سے ایک شخص کا گذر ہوا۔ امام صاحب نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ۔

ا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ شخص مسافر ہے۔ ب۔ کچھ دیر بعد ارشاد فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اس شخص کی آستین میں کوئی میٹھی چیز بھی ہے۔ ج۔ پھر کچھ دیر بعد فرمایا کہ میرے خیال میں یہ شخص معلم الصبیان (چھوٹے بچوں کا استاد) ہے

حاضرین میں سے ابوحنیفہ کا کوئی شاگرد اٹھا تا کہ اس شخص کے بارے میں یقینی اور قطعی معلومات حاصل کی جاسکیں جب تحقیق کی تو معلوم ہوا۔ ا۔ واقعی وہ شخص مسافر ہے۔

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۹۲

(ب) اس کی آستین میں کشمش ہے۔ ج۔ واقعۃً اس کا کام معلم الصبیانی ہے۔

حاضرین نے ابوحنیفہ سے دریافت کیا کہ آپ کو اس کی مسافرت کیسے معلوم ہوئی تو امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ وہ گھور گھور کر دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ اور مسافر جہاں بھی جاتا ہے یہی کرتا ہے۔ میں نے اس کی آستین پر مکھی دیکھی تو یہی سمجھا کہ اس کی آستین میں کوئی میٹھی چیز ہے۔ مکھی ایسی چیزوں کی طرف دوڑ کر آتی ہے۔ اور میں نے اس شخص سے یہ بھی محسوس کیا کہ وہ صبیان (چھوٹے بچوں) کو بڑی تیز نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ جس سے میں نے اندازہ لگایا کہ یہ بچوں کے استاد ہیں[1]

امام ابوحنیفہ علم صرف کے مدوّن اوّل ہیں

علی العموم مشہور یہ ہے کہ فن صرف کے مدون اول ابوعثمان بکر المازنی (متوفی ۲۴۸ھ) ہیں۔ اور اس سے پہلے یہ الگ فن کی حیثیت سے مدون نہیں تھا۔ بلکہ نحو ہی میں اس کے مسائل بھی ذکر کر دیے جاتے تھے[2]

مگر تحقیق یہ ہے کہ فن صرف کے مدوّن اول ابوعثمان المازنی نہیں بلکہ ان سے بھی ایک صدی قبل امام اعظم ہیں جو تدوین فقہ کے علاوہ علم صرف میں بھی ایک مستقل رسالہ تصنیف کر چکے ہیں اس رسالہ کا نام "المقصود" ہے۔ جو علم صرف کا نہایت جامع، مختصر مگر واضح اور منضبط متن ہے۔

معجم المطبوعات العربیہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ معجم مذکورہ میں اس کا ذکر تین جگہ پر آیا ہے[3] اور تینوں جگہ "المقصود" کو امام اعظم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

جامعہ ازہر کے استاد جناب احمد سعید علی کی تصحیح کے ساتھ اصل رسالہ بمعہ اپنے تین شروحات کے شائع ہو چکا ہے۔ شروحات کے نام یہ ہیں۔

ا۔ المطلوب! شارح کا نام معلوم نہیں تاہم دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرح ۹۵۲ھ

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۵۰ [2] کشف الظنون ج ۱ صہ ۲۰۹ و مفتاح السعادۃ ج ۱ صہ ۱۱۳ [3] معجم المطبوعات ج ۲ صہ ۳۰۴ ج ۱ صہ ۱۴۰۲

سے کافی پہلے لکھی گئی ہے۔ اور اس کے لکھنے والے ابوحنیفہ کے کوئی شاگرد یا قریبی تعلق رکھنے والے ہیں۔

۲۔ إمعان الانتظار۔ مصنف کا نام نورالدین محمد بن بیر علی ہے۔ یہ شرح ۹۵۲ھ میں مکمل ہوئی اور انہوں نے جزم کے ساتھ لکھا ہے کہ "المقصود" کے مصنف امام اعظم ہیں۔

۳۔ روح الشروح۔ مصنف استاد عیسٰی سیروی ہے۔

علم فقہ کی دستوری تشکیل و تدوین جدید امام اعظم ابوحنیفہ کا لازوال کارنامہ

امام اعظم ابوحنیفہ کے زمانہ سے قبل جلیل القدر تابعین کے ہاں علم حدیث کی طرح فقہیہ مسائل کے استخراج و استنباط اور اجتہاد کو بھی اہمیت حاصل رہی۔ فقہ و اجتہاد کے بہت سے مسائل مدون ہو چکے تھے مگر یہ کوئی باقاعدہ اور منظم تدوین نہ تھی۔ اور نہ اسے ایک مستقل فن کی حیثیت حاصل تھی۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے استاد امام حماد کی وفات کے بعد کا زمانہ وہ تھا کہ تمدن و معاشرت میں وسعت کی وجہ سے عبادات اور معاملات میں کثرت مسائل کے واقعات پیش آنے لگے دور دراز کے اطراف و بلاد سے روزانہ سینکڑوں استفتاء امام اعظم کے پاس آنے لگے یہ کام فرد واحد کے بس کا نہ تھا۔ اس کے لئے باقاعدہ ایک کمیٹی اور وسیع دارالافتاء اور ایک مستحکم دارالقضاء کی ضرورت تھی۔ ابوحنیفہ کی حساس طبیعت نے بڑی شدت سے اس کا احساس کیا اور ان کی مجتہدانہ طبیعت اور متفننانہ مزاج نے ان کو خود اس فن کی باقاعدہ ترتیب اور تدوین پر آمادہ کر لیا۔ حجازِ مقدس کے قیام اور تجربات سے اس عزم میں مزید پختگی ہوئی۔ چنانچہ قتادہ بصری سے مناظرہ کے دوران امام اعظم نے فرمایا تھا۔

علم والوں کو چاہیئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے ان کے حل کے لئے وہ پہلے سے آمادہ ہو جائیں واقع ہونے سے پہلے ان کے بچنے کی جو صورتیں ہیں ان کو سوچ لینا چاہیئے۔ اور انہیں پہلے سے معلوم ہونا چاہیئے کہ پیش آمدہ مسائل میں ابتلاء کے وقت کیا کرنا چاہیئے۔

اسلامی قانون کی تدوین و تشکیل جدید کے کام کے وسیع اہم، مگر پُرخطر حد درجہ حزم و احتیاط اور وقیع ہونے کے پیش نظر امام ابوحنیفہؒ نے اسلام کے شورائی نظام کے تحت اس کے لئے ایک دستوری کمیٹی تشکیل دی اور اس کے باقاعدہ کام کرنے کے لئے کوفہ کو بطور صدر مقام منتخب کیا۔ شرکائے کمیٹی کی مجموعی تعداد چالیس تھی۔ ان میں ہر ایک فقہی مسائل کے استنباط و اجتہاد میں درجۂ اجتہاد کو پہنچا ہوا تھا۔ اور ان میں ہر ایک عہدۂ قضاء کی ذمہ داریاں سنبھالنے کی پوری صلاحیت رکھتا تھا اور ان میں دس تو ایسے تھے جو صرف قاضی ہی نہیں بلکہ قضاۃ کے معلم تھے۔ امام محمد کو عربیت اور علم و ادب میں خاص کمال حاصل تھا۔ قاسم بن معین بھی علم و ادب میں مسلّم استاد تھے۔ استخراج و استنباط مسائل میں امام زفر اپنی نظیر آپ تھے۔ قاضی ابویوسف، داؤد طائی، یحیٰی، عبداللہ بن مبارک اور حفص بن غیاث کو روایات اور حدیث و آثار میں خاص کمال اور امتیاز حاصل تھا۔ اور وہ اپنے زمانے کے مسلّم اساتذہ تسلیم کئے جاتے تھے۔

اس کے علاوہ ۱۲ افراد پر مشتمل ایک دوسری کمیٹی (مجلس شورٰی) تھی جو فیصلے کو آخری شکل دیتی۔ اور حتمی نتائج پر پہنچتی تھی۔ دونوں کمیٹیوں کے سربراہِ اعلیٰ خود امام ابوحنیفہ تھے جن کی سرپرستی و نگرانی اور راہنمائی میں اکابر علما، مجتہدین و فقہا نے کم و بیش ۳۰ سال تک تدوین فقہ یا اسلامی دستور کی تشکیل و ترتیب میں صرف کئے۔ ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک یہ کام جاری رہا جو امام اعظم ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا لازوال کارنامہ ہے۔ امت میں ابوحنیفہ کی یہ شورائی، تدوینی فقہ ان کا پہلا قدم تھا۔ اس لئے اوائل میں اسے اوپری نظر سے دیکھا گیا۔ مگر شدہ شدہ دیگر ائمہ عظام نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی۔ حتٰی کہ کوئی ایسا امام باقی نہ رہا جس کی ابوحنیفہ کے قائم کردہ طریقہ پر فقہ مرتب ہو کر نہ آگئی ہو۔ گویا ابوحنیفہ کو تدوین فقہ اور اسلامی دستور کی باقاعدہ تشکیل میں اولین راہی کا مقام حاصل ہے۔ اور ائمہ اسلام کے تمام فقہی ذخیروں میں صرف اور صرف فقہ حنفی کو یہ

امتیاز حاصل ہے کہ وہ کسی شخصی رائے پر مبنی نہیں بلکہ چالیس علما کی جماعت شوریٰ کی ترتیب دادہ ہے۔ اور حنفی مسلک گویا شورائی مسلک ہے۔

کمیٹی کے اجلاس میں ایک ایک مسئلہ پر تین تین روز کی بحث کے بعد اس کو آخری شکل دی جاتی تھی جب تک مسئلہ بحث وتمحیص اور تنقیح وتفتیش کے جملہ مراحل طے نہ کر لیتا ابو حنیفہ اس کے لکھنے سے منع فرماتے۔ کمیٹی کے ہر رکن کو پوری آزادی سے اپنی رائے پیش کرنے کا حق حاصل تھا۔ شرکائے مجلس امام صاحب سے بے تکلف اور مسائل کی تفتیش اور تنقیح میں بے باک تھے بعض اوقات نو وارد کو بے ادبی کا گمان ہونے لگتا۔ ایسے موقع پر جب شرکائے مجلس کو کسی نے تنبیہ کی تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔

" تم ان لوگوں (تلامذہ و رفقائے کمیٹی) کو چھوڑ دو میں نے خود ہی اس طرز کلام کا ان کو عادی بنا دیا ہے۔"

ایسا بھی ہوتا کہ گاہے گاہے ایک مسئلہ پر مہینوں بحث طویل ہو جاتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام اعظم کی قائم کردہ دستوری کونسل نے ۳۰ سال تک مسلسل کام کیا قانونِ اسلامی کی تدوین جس کی مدونہ کتابیں کتب فقہ ابی حنیفہ کے نام سے مشہور ہوئیں اس مجموعہ میں ۸۳ ہزار دفعات تھے۔ امام صاحب کو جب آخر عمر میں بغداد جیل میں منتقل کر دیا گیا تب بھی تدوینِ فقہ کا سلسلہ جاری رہا۔ امام محمد کا تعلق ابو حنیفہ کے ساتھ یہاں قائم ہوا اضافہ کے بعد اس میں کل مسائل کی تعداد ۵۰ ہزار تک پہنچ گئی۔

چنانچہ فقہ حنفیہ کی قانونی جامعیت ہمہ پہلو وسعت وآفاقیت کے پیش نظر اس کو چہار دانگ عالم میں شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کے دستوری نسخے عدالتوں اور حکومتوں نے حاصل کئے اور اسلامی حکومتوں نے سرکاری طور پر ان نسخوں کو اپنی عدالتوں کے قضاۃ کے ہاں رکھوا لیا۔ علماء قضاۃ اور والیان ریاست اس سے مستفید ہوتے رہے اور بالآخر عملاً ان کو نافذ کر دیا گیا۔ اس سلسلہ کے مکتوبہ کتب کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(و) کتب ظاہر الروایہ۔ اس میں چھ کتابیں شمار کی جاتی ہیں:۔

۱۔ جامع صغیر۔ اسے امام محمد نے امام ابو یوسف کی روایت سے مرتب کیا ہے اور اس کی چالیس شروحات لکھی گئی ہیں۔

۲۔ جامع کبیر۔ جامع صغیر سے اس کے مسائل کی تعداد زیادہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کے اقوال کے علاوہ اس میں امام ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی موجود ہیں۔ یہ بھی امام محمد کی تصنیف ہے یہی وہ کتاب ہے جسے ایک نصرانی نے پڑھا تو مسلمان ہو گیا اور کہا:۔

"جب مسلمانوں کے چھوٹے محمد کا یہ حال ہے تو بڑے محمدﷺ کا کیا حال ہوگا"

۳۔ مبسوط۔ یہ امام محمد کی سب سے پہلی تصنیف ہے اور اصل کے نام سے مشہور ہے۔

۴۔ زیادات۔ ان مسائل کا مجموعہ ہے جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج نہ ہو سکے۔

۵۔ السیر الصغیر۔ حکومت وسیاست اور جہاد کے مسائل پر مشتمل ہے۔

۶۔ السیر الکبیر۔ یہ کتاب امام محمد کی سب سے آخری تصنیف ہے۔

ابو الفضل محمد بن احمد مروزی جو حاکم شہید کے لقب سے مشہور ہیں نے ظاہر الروایہ کی تمام کتابوں کے مسائل پر مشتمل "کافی" کے نام سے ایک کتاب لکھی جس کی امام سرخسی نے ۳۰ جلدوں پر مشتمل شرح لکھی جو مبسوط کے نام سے مشہور ہے۔

(ب) کتب نوادر۔ مندرجہ بالا کتب کے علاوہ امام محمد کے دیگر فقہی تصنیفات کو "نوادرات" کہتے ہیں جو کیسانیات[1]۔ جرجانیات[2]۔ ہارونیات[3] امالی امام محمد اور نوادر ابن رستم وغیرہ کو

---

[1] اس کتاب کی روایت امام محمد سے شعیب بن سلیمان الکیسانی نے کی ہے لہذا اسی نام سے کتاب معروف ہے [2] امام محمد سے اس کتاب کے راوی علی بن صالح جرجانی ہیں۔ لہذا کتاب بھی ان کے نام سے مشہور ہوئی [3] یہ بھی امام محمد کی تالیف ہے مسائل شتی پر مشتمل اور فوائد نافعہ کی حامل ہے

شامل ہیں ان کے علاوہ بھی امام محمد اور امام ابو یوسف کی دیگر تصانیف مثلاً "کتاب الآثار" "کتاب الحج" "موطا امام محمد" وغیرہ سب پر نوادرات کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس کے بعد بھی دستوری اور قانونی طور پر اس کی توسیع کا سلسلہ جاری رہا۔ اور مسلمانوں کو کرۂ ارض کے سب سے بڑے حصہ پر تقریباً ایک ہزار سال تک حکمرانی کے جو مواقع ملے تو ان کی حکومتیں الحمدللہ اصلاً یا ضمناً زیادہ تر امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ کے مدون کردہ آئین و دستور کی پابند رہیں[1]۔

امام اعظم اور علم الحدیث

باقی رہا امام اعظم ابو حنیفہ کا علم حدیث میں رتبہ و مقام تو یہ ایک حقیقت ہے کہ علم حدیث سے بے نیاز ہو کر صرف قیاس اور قرآن پر فقہ کی بنیاد ہرگز نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ امام اعظم ابو حنیفہ کے مرویات کو آپ کے تلامذہ "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے جمع کرتے رہے جن کی تعداد ۱۵ تک پہنچتی ہے جنہیں علامہ خوارزمی نے یکجا کر کے "جامع مسانید الامام الاعظم" کے نام سے مرتب کیا۔ ابو حنیفہ کے سب سے بڑے شاگرد قاضی ابو یوسف نے "کتاب الآثار" میں امام اعظم کے مرویات کو جمع کیا ہے۔ علم حدیث میں امام صاحب کے اساتذہ کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے۔ آپ کے مسانید جمع کرنے والوں میں دارقطنی، ابن شاہین اور ابن عقدہ جیسے نامور علماء حدیث شامل ہیں کوئی شخص فقہ حنفی کی معتبر کتابوں میں سے اگر صرف امام طحاوی

---

[1] تدوین فقہ اور اس کی تشکیل جدید کی مفصل روئیداد احقر نے "دفاع ابو حنیفہ" (شائع کردہ موتمر المصنفین دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور) کے ساتویں باب میں تفصیل سے تحریر کر دی ہے جسے پاکستان کے علمی و دینی جرائد کے علاوہ مرکز علم دارالعلوم دیوبند کے ماہنامہ "دارالعلوم" نے بھی اپنے شمارہ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں شائع کیا اور کتاب پر اپنے تبصرہ و تعارف میں اسے جامع و قیع اور اس کا مطالعہ و استفادہ ضروری قرار دیا یہاں اس باب کی تلخیص کر دی گئی ہے اگر اس سے ذوق مطالعہ کی انگیخت ہوئی ہو تو مزید توضیح و تفصیل دفاع امام ابو حنیفہ میں ملاحظہ فرمائیے۔

کی "شرح معانی الآثار" ابوبکر جصاص کی "احکام القرآن" اور امام سرخسی کی "المبسوط" ہی کو دیکھ لے تو اسے ابو حنیفہ کی علم حدیث میں مہارت و فضیلت کا اندازہ ہو جائے گا۔ امام صاحب نے چار ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ دو ہزار صرف امام حماد کے طریق سے اور دو ہزار باقی شیوخ سے[1]۔ امیر یمانی کا بیان ہے کہ بلاشبہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلا تکرار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے[2]۔

امام صاحب کی چار ہزار حدیثوں کی روایت تب ہے جب تکرار اور تعدد طرق و اسانید سے صرف نظر کر لی جائے۔ ورنہ اسناد اور تعدد طرق اور تکرار کو ملحوظ رکھ کر وہ ۷۰ ہزار تک تعداد بڑھ جاتی ہے۔ احقر نے اس موضوع پر دفاع ابو حنیفہ کے چھٹے باب میں تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ یہاں تکرار سے کتاب کی ضخامت بڑھ جائے گی۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حدیث سے اسناد کے معاملہ میں ابو حنیفہ کا مسلک

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استناد کے معاملہ میں امام اعظم کا جو مسلک تھا اسے انہوں نے خود ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ

"مجھے جب کوئی حکم خدا کی کتاب میں مل جاتا ہے تو میں اس کو تھام لیتا ہوں اور جب اس میں نہیں ملتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپؐ کے ان صحیح آثار کو لیتا ہوں جو ثقہ لوگوں کے ہاں ثقہ لوگوں کے واسطے سے معروف ہیں۔ پھر جب نہ کتاب اللہ میں حکم ملتا ہے نہ سنت رسول اللہ میں تو میں اصحاب رسولؓ کے قول (یعنی ان کے اجماع) کی پیروی کرتا ہوں اور ان کے اختلاف کی صورت میں جس صحابی کا قول چاہتا ہوں قبول کرتا ہوں۔ اور جس کا چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ مگر ان سب کے اقوال سے باہر جا کر کسی

---

[1] مناقب موفق۔ [2] توضیح الافکار ص ۶۳

کا قول نہیں لیتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم، شعبی، ابن سیرین، حسن، عطا، سعید بن المسیب (اور ان کے علاوہ کچھ اور اصحاب بھی گنے) تک پہنچے تو فرمایا۔

فقوم اجتہدوا فاجتہد کما اجتہدوا [1]	تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا میں بھی اجتہاد کر لیتا ہوں۔

اور بعض روایات میں الفاظ قدرے مختلف نقل ہوئے ہیں۔

وما جاء عن غیرھم فھم رجال و نحن رجال [2]	اور جب غیر صحابہؓ سے کوئی قول آئے تو گو وہ بھی ہماری طرح کے انسان ہیں (یعنی جس طرح انہیں اجتہاد کا حق ہے ہمیں بھی ہے)
و اذا جاءنا عن التابعین زاحمناھم [3]	اور جب ہمارے پاس تابعین کے اقوال آتے ہیں تو ہم ان سے علمی مزاحمت کرتے ہیں۔
وما جاء عن غیرھم اخذنا و ترکنا۔ [4]	غیر صحابہؓ کے اقوال کو لیتے بھی ہیں اور چھوڑتے بھی ہیں۔
ما جاءنا عن الصحابہ فعلی الراس و العین وما جاءنا عن التابعین فھم	جو چیز ہمارے پاس صحابہؓ سے پہنچتی تو اس کو ہم سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور جو تابعین سے آتی ہے

---

[1] تاریخ بغداد للخطیب ج ۱۳ صہ ۲۶۸ و مناقب موفق ۔ و مناقب ذہبی صہ ۲۰

[2] میزان ج ۱ صہ ۲۹ و خیرات الحسان صہ ۲۷ [3] الانتقاء صہ ۱۴۴ و الجواہر المضیئہ ج ۲ صہ ۲۴۹

[4] ذیل الجواہر ج ۲ صہ ۳۷۴

رجال و نحن رجال	سو وہ بھی عام انسان ہیں اور ہم بھی۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سامنے ایک مرتبہ ان پر یہ الزام لگایا گیا کہ وہ قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں اس پر انہوں نے فرمایا۔

" خدا کی قسم! اس شخص نے جھوٹ کہا اور ہم پر افتراء باندھا جس نے کہا کہ ہم قیاس کو نص پر ترجیح دیتے ہیں۔ بھلا نص کے بعد بھی قیاس کی کوئی حاجت رہتی ہے!" [1]

خلیفہ ابوجعفر منصور نے ایک مرتبہ امام صاحب کو لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ جواب میں انہوں نے لکھا۔

" امیر المومنین! جو بات آپ تک پہنچی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ میں سب سے پہلے کتاب اللہ پر عمل کرتا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر۔ پھر حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے فیصلوں پر۔ پھر باقی صحابہ کرامؓ کے فیصلوں پر۔ البتہ جب صحابہؓ میں اختلاف ہو تو قیاس کرتا ہوں۔" [2]

علامہ ابن حزم تو یہاں تک رقمطراز ہیں کہ [3]

" تمام اصحاب ابی حنیفہ اس بات پر متفق ہیں کہ ابوحنیفہ کا مذہب یہ تھا کہ ضعیف [5] حدیث بھی اگر مل جائے تو اس کے مقابلے میں قیاس اور رائے کو چھوڑ دیا جائے [4]

شانِ تابعیت اور صحابہ سے ملاقات و روایت	امام اعظم ابوحنیفہ تابعین سے ہیں ۸۰ ہجری میں آپ پیدا ہوئے جب کہ اس وقت صحابہؓ کی ایک

---

[1] مفتاح السعادۃ ج ۲ صہ ۷ [2] کتاب المیزان ج ۱ صہ ۶۲ [3] ذہبی نے ابوحنیفہ کے مناقب صہ ۲۱ میں لکھا ہے کہ " واضح رہے ضعیف حدیث سے مراد جھوٹی حدیث نہیں ہے اس جگہ ضعیف سے مراد وہ حدیث ہے جس کی سند قوی نہ ہو مگر جس سے یہ گمان کیا جا سکے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قول ہو گا۔ [4] کتاب المیزان ج ۱ صہ ۶۲

جماعت کوفہ میں موجود تھی۔ مؤرخین نے آپ کے پیدا ہونے کے زمانہ میں موجود صحابہ کی تعداد بیس بتائی ہے تاہم خطیب بغدادی، قسطلانی، یافعی، ابن حجر عسقلانی، دارقطنی اور ابن حجر مکی جیسے جبال علم اور ائمہ حدیث ابو حنیفہ کی حضرت انس رض کی زیارت و ملاقات پر متفق ہیں۔ ملا علی قاری نے شرح نخبۃ الفکر میں تابعی کی تعریف میں لکھا ہے۔

وھو من لقی الصحابی ھذا ھو المختار

تابعی وہ ہے جس نے صحابی رض سے ملاقات کی ہو۔

اس سعادت کے پیش نظر امام اعظمؒ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت اور اس ارشاد گرامی کا مصداق قرار پاتے ہیں کہ

طوبیٰ لمن رآنی و آمن بی ولمن رأی من رآنی۔

بشارت ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے حالتِ ایمان میں مجھے دیکھا اور وہ لوگ بھی مبارک ہیں جنہوں نے حالتِ ایمان میں میرے دیکھنے والوں سے ملاقات کی۔

امام اعظم نے اپنی عمر میں پچپن حج کئے ہیں جن میں سے کم از کم پندرہ حج آپ نے صحابی رسول ابو الطفیل رض متوفی ۱۱۰ھ مقیم مکہ کے زمانے میں کئے ہیں گویا پندرہ مرتبہ کوفہ سے مکہ مکرمہ آنا ہوا۔ یہ بات عقل سلیم کے باور کرنے سے بعید ہے کہ حضورؐ کے مذکورہ ارشادِ گرامی وجود صحابی اور زیارت و ملاقات کی ممکنہ صورت اور تابعیت کی سعادت دارین کی نعمتِ عظمیٰ کے سہل الحصول ہونے کے باوجود ایک مرتبہ بھی آپ نے حضرت ابو الطفیل رض کی زیارت کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔

صرف یہ نہیں بلکہ آپ کی عمر کے ساتویں سال تک آپ ہی کے شہر کوفہ میں حضرت عمرو بن حریث رض اور حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رض موجود تھے لامحالہ قرن اول کے دستور کے

مطابق امام صاحب کو آپ کے والد دعائے برکت صلحاء کی غرض سے حضرات صحابہ کی خدمت میں بھی پیش کر چکے ہوں گے۔

ابو حنیفہ کی رویتِ صحابہ رض اور شرفِ تابعیت متفق علیہ ہے اور بقول اکابر ائمہ حدیث کے جو شخص امام صاحب کی تابعیت سے انکار کرتا ہے وہ تتبع قاصر اور تعصب فاتر میں مبتلا ہے۔

البتہ بعض نے یہ کہا ہے کہ بوجہ صغر سنی کے آپ نے صحابہ رض سے روایت نہیں کی مگر یہ قول مرجوح ہے اور آپ کی صحابہ سے رویت و روایت دونوں ثابت ہیں اور یہی قول محقق ہے۔

پہلا سفر حج اور حضرت عبد اللہ بن حارث سے ملاقات

جامع بیان العلم میں ہے کہ ۹۶ھ میں امام صاحب نے زندگی کا سب سے پہلا حج کیا اور اسی سال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن حارث سے ملاقات اور تلمذ کا شرف حاصل کیا اور آپ نے اسی ملاقات میں ان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سنا۔

من تفقہ فی الدین کفاہ اللہ ھمہ ورزقہ من حیث لا یحتسب

جس نے اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ اور فقاہت پیدا کر لی اللہ اس کے رنج و غم میں کافی ہے اور اس مقام سے رزق دے گا جہاں اس کو گمان بھی نہ ہو گا۔

حضرت امام اعظم نے اپنے زمانہ میں کوفہ کا کوئی صحابی اور تابعی ایسا نہیں چھوڑا جس سے ملاقات اور کسب فیض نہ کیا ہو۔ علامہ خوارزمی فرماتے ہیں۔

اتفق العلماء علی انہ روی عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام صاحب نے صحابہ رض سے روایات نقل

علیہ وسلم لکنھم اختلفوا فی عددھم [1]

کی ہیں لیکن اس کی تعداد میں اختلاف ہے۔

مشہور محدث حضرت عبداللہ بن مبارک اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں ؎

کفی نعمان فخرا ما رواہ

من الاخبار عن غرر الصحابہ

ترجمہ :- نعمان بن ثابت کے فخر و امتیاز کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ جلیل القدر صحابہ سے روایت حدیث کرتے ہیں۔

ابو معشر عبدالکریم بن عبدالصمد شافعی نے تو امام اعظم ابو حنیفہؒ کی صحابہؓ سے مرویات کو بھی ایک مستقل رسالہ میں لکھ دیا اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی ان تمام روایات کو اپنے ایک رسالہ "تبییض الصحیفہ" میں جمع کر دیا ہے [2]

بشارتِ نبویؐ اور امام ابو حنیفہؒ

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ :-

عن ابی ھریرۃ قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا نزلت علیہ سورۃ الجمعہ فلما قرء " و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم " قالوا من ھؤلاء

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس مجلس میں سورۃ الجمعہ نازل ہوئی اور آپؐ نے یہ آیت پڑھی "واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم " حاضرین میں سے

---

[1] حدائق الحنفیہ ملخصاً تنسیق النظام ص۱ [2] اس سلسلہ کے شبہات کے ازالہ اور اعتراضات کے جوابات پر مشتمل مفصل تحریر احقر نے دفاع امام ابو حنیفہ میں تفصیل سے لکھدی ہے شائقین وہاں دیکھ لیں۔

یا رسول اللہ ؟ فلم یراجعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی سألہ مرۃ او مرتین او ثلاثاً قال وفینا سلمان الفارسی قال فوضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال " لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجل او رجال من ھؤلاء [1]

کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ! یہ دوسرے لوگ کون ہیں جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں سکوت فرمایا۔ مگر پوچھنے والے نے دوبارہ سہ بارہ بھی سوال دہرایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا "اگر ایمان ستاروں کی جھگمٹ اور آسمانی کہکشاں میں بھی ہوگا تو ان کے کچھ آدمی اسے ضرور پالیں گے۔

علامہ جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ میں اور علامہ ابن حجر مکی نے خیرات الحسان میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے مصداق حضرت امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ علامہ سیوطی نے حضرت ابو ہریرہ رضؓ کی مندرجہ بالا روایت کے علاوہ ابو نعیم، طبرانی، شیرازی اور صحیح بخاری کی اس مضمون کی روایت کردہ احادیث کو امام ابو حنیفہ ہی کی فضیلت و بشارت پر محمول کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ شک بھی نہیں کیونکہ ابنائے فارس سے علم میں کوئی بھی امام ابو حنیفہ کے مبلغ علم کو نہیں پہنچ سکا۔ اگر نفسِ حدیث میں قدرے غور کیا جائے تو ابو حنیفہ ہی بوجہ اتم و اکمل اس کا مصداق ٹھہرتے ہیں مثلاً :-

---

[1] صحیح مسلم ج۲ ص۳۱۲

۱۔ پہلی بات حدیث میں یہ آئی ہے کہ وہ ابنائے فارس سے ہو اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ اربعہ اور ائمہ حدیث میں سے کوئی شخص بھی سوائے ابوحنیفہ کے نہ تو ابنائے فارس سے ہے اور نہ ہی شاہِ فارس نوشیرواں کی اولاد سے ہے[1] لہذا ابوحنیفہ ہی اس کا صحیح مصداق قرار پاتے ہیں

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے مضمون میں غور کیا جائے تو یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اس کے مفہوم کا صحیح مصداق ایسا شخص قرار پا سکتا ہے جو منجملہ دیگر قیود کے حضراتِ صحابہؓ سے ملا ہو۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اہل فارس میں سلمان فارسیؓ کے بعد سوائے امام ابوحنیفہ اور آپ کے تلامذہ کے جو اپنے زمانے میں بہت بڑے علماء اور اپنے ہمعصروں پر فائق تھے دوسرا کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو اصحاب یا تابعین سے ملا ہو۔ جو لوگ ائمہ اربعہ یا محدثین صحاح ستہ کو بھی اس حدیث کے مفہوم و عموم اور مصداق میں ابوحنیفہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہ یہ ہرگز نہیں ثابت کر سکتے کہ ائمہ اربعہ، اصحابِ صحاح کو حضراتِ صحابہ تو کجا، تابعین کا دیکھنا بھی نصیب ہوا ہو۔ اور اگر بالفرض اس حدیث کے مفہوم کے عموم میں دیگر ائمہ و محدثین بھی شامل کر دئیے جائیں تب بھی تقدم و اولیت کا شرف ابوحنیفہ ہی کو حاصل ہے۔ والفضل للمتقدم۔

---

[1] امام مالک اور امام شافعی بالاتفاق عربی ہیں۔ امام احمد کا اصل وطن مرو تھا جو ملک خراسان میں واقع ہے۔ امام بخاری بخارا کے اور امام ترمذی ترمذ کے رہنے والے تھے جو دونوں توران میں واقع ہیں امام مسلم نیشاپور واقع خراسان اور امام ابوداؤد سیستان کے باشندے تھے جو سندھ و ہرات کے درمیان متصل قندھار کے واقع ہے امام نسائی شہر نساء واقع خراسان امام ابن ماجہ شہر قزوین واقع عراق عجم کے رہنے والے تھے۔ لامحالہ تسلیم ہی کرنا پڑے گا کہ ابوحنیفہ ہی اہل فارس کا مصداق بوجہ اتم و اکمل قرار پاتے ہیں۔ تو ایسی تاویل کی کوئی ضرورت نہیں جس میں صریح نص کو ترک کر کے حدیث سے عام اہل عجم مراد لے لئے جائیں جیسا کہ صاحب اتحاف النبلاء نے .... ایسی کھینچ تان کی کوشش کی ہے جو ہر طرح سے خلاف واقع اور نامناسب ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ ہے کہ صحیح مسلم کی ایک روایت میں الفاظِ حدیث یوں بھی منقول ہوئے ہیں

لو كان الدين عند الثريا	اگر دین ثریا کے نزدیک بھی ہوگا تو
لذهب به رجل من ابناء	ابنائے فارس میں ایک شخص آئے گا
فارس حتى تناوله	اور اسے وہاں سے حاصل کرے گا۔

حدیث میں لفظ تناول اس جانب مشیر ہے کہ وہ رجل مجتہد ہو جس کا علم و اجتہاد تمام امور دینیہ اور مسائل شرعیہ پر محیط ہو۔ اس کے علم کی وسعت اور اجتہاد کے ملکہ میں نقص نہ ہو۔ کیونکہ جملہ جزئیات پر حاوی ہونا بغیر مجتہد کے اور کسی کا منصب نہیں۔ اور ظاہر ہے سوائے ائمہ اربعہ کے یہ مقام کسی کو حاصل نہیں ہوا جن پر جمہور نے ان کو بہمہ وجوہ اعلم اور اولیٰ دیکھ کر اجماع کیا ہو۔ اور ان کے مذاہب قرآن و حدیث سے مستنبط اور مدون ہوں اور مسلّم ہو کر آفاق میں پھیلے ہوں اور ان کے مذاہب سے ان کے پیروکاروں کو ہر قسم کے حوادث، وقائع، نوازل کے پیش آنے میں مسائل کا جواب مل سکتا ہو۔ پس امام ابوحنیفہ جو ائمہ اربعہ میں زمانہ اجتہاد اور تدوین فقہ کے لحاظ سے متقدم ہیں، بلکہ سب کے پیش رو اور رہنما ہیں[1] صرف یہی ابنائے فارس سے ہیں اور اپنے تلامذہ کے ساتھ حدیث مذکور کے مصداق ہیں

---

[1] واقعہ بھی یہی ہے کہ مذاہب ثلاثہ کی ترویج و اشاعت فقہ حنفی ہی کی مرہونِ منت ہے احقر نے اس عنوان کے تحت دفاع ابوحنیفہ میں بھی لکھا ہے۔ ذیل میں اسی سے ایک اقتباس یہاں بھی درج کر دیا جاتا ہے۔ "اگر حنفی مکتب فکر نے فقہی تدوین کی راہیں نہ کھولی ہوتیں تو آج دیگر مذاہب ثلاثہ کی تدوین کی حد تک بھی موجود نہ ہوتیں اور واقعہ یہ ہے کہ صرف فقہ حنفی ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کے پاس فقہ کا آج جو کچھ سرمایہ ہے وہ شافعی فقہ ہو یا حنبلی بلکہ فقہ مالکی تک کسی نہ کسی حیثیت سے سب کی بالآخر امام ابوحنیفہ ہی کی دیدہ ریزیوں سے آبیاری ہوئی ہے جس کے لئے امام ابوحنیفہ کو قدرت نے بہترین صلاحیتوں سے نواز کر تدوین فقہ کے بہترین مواقع اور لائق رفقاء کار عطا فرمائے" (دفاع ابوحنیفہ ص ۱۲۹)

احادیث میں صیغہ جمع رجال اور صیغہ مفرد رجل دونوں استعمال ہوئے ہیں محدثین نے اس کا محمل بھی یہی بتایا ہے کہ امام اعظم کے لئے صیغہ جمع رجال باعتبار اتباع کے ہے جو حضرت امام صاحب کے اصحاب ہیں۔ اور صیغہ واحد یعنی رجل کا استعمال باعتبار متبوع کے ہے جو خود امام ابو حنیفہ ہیں اس سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ امام صاحب کے اتباع واصحاب ان کی طرح علم وفضل اور اصابت مسائل دین میں بحسب قواعد و اصول غیروں پہ فائق ہوں۔

۴۔ حضرت سلمان فارسی جو طبقہ خیر القرون یعنی اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور امام اعظم بھی طبقہ خیر القرون یعنی تابعین سے ہیں دونوں طبقات کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر کی شہادت دی ہے۔ بخلاف دیگر ائمہ محدثین کے کہ وہ تابعین سے نہیں تھے اور ان کے زمانے کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں "ثم یفشو الکذب" کے کلمات پائے جاتے ہیں[1]

صداقت محمدی کا اعجاز

امام اعظم ابو حنیفہؒ لسان نبوت کے پیشین گوئی کے اولین مصداق ہونے کی وجہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کی صداقت کی ایک دلیل اور نبوت کا ایک اعجازی کارنامہ ہیں چنانچہ خیرات الحسان میں علامہ ابن حجر ہیثمی سے منقول ہے کہ

فیہ معجزۃ ظاھرۃ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بما سیقع[2]	اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ آپ نے آئندہ ہونے والی بات کا پتہ دیا ہے۔

امام طحاوی کا مقولہ ہے۔

---

[1] حدائق الحنفیہ ملخصاً صہ، [2] خیرات الحسان صلا

ان ابا حنیفۃ النعمان من اعظم المعجزات بعد القرآن[1]	بے شک امام ابو حنیفہ معجزات مصطفویہ میں سے قرآن کے بعد ایک بڑا معجزہ اور کرامت ہیں۔

امام ابن مبارک کے اشعار فقہی فضیلت اور علمی جامعیت کا اظہار

بالاتفاق سب مؤرخین نے لکھا ہے کہ تمام محدثین کے محدث اعظم امام عبداللہ ابن مبارک نے دنیائے حدیث کے گوشہ گوشہ میں جاکر اور لاکھوں روپے اسفار پر صرف کر کے اس دور خیر القرون کے ایک ایک محدث سے علم نبوت کی تحصیل کی۔ مگر جب امام اعظم کے پاس آئے تو آخر تک آپ سے جدا نہ ہوئے۔ اور امام ابو حنیفہ کے انتقال کے بعد ان کی قبر پر کھڑے ہو کر زار زار رو رو کر فرماتے رہے کہ "ابراہیم نخعیؒ اور حمادؒ نے مرتے وقت تجھے (ابو حنیفہ) اپنا خلیفہ چھوڑا تھا خدا آپ پر رحم کرے کہ آپ نے اپنا خلف نہیں چھوڑا۔ یہ کہہ کر دیر تک زار زار روتے رہے۔" ان ہی کی وصیت ہے کہ "آثار اور احادیث کو لازم سمجھو مگر ان کے معانی کے لئے امام ابو حنیفہ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ حدیث کے معانی جانتے ہیں۔"[2]

امام اعظم ابو حنیفہ کی عظمت و علو شان دیکھ کر رئیس المحدثین امام ابن المبارک بھی بے اختیار ہو کر آپ کی مدح و منقبت میں اشعار کہنے لگے ذیل میں درمختار وغیرہ سے ان کے کہے ہوئے چند منتخب اشعار اور ان کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے اہل انصاف اور اہل ذوق کے لئے اس میں عبرت و حقیقت اور لطف و سرور کا کافی سامان موجود ہے[3]

---

[1] درمختار صہ ۴۵ و حدائق الحنفیہ صہ،،

[2] مناقب ابو حنیفہ

لَقَدْ زَانَ البِلَادَ وَمَنْ عَلَيهَا إِمَامُ المُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَه
امام المسلمین امام ابوحنیفہ نے شہروں کو زینت بخشی اور لوگوں پہ احسان کیا

بِاَحْكَامٍ وَ آثَارٍ وَفِقْهٍ كَآيَاتِ الزَّبُوْرِ عَلَى الصَّحِيْفَه
فقہ و آثار اور احکام شرعیہ کے ساتھ جیساکہ صحیفہ میں آیاتِ زبور ہوں

فَمَا فِي المَشْرِقَيْنِ لَهُ نَظِيْرٌ وَلَا بِالمَغْرِبَيْنِ وَلَا بِكُوْفَه
چنانچہ مشرق میں اس کی مثال نہیں اور نہ ہی مغرب کوفہ میں اس کی نظیر پائی جاتی ہے

إِمَامًا سَادَ فِي الْإِسْلَامِ نُوْرًا آمِيْنًا لِلرَّسُوْلِ وَ لِلْخَلِيْفَه
ابوحنیفہ امام ہیں اسلام میں نور ہیں حضورؐ اور خلیفہ کے علوم کے امین ہیں

يَبِيْتُ مُشَمِّرًا سَهَرَ اللَّيَالِيْ وَصَامَ نَهَارَهُ لِلّٰهِ خِيْفَه
عبادت و بیداری میں رات گذارتے ہیں اور دن کو اللہ کے خوف سے روزہ سے رہتے ہیں

وَصَانَ لِسَانَهُ عَنْ كُلِّ اِفْكٍ وَمَا زَالَتْ جَوَارِحُهُ عَفِيْفَه
انہوں نے ہر بری بات سے زبان کی حفاظت کی اور ان کے اعضا عفیف یعنی پاکدامن ہیں

يَعِفُّ عَنِ المَحَارِمِ وَالمَلَاهِيْ وَمَرْضَاةُ الالٰهِ لَهُ وَظِيْفَه
حرام چیزوں اور کھیل تماشے سے بچتے ہیں اللہ کی رضا ہی ان کا کام رہ گیا ہے

فَمَنْ كَاَبِيْ حَنِيْفَةَ فِيْ عُلَاهُ اِمَامُ الْخَلِيْقَةِ وَالْخَلِيْفَه
درجاتِ عالیہ میں ابوحنیفہ کا کون مقابل ہوسکتا ہے یہ تو مخلوق خدا کے امام اور خلیفہ ہیں

رَأَيْتُ العَائِبِيْنَ لَهُ سَفَاهًا خِلَافَ الحَقِّ مَعَ حُجَجٍ ضَعِيْفَه
ان پر طعن کرنے والے سب احمق ہیں جو حق کے خلاف بودے دلائل لئے پھرتے ہیں

وَقَدْ قَالَ ابْنُ اِدْرِيْسٍ مَقَالًا صَحِيْحُ النَّقْلِ فِيْ حُكْمٍ لَطِيْفَه
امام محمد بن ادریس شافعی نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا جو لطیف حکموں میں صحیح النقل ہیں دادہ وہ یہ ہے کہ)

بِاَنَّ النَّاسَ فِيْ فِقْهٍ عِيَالٌ عَلَى فِقْهِ الْاِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَه
لوگ فقہ میں بمنزلہ عیال ہیں امام اعظم ابوحنیفہ کی فقہ کے

فَلَعْنَةُ رَبِّنَا اَعْدَادَ رَمْلٍ عَلَى مَنْ رَدَّ قَوْلَ اَبِيْ حَنِيْفَه
چنانچہ ریت کے ذرات برابر لعنت ہو اس پر کہ جو امام ابوحنیفہ کا قول (دشمنی سے) رد کرے

استدلال بالحدیث الضعیف کا الزام درست نہیں

بعض لوگ حنفیہ وامام اعظم کے دلائل کے متعلق کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا مستدل فلاں حدیث ضعیف ہے مگر احناف اور امام اعظم پر اس قسم کا اعتراض کچھ زیبا نہیں کیونکہ تحقیق وصحیح قول یہ ہے کہ امام اعظمؒ کی اگرچہ صحابہؓ سے روایت کے ثابت ہونے میں اختلاف ہے لیکن صحابہ کی رؤیت وملاقات بفضل اللہ تعالیٰ یقیناً ثابت ہے لہٰذا امام صاحب تابعی ہیں بدیں وجہ امام صاحب کی روایت کبار وخیار تابعین سے ہوگی، حضرت العلامہ انور شاہ کشمیری سے منقول ہے کہ تابعین میں کوئی کاذب نہ تھا لہٰذا امام اعظم نے جن خیار تابعین سے روایت لی وہ حضرات یقیناً ثقہ ہوں گے، اس سے بخوبی معلوم ہوا کہ امام صاحب جن روایات سے استدلال کرتے ہیں وہ تمام روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بواسطہ صحابہ وخیار تابعین امامؒ تک پہونچی ہیں درمیان میں کسی قسم کا شائبہ پیدا نہیں ہوا تو امام اعظمؒ کے استدلال کے وقت وہ روایات صحیح وسالم تھیں اگرچہ اس کے بعد ضعف پیدا ہوگیا ہو، اس سے امام اعظم پر استدلال بالحدیث الضعیف کا الزام دینا بالکل بے جا ہے کیونکہ امام اعظم نے قریبِ زمانہ کی بنا پر نہر کے ابتدائی حصہ سے پانی پیا، اس کے نیچے آکر اگر پانی کو خراب کردیا تو وہ خراب پانی تو امام اعظمؒ کی طرف عود کرکے نہیں جائیگا، بلکہ بعد والوں کی بدقسمتی ہے کہ صاف پانی نہیں ملا۔ یہی مضمون امام العطا لُفہ شعرانی الشافعی سے بھی منقول ہے۔

وقال الشعرانی الشافعی جمیع ما استدل به الامام ای امامنا الاعظم

لمذهبه اخذه من خيار التابعين ولا يتصور فى سنده شخص متهم بالكذب وان قيل بضعف شئ من ادلة مذهبه فذلك الضعف انما هو بالنظر للرواة النازلين عن سنده بعد موته وذلك لا يقدح فيما اخذ به الامام عنه وكذلك نقول فى ادلة مذهب اصحابه فلم يستدل احد منهم بحديث ضعيف كما تتبعناه ذلك انما يستدل احدهم بحديث صحيح او حسن او ضعيف قد كثرت طرقه حتى ارتفع لدرجة الحسن و ذلك امر لا يختص باصحاب الامام ابى حنيفه بل يشاركهم جميع المذاهب كلها [1]



[1] مقدمہ اوجز المسالک ص ۶۸

باب ۶

ذکاوت و جودتِ طبع، ذہنی صلاحیتیں و کمالات

بحث و مناظرہ اور استنباط مسائل کے دلچسپ واقعات

استدلال و استنباط حکم کی تین مختلف صورتیں

فیاض ازل کی طرف سے امام ابوحنیفہ کو فطری طور پر ایک ہی مسئلہ کی مختلف اور متخالف صورتوں پر غور و فکر اور استنباط حکم کے طریقے ادل بدل کرنے، اور ہر طریقہ کے لئے دلائل قائم کرنے اور دفاع کرنے کی جو عجیب و غریب اور زبردست قدرت عطا کی گئی تھی وہ ذیل کے ایک واقعہ سے اندازہ لگائی جا سکتی ہے۔ اور بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ نصوص پر سب سے زیادہ دقیق اور گہری نظر اور سب سے زیادہ قوتِ استدلال کے مالک تھے۔

امام مالک نے جو دیکھا صحیح دیکھا اور جس حقیقت پر پہنچے بغیر کسی جھجھک کے اس کا اعلان کر دیا فرماتے ہیں۔ نعم رایت رجلا لو کلمك فى هذه السارية ان يجعلها ذهبا لقام بحجته [1]

[1] مناقب ابی حنیفہ للذہبی ص ۱۹

امام ابوحنیفہ تو ایسا شخص ہے کہ اگر یہ اس پر دلائل قائم کرنا چاہے کہ سامنے والا ستون سونے کا ہے تو وہ اسے دلائل کی قوت سے سونے کا ثابت کر سکتا ہے۔ بہرحال امام ابوحنیفہ کی باریک بینی، دور رسی، نکتہ آفرینی اور ہر مسئلہ میں استدلال اور استنباط حکم کے طریقے بدل بدل کر ائمہ کبار، فقہاء عظام کے عین عظیم مجمعے میں اپنی خداداد صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے سب کو حیران و ششدر کر کے رکھ دیا۔ اس کا طویل قصہ ہم بروایت محمد بن حسن بجنسہ نقل کر دیتے ہیں۔

"امام ابوحنیفہؒ کے بغداد تشریف لانے کی خبر پہنچی تو ان کے تلامذہ اکٹھے ہوئے ان تلامذہ میں ابو یوسف، اسد بن عمرو اور ان کے علاوہ ابوحنیفہ کے قدیم فقہاء تلامذہ بھی شامل تھے، تو ان سب نے باہمی غور و فکر اور بحث و مباحثہ کے بعد بطور علمی مذاکرہ کے ایک مسئلہ امام صاحبؒ کے سامنے پیش کرنے کے لئے تجویز کیا۔ اور اس کی تائید و تقویت کے لئے بہت سی دلیلیں بھی جمع کیں۔ اور اس کو پیش کرنے کے لئے عجیب و غریب اور انوکھی صورت تجویز کی۔ اور آپس میں کہنے لگے کہ امام کے آتے ہی ہم ان کے سامنے یہ مسئلہ رکھیں گے۔ اور ایسی بحث کریں گے کہ امام کو بحث میں جواب دینا مشکل ہو جائے گا۔ جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تشریف لائے تو (حلقۂ درس میں بیٹھتے ہی سب سے پہلا مسئلہ جو امام سے دریافت کیا گیا وہی (تیار شدہ) مسئلہ تھا۔ تو امام ابو حنیفہ نے اس کا جواب اس کے خلاف دیا جو انہوں نے طے کر رکھا تھا تو ایک دم شور مچ گیا اور مجمع کی مختلف سمتوں سے ایسے موقعوں کی تلاش میں رہنے والے لوگ چلانے اور فقرے کسنے لگے۔

"اے ابوحنیفہ! تمہیں تو سفر نے بالکل خام کر دیا ہے اور اب تم سفر کی تعب اور تکان سے علمی مباحثہ میں کمزوری کا مظاہرہ کر رہے ہو"

امام ابوحنیفہ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا۔

تھمو تھمو، نرمی سے کام لو نرمی سے۔ شور و غوغا سے کچھ حاصل نہیں۔ اچھا بتاؤ تم کیا

کہتے ہو ---؟ وہ کہنے لگے۔

اس مسئلہ کا یہ جواب ہرگز نہیں جو آپ نے دیا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔ تم کسی دلیل سے کہتے ہو یا بے دلیل؟

انہوں نے کہا دلیل سے۔

امام نے فرمایا۔ اچھا اپنی دلیل بیان کرو۔

اور مناظرہ شروع ہو گیا۔ آخر امام ہی اپنی دلیلوں کی قوت سے ان سب پر غالب آ گئے۔ اور ان سے اپنی بات منوا لی۔ اور انہیں یقین ہو گیا اور اعتراف کر لیا کہ ہماری رائے ہی غلط ہے اس پر امام نے فرمایا۔ اب تو تمہیں اپنے مسئلہ کے صحیح جواب کا علم ہو گیا؟

ان سب نے کہا جی ہاں --- تو اس کے بعد امام نے فرمایا --- اب بتاؤ اس شخص کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے جو تمہارے پہلے جواب کو درست مانتا ہے۔ اور میرے اس جواب کو غلط کہتا ہے۔

سب نے یک زبان کہا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا آپ کا یہ جواب دلائل سے صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ امام نے پھر ان سے اس پر مناظرہ شروع کر دیا اور ان سے اپنے جواب کے غلط ہونے کا اقرار کر لیا اور وہ بے ساختہ کہہ اٹھے۔

امام صاحب! آپ نے ہمارے ساتھ بڑی ناانصافی سے کام لیا حق تو ہمارے ساتھ تھا یعنی ہمارا جواب صحیح تھا آپ نے اسے غلط بنا دیا۔

پھر امام ابوحنیفہ نے ان سے دریافت کیا۔ اس شخص کے بارے میں تم کیا کہتے ہو جو دعوٰی کرتا ہے کہ یہ جواب بھی غلط ہے اور پہلا جواب بھی غلط ہے اور صحیح جواب یہ تیسرا ہے۔

وہ سب یک زبان ہو کر بولے یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ دونوں جواب غلط ہوں۔

تو امام صاحب نے فرمایا، اچھا سنو! اور اس مسئلہ کا ایک تیسرا جواب اختراع کیا اور اس پر بھی ان سے مناظرہ شروع کر دیا اور دلائل کی قوت سے اس تیسرے جواب اور

اس کے صحیح ہونے کا بھی ان سے اقرار کرالیا۔ تب وہ زچ ہو کر کہنے لگے۔

اے امام خدا کے لئے ہمیں بتلایئے کہ اصل حقیقت کیا ہے۔ تب امام ابو حنیفہ نے ان چوٹی کے فقہا کو بتایا۔ فلاں فلاں دلیل کی بنا پر صحیح تو وہ پہلا ہی جواب ہے جو میں نے شروع میں دیا ہے باقی میرا مقصد آپ حضرات کو بتانا تھا کہ یہ مسئلہ ان تینوں صورتوں سے باہر نہیں ہو سکتا اور از روئے فقہ ان میں سے ہر صورت کی معقول وجہ (اور دلیل) بھی موجود ہے اور ارباب مذاہب میں سے کسی نہ کسی کا) مذہب بھی ہے یہ فرضی قیاس آرائیاں نہیں ہیں باقی صحیح جواب یہی ہے جو میں نے بیان کیا۔ اسی کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اور اس کے علاوہ دوسرے جوابات کو ترک کر دینا چاہیئے"[1]

ایک دینار کا مستحق معلوم ہوا تو کل ترکہ اور جمیع ورثاء کی تعین کردی

وکیع سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ مجلس ابو حنیفہ میں ایک عورت حاضر ہوئی ہم بھی وہاں موجود تھے

عورت نے عرض کیا کہ:۔

" میرا بھائی فوت ہو گیا ہے اور اپنے پیچھے اس نے چھ سو دینار کا ترکہ چھوڑا ہے جب وراثت تقسیم ہوئی تو مجھے چھ سو دینار میں صرف ایک دینار دیا گیا ہے مقصد یہ تھا کہ میرے ساتھ نا انصافی کی گئی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہوگی کہ مجھے میت کے بہن ہونے کے ناطے سے زیادہ وراثت کی حقدار ہونا چاہیئے اور یہاں صرف ایک دینار میرے حصے کا دیا گیا ہے۔

امام اعظم نے اس سے دریافت کیا کہ یہ تقسیم کس نے کی ہے؟ کہنے لگی داؤد طائی نے امام صاحب نے فرمایا۔ تجھے ایک دینار کا حقدار ہونا چاہیئے اور وہ تجھے مل چکا ہے۔

---

[1] السنۃ ومکانتہا فی التشریع الاسلامی

کہنے لگی وہ کیسے؟ - امام صاحب نے فرمایا۔

کیا تیرے بھائی نے اپنے پیچھے دو بیٹیاں نہیں چھوڑیں؟ کہنے لگی ہاں اس کی دو بیٹیاں ہیں۔

ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ اور اس کی ماں بھی زندہ ہے۔ کہنے لگی درست ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ اس کی بیوی بھی موجود ہے۔ کہنے لگی یہ بھی صحیح ہے۔ ابو حنیفہ نے فرمایا اور ان کے علاوہ اس کے ۱۲ بھائی اور ایک بہن بھی بقید حیات ہیں کہنے لگی بالکل درست ہے

تو امام صاحب نے عورت کو میراث کی تفصیل سمجھاتے ہوئے فرمایا۔

کہ میت کی دونوں بیٹیوں کو ترکہ میں ثلثین (۲ تہائیوں) کا استحقاق حاصل ہے۔ لہذا چار سو درہم تو ان کا حق ہوا۔

میت کی ماں کے لئے ترکہ میں چھٹا حصہ بنتا ہے لہذا سو درہم تو اس کو ملے۔ باقی رہی میت کی بیوی تو اس کا استحقاقِ وراثت ثمن (آٹھواں) ہے لہذا پچھتر ۷۵ دینار تو وہ لے لے گی۔

اب کل ترکہ میں ۲۵ دینار رہ جائیں گے۔ جو باقی ورثا میت میں ۱۲ بھائی اور ایک بہن (سائلہ) میں تقسیم کرنے ہوں گے۔

لہذا ۲۴ دینار بارہ بھائیوں کو ملیں گے۔ اس طرح کہ ہر بھائی کے لئے دو دینار کا استحقاق ہوگا۔ باقی رہا ایک دینار تو وہ تمہارا حق ہے جو داؤد طائی نے تمہیں دلوا دیا ہے[1]

ابو حنیفہ نے جنازہ پڑھوا دیا تو میاں بیوی دونوں قسم سے بری ہو گئے

قاضی شریک کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ اتفاق سے بنی ہاشم کے سرداروں میں سے کسی سردار کے بیٹے کے جنازہ میں سفیان ثوری۔ ابن شبرمہ۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ۔ ابو الاحوص

---

[1] عقود الجمان صد ۲۶۱

مندل حبان اور امام اعظم ابو حنیفہ اکٹھے ہو گئے۔ ان کے علاوہ جنازہ میں دیگر اکابر علماء، فقہا اور رؤسائے شہر بھی شریک تھے کہ اچانک جنازہ رک گیا۔ اور لوگ آپس میں جنازہ کے رک جانے کی وجہ پوچھنے لگے۔ چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ اور پھر تحقیقی طور پر یہ معلوم ہوا کہ لڑکے (میت) کی ماں بھی جنازہ کے ساتھ بے چین ہو کر از خود رفتگی کے عالم میں نکل آئی ہے۔ اپنا دوپٹہ جنازہ پر ڈال دیا ہے بے حجابی تو یہ ہی گئی، اور سر سے ننگا ہوتا اس پر مستزاد۔ یہ عورت بھی کوئی معمولی عورت نہیں تھی۔ ہاشمی خاندان سے تعلق رکھنے والی شریف زادی تھی۔ جب لڑکے (میت) کے باپ یعنی اس کے خاوند کو علم ہوا کہ میری بیوی سر سے ننگی ہو کر جنازے کے ساتھ چل رہی ہے جس سے خاندان کی فضیحت اور رسوائی ہو گی تو فوراً با آواز بلند اپنی بیوی کو پکار کر کہا۔

" واپس لوٹ جا "، مگر عورت نے واپس جانے سے انکار کر دیا تو اس نے حلف اٹھایا

کہ اگر تو یہیں سے واپس نہ لوٹی تو تجھ پر طلاق ہے (یہاں یہ یاد رہے کہ جنازہ ابھی تک جنازہ گاہ کو نہیں پہنچا تھا۔ نماز جنازہ تو جنازہ گاہ ہی میں پڑھنی تھی۔ بہت سے لوگ پہلے سے جنازہ گاہ میں پہنچ چکے تھے۔ مگر یہ قضیہ تو راستے کا ہے)

بیوی نے جواباً حلف اٹھایا کہ

"میں اس وقت تک واپس نہ لوٹوں گی جب تک کہ اس پر نماز جنازہ نہ ہو جائے۔ ورنہ میرے جتنے بھی غلام ہیں سب آزاد ہوں"

مسئلہ پیچیدہ تھا۔ لوگوں میں چہ میگوئیاں اور سرگوشیاں شروع ہو گئیں بڑے بڑے علماء اور فقہا موجود تھے مگر کسی سے بات نہیں سلجھ رہی تھی کہ میت کے باپ کی نظر امام اعظم پر پڑی۔ اور عرض کیا کہ حضرت! خدارا ہماری مدد کیجئے۔

امام صاحب آگے بڑھے اور لڑکے کی ماں سے دریافت کیا کہ تو نے کس طرح حلف اٹھایا ہے۔ عورت نے ساری بات دہرا دی۔ پھر اس کے خاوند سے پوچھا کہ تیرا حلف کیا

تھا۔ اس نے بھی حلف کے الفاظ سنا دیئے۔

امام اعظم نے صورت مسئلہ کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی بغیر کسی تامل کے فرمایا۔

جنازہ کی چارپائی رکھ دو۔ لوگوں نے تعمیل کی۔ تو فرمایا! نماز جنازہ کے لئے صفیں درست کر لو اور جنازہ گاہ کے بجائے یہیں نماز جنازہ پڑھ لو۔ میت کے باپ سے کہا جناب! آگے بڑھئے اور نماز پڑھا دیجئے۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے۔ نماز جنازہ کی صفیں درست ہوئیں جو لوگ پہلے سے جنازہ گاہ پہنچ چکے تھے انہیں بھی یہاں بلا لیا گیا۔ جب نماز ہو چکی تو امام صاحب نے لوگوں سے فرمایا۔

لیجئے اب میت کو تدفین کے لئے قبرستان لے چلیے۔

عورت سے کہا۔ اب یہیں سے واپس لوٹ جا کہ تو قسم میں بری ہو چکی ہے کہ نماز جنازہ ہو چکی ہے۔ اور اس کے بعد تیری واپسی ہو رہی ہے۔

لڑکے کے باپ سے کہا۔ لیجئے تو بھی تو بری ہو چکا ہے کہ عورت تیرے حکم کے واپس لوٹ رہی ہے۔

ابن شبرمہ نے امام صاحب کی ذہانت اور سریع الفہمی دیکھی تو بے اختیار پکار اٹھے

"تیرے جیسا ذہین اور سریع الفہم بچہ جننے سے عورت عاجز آ گئی ہے۔ خدا بھلا کرے تیرے لئے علمی مشکلات کے حل میں کوئی کلفت نہیں"[1]

مسئلہ رفع یدین میں امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ

امام اوزاعی شام کے بہت بڑے امام اور فقہ میں مستقل مذہب کے بانی تھے۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے دار الحناطین میں امام اعظم ابو حنیفہ سے ان کی ملاقات ہو گئی اور اتفاق سے دونوں کے درمیان مسئلہ

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۵۰

رفع الیدین زیر بحث آگیا۔ امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ سے کہنے لگے۔

ما بالکم یا اھل العراق لا ترفعون ایدیکم فی الصلواۃ عند الرکوع وعند الرفع منہ ؟

اے عراق والو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم لوگ رکوع اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع الیدین نہیں کرتے۔

امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ رفع یدین کے متعلق جو روایت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کی گئی ہے وہ صحت کے معیار کو نہیں پہنچتی۔

اس پر امام اوزاعی نے عرض کیا۔

وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلواۃ وعند الرکوع وعند الرفع منہ

میں نے زہری سے، انہوں نے سالم بن عبداللہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن عمر سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی افتتاح، رکوع میں اور اس سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

اس پر امام اعظم نے فرمایا۔

وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمہ عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلواۃ ولا یعود لشیٔ من ذالک۔

میں نے حماد سے، انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے علقمہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سوائے افتتاح صلواۃ کے باقی موقعوں پر رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

امام اوزاعی نے یہ سنا تو کہنے لگے۔

احدثک عن الزھری عن سالم عن ابیہ و تقول حدثنی حماد عن ابراھیم؟

سبحان اللہ! میں تو زہری، سالم اور عبداللہ بن عمر کے واسطے سے حدیث بیان کرتا ہوں آپ ان کے مقابلہ میں حماد، ابراہیم، علقمہ اور عبداللہ بن مسعود کا نام لیتے ہیں۔

امام اوزاعی کے اعتراض کا منشاء یہ تھا کہ میری سند عالی ہے کیونکہ ان کی سند میں صحابی (عبداللہ بن عمرؓ) تک صرف دو ہی واسطے ہیں زہری اور سالم جب کہ آپ کی سند میں صحابی (عبداللہ بن مسعودؓ) تک تین واسطے ہیں۔ حماد، ابراہیم اور علقمہ۔ لہذا علوِ سند کی بناء پر میری روایت راجح ہے۔

اس کے جواب میں امام اعظم نے فرمایا۔

کان حماد افقہ من الزھری وکان ابراھیم افقہ من سالم وعلقمہ لیس بدون ابن عمر فی الفقہ وان کانت لابن عمر صحبۃ ولہ فضل وعبداللہ ھو عبداللہ[1]

(میرے رواۃ) میں حماد آپ کے زہری سے ابراہیم، سالم سے زیادہ فقیہ ہیں اور علقمہ فقہ میں ابن عمر سے کچھ کم نہیں۔ باقی عبداللہ بن مسعود تو معلوم ہی ہے کہ ان کی روایت کو ترجیح ہے۔

---

[1] ذکرھا الامام السرخسی فی کتابہ المبسوط ج ۱ ص ۱۴ وابن الھمام فی الفتح ج ۱ ص ۲۱۹ والشیخ البنوری فی معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۹

اس پر امام اوزاعی خاموش ہو گئے [1]

---

[1] علامہ ابن الہمام اور امام سرخسی نے اس مناظرہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی روایت کو "فقہ الرواۃ" کی وجہ سے ترجیح دی۔ جیسا کہ اوزاعی اپنی روایت کو "علو اسناد" کی وجہ سے ترجیح دیتے تھے۔ ائمہ احناف کا یہی مذہب منصور ہے۔ "لان الترجیح بفقہ الرواۃ لا بعلو الاسناد" علو اسناد کے مقابلہ میں راویوں کے افقہ ہونے کی وجہ سے ابوحنیفہ نے جو روایت کو ترجیح دی۔ ترجیح کا یہ طریقہ بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "ورب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ" سے ماخوذ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ راوی میں فقاہت کی صفت، ایک مطلوب اور قابل ترجیح صفت ہے باقی رہا ابوحنیفہ کا یہ ارشاد کہ "علقمہ، ابن عمر سے فقہ میں کچھ کم نہیں" یہ بھی کوئی قابل اعتراض بات نہیں اس میں شک نہیں کہ عبداللہ ابن عمر کو علقمہ پر بوجہ شرف صحابیت کے فضیلت حاصل ہے لیکن حلیۃ الاولیاء ج ۲ صہ ۹۸ میں قابوس بن ابوظبیان سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا

لایّ شئ کنت تاتی علقمہ و تدع اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	محترما! آپ لوگ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں انہیں چھوڑ کر حضرت علقمہ کے پاس دریافت مسائل کیلئے کیوں جایا کرتے ہو

قابوس کہتے ہیں میرے والد ابوظبیان نے جواب میں فرمایا۔

رأیت اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسئلون علقمۃ ویستفتونہ	میں نے خود اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ تحقیق مسائل اور پیش آمدہ معاملات میں استفتاء کے لئے حضرت علقمہ کے پاس حاضر ہوتے تھے

اس سے حضرت علقمہ کی فقاہت کی فضیلت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ کوئی مستبعد بات نہیں کہ ایک تابعی، صحابی سے زیادہ فقیہ ہو۔ اس کی قوی دلیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی

ہے۔ فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ

(مشکوٰۃ صہ ۳۵ کتاب العلم)

• ترجیح بفقہ الرواۃ " کا اصول امام اعظم ابوحنیفہ کے علاوہ دوسرے محدثین بھی اسے تسلیم کرتے آئے ہیں۔ مثلاً امام حاکم نے "معرفۃ علوم الحدیث" صلا میں علی بن خشرم کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال لنا وکیع ای الاسنادین احب الیک الاعمش عن ابی وائل عن عبد اللہ او سفیان عن منصور عن ابراہیم عن علقمہ عن عبد اللہ۔	علی بن خشرم کہتے ہیں کہ ہمیں امام وکیع نے کہا ہے تم کو دو سندوں میں کونسی پسند ہے "امام اعمش، ابووائل اور عبداللہ" کے واسطے سے یا سفیان، منصور، ابراہیم علقمہ اور عبداللہ کے ذریعہ سے۔

علی بن خشرم نے جواب دیا۔

اعمش عن ابی وائل الخ	یعنی اعمش اور ابووائل کے واسطہ سے

توامام وکیع نے فرمایا۔

یا سبحان اللہ! الاعمش شیخ وابووائل شیخ وسفیان فقیہ ومنصور فقیہ وابراہیم وعلقمہ فقیہ وحدیث یتداولہ الفقہاء خیر من حدیث یتداولہ الشیوخ۔	سبحان اللہ! تعجب ہے، اعمش تو بزرگ ہیں ابووائل بھی بزرگ ہیں جبکہ سفیان فقیہ ہیں۔ منصور، ابراہیم، علقمہ بھی فقہا ہیں جس حدیث کے راوی فقہا ہوں وہ اس حدیث سے بہتر ہے جس کو شیوخ روایت کرتے ہوں۔

سیرت النعمان صہ ۸۰ میں کتاب الحج کے حوالہ سے اس موقع پر امام محمد کی ایک لطیف بحث منقول ہے امام محمد لکھتے ہیں کہ ہماری روایت عبداللہ بن مسعود تک منتہی ہوتی ہے اور فریق مخالف کی عبداللہ بن عمر تک۔ اس لئے بحث کا تمام تر مدار اس پر آجاتا ہے کہ ان دونوں میں (باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت قتادہ اور امام ابوحنیفہ کا دلچسپ مناظرہ

اسد بن عمر راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قتادہ بصری کوفہ تشریف لائے تو ابوبردہ کے گھر قیام پذیر ہوئے۔ ان کی تشریف آوری کی خبر شہر میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آنے لگے۔ ایک روز جب وہ گھر سے باہر نکلے تو اعلان کر دیا کہ مسائل فقہ میں جو شخص بھی کوئی مسئلہ پوچھنا چاہے تو آزادانہ پوچھ سکتا ہے۔ میں ہر مسئلہ کا جواب دوں گا۔ اتفاق سے امام اعظم ابوحنیفہ بھی اس مجلس میں موجود تھے۔ فوراً کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

اے ابوالخطاب! (قتادہ بصری کی کنیت ہے) ایسے شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو کئی سال گھر سے باہر رہا پھر اس کی موت کی خبر آ گئی۔ تو بیوی نے یقین کر لیا کہ واقعۃً اس کا خاوند وفات پا چکا ہے۔ اس نے دوسری جگہ شادی کر لی جس سے اس کی اولاد ہوئی۔ کچھ مدت بعد وہ پہلا شخص آ گیا اور اس کے مرجانے کی خبر جھوٹی ثابت ہوئی۔ پہلا شخص اولاد کے بارے میں انکار کرتا ہے کہ یہ میری اولاد نہیں۔ دوسرے خاوند کا دعوٰی ہے کہ یہ میری اولاد ہے۔ اس مسئلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ دونوں اس عورت پر زنا کی تہمت لگا رہے ہیں یا صرف وہ شخص جس نے ولد کا انکار کر دیا ہے اس میں آپ کی رائے گرامی کیا ہے؟

امام صاحب کا خیال تھا کہ اگر قتادہ اس مسئلہ میں اپنی رائے سے کوئی بات کریں گے

بقیہ گذشتہ صفحہ کس کی روایت ترجیح کے قابل ہے عبداللہؓ بن مسعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پوری عمر کو پہنچ چکے تھے اور جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے جماعت کی صف اول میں جگہ پاتے تھے بخلاف اس کے کہ عبداللہؓ بن عمر کا محض آغاز تھا اور ان کو دوسری تیسری صف میں کھڑا ہونا پڑتا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرکات و سکنات سے واقف ہونے کے جو مواقع عبداللہؓ بن مسعود کو مل سکے عبداللہ بن عمر کو کب حاصل ہو سکتے تھے امام محمد کا یہ طرز استدلال حقیقت میں اصول درایت پر مبنی ہے امام اعظم اپنی تقریر میں وعبداللہ ہو عبداللہ عبداللہؓ بن مسعود کی عظمت و شان کا جو ذکر کیا اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

تو خطا ہو جائیں گے اور اگر کوئی حدیث پیش کریں گے تو وہ موضوعی ہو گی۔ مگر قتادہ نے بجائے مسئلہ حل کرنے کے جان چھڑانی ہی مناسب سمجھی اور امام صاحب سے دریافت کرنے لگے۔ کیا کبھی ایسی صورت پیش آئی بھی ہے۔ بتایا گیا کہ فی الحال تو پیش نہیں آئی۔ فرمانے لگے تو پھر ایسی بات کے متعلق مجھ سے کیوں دریافت کرتے ہو جو ابھی تک وقوع پذیر ہی نہیں ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا۔

ان العلماء یستعدون للبلاء ویتحرزون منہ قبل نزولہ فاذا نزل عرفوہ وعرفوا الدخول فیہ والخروج منہ [1]

علماء کو کسی مسئلہ کے پیش آنے سے پہلے اس کے تحمل و ازالہ، اور حکم شرعی کی وضاحت و تعبیر کے لئے پہلے سے تیار رہنا چاہیئے کہ جب وقوع پذیر ہو تو علماء تحرز کر سکیں اور جب پیش آئے تو اسے پہچان سکیں اور یہ بھی پہلے سے جانتے ہوں کہ اس کے اختیار کرنے یا چھوڑ دینے کی شرعی راہ کونسی ہو سکتی ہے۔

قتادہ کو فقہ سے زیادہ تفسیر سے شغل اور تفسیر دانی کا دعوٰی تھا کہنے لگے فقہی مسائل کو رہنے دو تفسیر کے متعلق اگر کچھ پوچھنا ہو تو تسلی بخش جواب دوں گا۔

امام اعظم ابوحنیفہ حسب سابق آگے بڑھے۔ اور عرض کیا۔

حضرت! اس آیت کے معنی کیا ہیں۔

قال الذی عندہ علم من الکتٰب — بولا وہ شخص جس کے پاس کتاب کا

---

[1] عقود الجمان ص ۲۶۳

انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک — ایک علم تھا میں تیرے پاس اس کو لا دیتا ہوں قبل آنکھ جھپکنے کے۔

(نمل ۴۰)

قتادہ نے کہا جی ہاں۔ یہ وہ قصہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے ملکہ بلقیس کا تخت لانے کا جب کہا تو ایک شخص (جو حضرت سلیمان کے وزیر تھے اور جن کا نام آصف بن برخیا ہے) نے دعوٰی کیا کہ مجھے اجازت دی جائے تو میں آنکھ جھپکتے ہی پیشِ خدمت کر دوں گا۔

بعض روایات میں آیا ہے کہ آصف بن برخیا کو اسم اعظم کا علم تھا جس کی برکت سے چشم زدن میں تختِ بلقیس شام سے یمن میں اٹھا لایا گیا۔

امام اعظم نے یہ تفصیل سنی تو دریافت فرمایا کہ

جناب، یہ بتائیے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی اسم اعظم کا علم تھا؟

قتادہ نے کہا نہیں۔

امام اعظم نے فرمایا۔ تو کیا آپ کے نزدیک یہ جائز ہے کہ نبی کے زمانہ میں ایک ایسا شخص موجود ہو جو خود نبی نہ ہو لیکن نبی سے زیادہ علم رکھتا ہو۔

قتادہ نے کہا۔ ہرگز نہیں۔

اس بار قدرے جھنجھلا کر کہا۔

بخدا تفسیر سے متعلق میں تم سے اب کوئی بات نہیں کروں گا۔

البتہ اگر عقائد اور علم کلام سے متعلق پوچھنا ہو تو جواب دوں گا۔

امام صاحب نے دریافت کیا ـــــ جناب! کیا آپ مومن ہیں[1]؟

---

[1] اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ اکثر محدثین اپنے آپ کو مومن کہتے ہوئے ڈرتے تھے (باقی اگلے صفحہ)

قتادہ نے کہا کہ امید رکھتا ہوں کہ میں مومن ہوں گا۔

ابو حنیفہ نے کہا یہ کیوں؟ آپ کو اپنے ایمان پر شک کیوں ہے[1]؟

کہنے لگے کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی یہی کہا تھا۔

والذی اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین — اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشیں میری تقصیر انصاف کے دن۔

ابو حنیفہ نے فرمایا کہ آپ یوں کیوں نہیں کہتے جیسے ابراہیم علیہ السلام نے ایک موقع پر باری تعالیٰ کے سوال

اولم تؤمن؟ — کیا تم ایمان نہیں لائے

کے جواب میں کہا تھا

بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی — کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے کہ میرے دل کو تسکین ہو جائے۔

(بقرہ ۲۶۰)

تو آپ حضرت ابراہیم کے اس قول کی تقلید کیوں نہیں کرتے۔

قتادہ ناراض ہوئے اور مجلس سے اٹھ کر گھر چلے گئے۔

---

[1] جو شخص خدا اور رسول پر اعتقاد اور ایمان رکھتا ہے وہ قطعاً مومن ہے اور اسے یہ سمجھنا چاہیے کہ میں مومن ہوں اس کے مقابلے میں دوسرا مذہب کمزور ہے ابو حنیفہ بھی اسی غلطی کو مٹانا چاہتے تھے۔

بقیہ گذشتہ صفحہ۔ اور ان کا یہ مسلک مبنی بر احتیاط تھا مشہور امام حدیث حضرت حسن بصری سے جب یہی دریافت کیا گیا کہ کیا آپ مومن ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا ان شاء اللہ۔ سائل نے کہا جناب! یہاں ان شاء اللہ کا کیا محل ہے؟ تو انہوں نے کہا یہ نہ کہدیں کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔

چند سال بعد پھر جب حضرت قتادہ کی کوفہ تشریف آوری ہوئی تو اس وقت ان کی بینائی کمزور ہو چکی تھی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا۔

اے ابوالخطاب! (حضرت قتادہ کی کنیت ہے) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں طائفہ سے مراد کیا ہے

ولیشہدوا عذابھما طائفۃ من المؤمنین۔ اور دونوں کو سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت کو حاضر رہنا چاہئے۔

فرمایا ابوحنیفہ! ایک آدمی یا اس سے زائد۔ اس وقت حضرت مجھے میری آواز سے پہچان گئے تھے میرا نام لے کر مجھے پکارا۔ کہ عام لوگوں میں مجھے اس نام سے پکارتے ہوئے سنا تھا[1]

قاضی ابن ابی لیلیٰ کو اپنی غلطی کا فوراً احساس ہو گیا

بات کی تہہ تک پہنچنا، واقعات کے دقیق اور باریک ترین پہلوؤں تک رسائی اور نکتہ آفرینی تو امام ابوحنیفہ کی فطری صلاحیتیں اور قدرت کی طبعی بخششیں تھیں جو آپ کو ودیعت کر دی گئی تھیں جو استقلالِ فکر، ذوقِ تحقیق اور منفرد مجتہدانہ طرز کی صورتوں میں نمایاں ہوتی رہیں۔ اور جنہوں نے نہ صرف آپ کی جامع شخصیت کو بلکہ آپ کی ہر ادا ہر تحقیق پر اجتہاد و استنباط اور زندگی کے ہر پہلو اور آپ کے اخلاق اور سیرت و کردار کے ہر عنوان اور ہر ادا کو یگانۂ روزگار اور تاریخ میں زندہ و جاوید یادگار بنا دیا۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کوفہ کے بہت بڑے قاضی اور مشہور فقیہہ تھے تینتیس سال

---

[1] عقود الجمان صہ ۲۶۳

تک منصب قضا پر فائز رہے[1]

ایک روز امام ابوحنیفہ کا ایک پڑوسی[2] ان کی عدالت میں حاضر ہوا اور کسی شخص کے باغ کے متعلق گواہی دینی چاہی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ یہ بتاؤ کہ جس باغ کے متعلق تم گواہی دے رہے ہو اس میں کل درختوں کی تعداد کتنی ہے جب گواہ یہ نہ بتا سکے تو قاضی ابن ابی لیلیٰ نے ان کی گواہی (شہادت) کو رد کر دیا۔ چونکہ مردود شدہ گواہ امام اعظم ابوحنیفہ کے پڑوسی تھے۔ عندالملاقات اس نے تمام واقعہ ابوحنیفہ کو بھی آگاہ کر دیا۔ تو امام ابوحنیفہ نے اس شخص کو واپس قاضی موصوف کی عدالت میں بھیجا اور اسے کہا کہ جاؤ اور قاضی صاحب موصوف سے یہ دریافت کر کے لاؤ کہ آپ بیس سال سے کوفہ کی جامع مسجد میں بیٹھ کر فیصلے کرتے ہیں اس کے ستونوں کی تعداد کتنی ہے۔

ابوحنیفہ کے پڑوسی کی اس گفتگو پر قاضی ابن ابی لیلیٰ کو حیرت اور اپنے کئے پر ندامت ہوئی۔ اور اس کی شہادت قبول کر لی[3]

---

[1] قاضی ابن ابی لیلیٰ کو امام ابوحنیفہ سے قدرے رنجش رہتی تھی۔ ابوحنیفہ علمی رفعت، علو مرتبت اور قبول عام کے جس مقام پر پہنچے ہوئے تھے اس نے اپنے ہم عصروں کو اس پر مجبور کر دیا تھا کہ وہ از راہ رقابت امام ابوحنیفہ کے متعلق اپنی مجالس میں ایسی باتیں کہیں اور حکمرانوں کو ایسی باتیں پہنچائیں جو کسی بھی طرح درست نہیں ہو سکتیں۔ چنانچہ خود امام ابوحنیفہ کو قاضی ابن ابی لیلیٰ کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ۔

"یہ حقیقت ہے کہ ابن ابی لیلیٰ تو میرے اوپر ایسے حملے کرنا بھی حلال سمجھتے ہیں جو میں ایک جانور پر بھی جائز نہیں سمجھتا" (مناقب ابوحنیفہ للموفق)

[2] یہاں امام ابوحنیفہ کے جس پڑوسی کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ وہی شخص ہے جس کا قصہ کتاب ہذا کے صفحہ ۱۲۱ پر درج ہے

[3] الموفق

پانچ روپے بھی وصول کر لیے اور مشکیزہ بھی امام صاحب کے پاس رہا

ابن جوزی نے یحیٰی بن جعفر کی روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں میں نے امام اعظم سے یہ واقعہ خود سنا ہے کہ ایک مرتبہ لق و دق صحرا و بیابان میں مجھے پیاس لگی اور پانی کی شدید ضرورت محسوس ہوئی۔ میرے پاس ایک اعرابی آیا دیکھا کہ اس کے پاس پانی کا مشکیزہ ہے۔ میں نے اس سے پانی مانگا مگر اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ پانچ درہم میں دوں گا۔ چنانچہ میں نے پانچ درہم دے کر وہ مشکیزہ اس سے لے لیا۔ پھر میں نے اعرابی سے دریافت کیا کہ جناب! ستو کی کچھ رغبت ہو تو کھلا دیتا ہوں۔ اس نے کہا لاؤ۔ میں نے ستو اس کو پیش کر دیا جو روغن زیتون سے چرب کیا ہوا تھا۔ اس نے بڑے مزے سے پیٹ بھر کر کھایا۔ اب اس کو پیاس لگ گئی تو اس نے بڑی منت سے مجھے ایک پیالہ پانی کی درخواست کی۔ میں نے کہہ دیا جناب! پانچ روپے میں ملے گا۔ اس سے کم نہیں دیا جائے گا۔ چونکہ ستو اور روغن زیتون کے کھانے نے اس کو خوب گرمی دے رکھی تھی۔ شدت سے پیاس بڑھ رہی تھی لہذا اب وہ بھی میری سابقہ حالت کی طرح پانی کا حاجت مند تھا۔ چنانچہ وہ پانچ درہم دینے پر بڑی خوشی سے آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ میں نے ایک پیالہ پانی کے عوض اس سے پانچ روپے بھی واپس لے لئے اور میرے پاس پانی بھی رہ گیا۔ [1]

ایک شرعی تدبیر اور ابوحنیفہ کی فقیہانہ بصیرت

ایک مرتبہ امام اعظم ابوحنیفہ کے پاس ایسا پیچیدہ مسئلہ لایا گیا جسے آپ کے ہمعصر علماء بھی حل نہیں کر سکے تھے۔ پوچھا گیا کہ ایک عورت چھت پر چڑھنے کے لئے

---

[1] [illegible] الاذکیاء۔ تذکرہ ابوحنیفہ

سیڑھی عبور کر رہی تھی کہ اچانک اس کے خاوند کی نظر پڑ گئی۔ عورت کا یہ فعل اس پر ناگوار گذرا۔ اور اپنی بیوی سے کہا۔

اگر تو اوپر چڑھی تو تجھے تین طلاق ہیں اور اگر نیچے اتری تب بھی تین طلاق ہیں۔ اس صورت میں عورت کے لئے وقوعِ طلاق سے بچنے کی شرعی تدبیر کیا ہو سکتی ہے۔

امام صاحب نے فرمایا آسان ہے کہ عورت مزید اوپر نہ چڑھے اور نہ نیچے اترے۔ جہاں پہنچی ہے وہاں رک جائے کچھ لوگ چلے جائیں اور اس سیڑھی کو مع عورت کے اٹھا کر زمین پر رکھ دیں تو طلاق واقع نہ ہو گی۔ اور مرد حانث نہ ہو گا۔ اس لئے کہ عورت مزید نہ تو اوپر چڑھی اور نہ نیچے اتری ہے۔

پوچھنے والوں نے پوچھا اس کے علاوہ کوئی دوسری تدبیر؟

ارشاد فرمایا دوسری تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ کچھ عورتیں چلی جائیں اور اس عورت کے ارادہ کے بغیر اسے سیڑھی سے اٹھا کر نیچے زمین پر رکھ دیں۔ تو مرد حانث نہیں ہو گا۔ [1]

عورت اس کو ملی جس کی بیوی تھی

ایک مرتبہ لولوی قبیلہ کی جماعت کا کوفہ آنا ہوا ان میں ایک شخص کی بیوی حسن و جمال اور زیب و زینت میں فائق تھی۔ کسی کوفی کا اس سے معاشقہ ہو گیا اور اس نے دعویٰ کر دیا کہ یہ عورت میری بیوی ہے۔ جب عورت سے پوچھا گیا تو اس نے بھی کوفی کی بیوی ہونے کا اقرار کر لیا۔ لولوی بے چارہ جو اس کا اصل خاوند تھا پریشان ہو گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے مگر گواہ موجود نہ تھے۔

جب یہ قصہ امام صاحب کے سامنے پیش کیا گیا تو امام ابوحنیفہ نے قاضی ابن ابی لیلیٰ دیگر قضاۃ و فقہا اور عورتوں کی ایک جماعت ہمراہ لے کر لولوی قبیلہ کے پڑاؤ (قیامگاہ)

---

[1] عقود الجمان ص ۲۶۸ و مناقب موفق ص ۱۴۱

پہنچے اور عورتوں کی ایک جماعت کو حکم دیا کہ لولوئی کے خیمہ میں داخل ہوں جب عورت کے اپنی منکوحہ ہونے کا دعوای کر رہا ہے۔ چنانچہ جب کوئی عورتیں علیحدہ علیحدہ کر کے اور اجتماعی طور پر اس کے خیمہ کے قریب ہوئیں تو ان پر لولوئی کا کتا بھونکنے لگا۔ اور انہیں خیمہ میں داخل ہونے کی رکاوٹ بن گیا۔ اس کے بعد امام صاحب نے متنازعہ عورت کو حکم دیا کہ وہ لولوی مرد کے خیمہ میں داخل ہو۔ چنانچہ جب وہ عورت خیمہ کے قریب ہوئی تو کتا اس کی خوشامد کرنے لگا بھونکنا ترک کر دیا۔ اور آگے پیچھے قدم لئے۔

امام اعظم نے فرمایا۔ لیجئے مسئلہ حل ہوگیا۔ جو حق تھا وہ ظاہر ہوگیا۔ جب متنازعہ عورت سے صحیح صورت حال دریافت کی گئی تو اس نے بھی اعتراف کر لیا کہ واقعۃً وہ لولوی کی بیوی ہے مگر شیطان کے ورغلانے سے وہ کوفی کی منکوحہ ہونے کا اقرار کر رہی تھی۔[1]

ابوحنیفہ کے قیاس نے کھانے کا مسئلہ حل کر دیا

ابن مبارک کی روایت ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ مکہ معظمہ کے راستے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں کچھ افراد بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے ایک جوان اونٹ کا بھونا ہوا گوشت پڑا ہے چاہتے ہیں کہ اسے وہ سرکہ کے ساتھ تناول کریں مگر ان کے پاس ایسا برتن موجود نہیں تھا جس میں سرکہ ڈال کر دستر خوان پر رکھ لیں سب پریشان اور حیرت میں تھے۔ اس کی کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی

---

[1] محمد بن یوسف صالحی (شافعی) نے عقود الجمان صفحہ ۲۱۸ پر اس واقعہ کے نقل کر دینے کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے علماء (شوافع حضرات) کہتے ہیں کہ جب ایک شخص نے اپنی بیوی کے ساتھ خلوت کی اور ان کے ساتھ کتا بھی تھا اگر کتا مرد کا تھا تو خلوت صحیح ہوگی اور خلوت صحیحہ سے مہر مؤکد ہو جائے گا اور اگر کتا عورت کا تھا تو اس سے مہر مؤکد نہ ہوگا کیونکہ خلوت صحیحہ کا تحقق نہ ہو سکے گا۔

امام اعظم آگے بڑھے اور زمین پر چھوٹا سا گڑھا نکال کر دستر خوان اس پر رکھ دیا۔ کھودی ہوئی جگہ پر دستر خوان کو نیچے دبایا تو وہ برتن نما گہری جگہ بن گئی۔ ابوحنیفہ نے سرکہ اس میں انڈیل دیا اور فرمایا لیجئے۔ اب سرکہ کو گوشت کے ساتھ آسانی سے تناول فرمایئے۔

انہوں نے کہا خدا بھلا کرے آپ نے بڑی حسین صورت پیدا کر دی۔ امام صاحب نے فرمایا یہ بھی خدا کا فضل ہے جس نے تمہاری سہولت کے لئے یہ آسان صورت سلجھا دی۔[1]

گم شدہ مال کی تلاش اور ابوحنیفہ کا ایک عمدہ قیاس

امام ابو یوسف کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے آکر امام اعظم کی خدمت میں عرض کیا حضرت! میں نے گھر کے کونے میں کچھ سامان دفن کر دیا تھا مگر اب ذہن پر دباؤ ڈالنے کے باوجود بھی یاد نہیں آرہا کہ وہ کہاں گاڑا تھا۔ خدارا میری مدد فرمایئے! امام اعظم نے فرمایا جب تجھے یاد نہیں کہ تو نے کہاں گاڑا ہے تو مجھے بطریق اولیٰ کچھ یاد نہیں ہونا چاہیئے۔

یہ جواب سن کر وہ شخص زار و قطار رونے لگا۔ امام اعظم کو رحم آیا۔ تلامذہ کی ایک جماعت ساتھ لی۔ اور اس شخص کے ساتھ اس کے گھر تشریف لے آئے۔ تلامذہ کو گھر کا نقشہ دکھایا اور ان سے پوچھا کہ اگر یہ گھر تمہارا ہوتا اور تم حفاظت کے لئے اپنا کوئی سامان گاڑتے تو کہاں گاڑتے۔

ایک نے عرض کیا جی میں یہاں گاڑتا۔ دوسرے نے اپنی جگہ بتائی اور تیسرے نے اپنے قیاس سے کسی جگہ کا تعین کیا جب پانچوں نے اپنے اپنے قیاس سے مختلف مواقع کی نشاندہی

---

[1] عقود الجمان صفحہ ۲۵۰ و کتاب الاذکیاء لابن جوزی

کی تو امام اعظم نے فرمایا کہ انہی چار پانچ جگہوں میں کسی جگہ گاڑا ہوگا۔ امام صاحب نے ان کے کھودنے کا حکم دیا۔ ابھی تیسری جگہ کھودی جا رہی تھی کہ خدا کے فضل سے سارا سامان مل گیا۔ ابوحنیفہ نے دیکھا تو مسرت سے چہرہ کھل اٹھا اور ارشاد فرمایا

خدا کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے تجھ پر تیری گم شدہ چیز واپس کر دی ۱؎

قاضی ابن شبرمہ نے وصیت تسلیم کر لی

ایک شخص نے مرتے وقت امام ابوحنیفہ کے حق میں وصیت کی ۔

آپ اس وقت موجود نہ تھے۔ قاضی ابن شبرمہ کی عدالت میں یہ دعویٰ پیش ہوا۔ امام ابوحنیفہ نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے مرتے وقت ان کے لئے وصیت کی تھی۔

ابن شبرمہ بولے۔ اے ابوحنیفہ کیا آپ حلف اٹھائیں گے کہ آپ کے گواہ سچ کہہ رہے ہیں۔ امام صاحب نے کہا "مجھ پر قسم وارد نہیں ہوتی"، کیونکہ میں اس وقت موجود نہ تھا۔ ابن شبرمہ کہنے لگا۔ "آپ کے قیاسات کسی کام نہ آئے" امام صاحب نے فرمایا اچھا بتایئے! کسی اندھے شخص کا سر پھوڑ دیا جائے اور دو گواہ شہادت دیں تو کیا اندھا شخص حلف اٹھا کر کہے گا کہ میرے گواہ سچے ہیں حالانکہ اس نے انہیں دیکھا نہیں

ابن شبرمہ نے کوئی جواب نہ دیا اور وصیت تسلیم کر لی ۲؎

سرعتِ انتقال اور ایک علمی لطیفہ

خلیفہ منصور امام ابوحنیفہ کی خداداد ذہانت، بلند کردار، راست گفتاری اور ان کی وسعت علمی سے بے حد متاثر تھا۔ امام ابوحنیفہ کو بھی ان کی مجلس میں خوب کھل کھل کر باتیں کرنے کا موقع ملا تھا۔ بعض اوقات ظرافت کی باتیں بھی ہو جایا کرتی تھیں۔ ذیل میں ایک ایسا ہی واقعہ نقل کئے دیتا ہوں جس سے ایک علمی لطیفہ کا حظ

۱؎ عقود الجمان صہ ۲۶۷ ۲؎ ابوحنیفہ از ابوزہرہ

بھی حاصل ہو جاتا ہے اور امام صاحب کے انتقالِ ذہنی کی سرعت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک روز اتفاقاً قاضی ابن ابی لیلیٰ (جن کے ایک دو واقعے اس سے پہلے بھی نقل کر چکا ہوں اور ان کا اجمالی تعارف اور تذکرہ بھی اپنی تالیف دفاعِ امام ابوحنیفہ میں بھی جگہ جگہ کرتا چلا آیا ہوں) بھی کسی ضرورت سے یا منصور کی طلبی پہ حاضر ہوئے تھے۔ اور حضرت امام ابوحنیفہ بھی بلائے گئے۔ یہ نہیں معلوم کہ مسئلہ کس نے چھیڑا۔ لیکن ایک سوال بہرحال یہ اٹھایا گیا کہ سوداگر اپنے مال کے متعلق گاہک سے یہ کہہ دے کہ جس سودے کو آپ لے رہے ہیں اس کے عیوب اور نقائص سے بری ہوں اس کے بعد بھی اگر آپ لینا چاہتے ہو تو لے سکتے ہو۔ سوال یہ تھا کہ اس کے بعد سودے میں اگر کسی قسم کا عیب یا نقص نکل آئے تو خریدار کو واپسی کا حق باقی رہتا ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوحنیفہ یہ فرماتے تھے کہ سوداگر اس اعلان مطلق کے بعد بری الذمہ ہو جاتا ہے۔ اور ابن ابی لیلیٰ نے کہا کہ سودے میں جو عیب بھی ہو جب تک ہاتھ رکھ کر سوداگر اس کو متعین نہیں کرے گا اس وقت تک صرف لفظی برأت کافی نہیں ہے۔

دونوں میں اس مسئلہ میں بحث ہونے لگی اور خوب خوب دلائل ہونے لگے۔ منصور اور تمام اہلِ دربار امام ابوحنیفہ اور قاضی ابن لیلیٰ دونوں کی گفتگو بڑی دلچسپی سے سن رہے تھے۔

قاضی ابن ابی لیلیٰ جب کسی طرح بھی حضرت امام صاحب کے مسلک کے قائل نہیں ہو رہے تھے۔ تب آخر میں حضرت امام ابوحنیفہ نے ابن ابی لیلیٰ سے پوچھا کہ فرض کیجئے کسی شریف عورت کا ایک غلام ہے وہ اس کو بیچنا چاہتی ہے لیکن غلام میں یہ عیب ہے کہ اس کے آلۂ تناسل (عضوِ مخصوص) پر برص کا داغ ہے تو جناب فرمایئے! تو کیا آپ اس شریف عورت کو یہ حکم دیں گے کہ وہ اپنے غلام کے عیب پر ہاتھ رکھ کر گاہک کو مطلع کرے

قاضی ابن لیلیٰ نے اپنی بات کی ترنگ میں کہا۔ کہ "ہاں بالکل۔۔۔ ہاتھ اسی مقام پر اس کو

رکھنا ہوگا۔"

قاضی ابن لیلیٰ کے اس فتوے سے اہلِ مجلس کھل کھلا اٹھے اور قاضی صاحب کی تضحیک کی۔ لکھا ہے کہ ابوجعفر منصور قاضی ابن ابی لیلیٰ کی بے جاہٹ پر بہت برہم ہوا۔[1]

ابوحنیفہ کے قاتل ابوحنیفہ کے غلام بن گئے

امام اعظم ابوحنیفہ نے مناظرہ میں کامیابی کے اصول بتاتے ہوئے ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جب کسی سے مناظرہ کا اتفاق ہو تو الٹا اسی سے پوچھنا شروع کردو تم ہی غالب آجاؤ گے۔ پھر خود اپنی زندگی میں ابوحنیفہ نے اس اصول پر عمل کیا۔ ذیل میں بطور مثال مناقب کردری سے خوارج سے مناظرہ کا ایک واقعہ نقل کردیا جاتا ہے۔

ایک مرتبہ خوارج کے ۷۰ افراد پر مشتمل ایک گروہ اچانک امام ابوحنیفہ کے سر پر آ چڑھا اور تلواریں نکال کر سونتیں اور کہا۔ چونکہ تم مرتکب کبیرہ کو۔ کافر نہیں کہا اس لئے تمہیں قتل کردیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا، جذبات میں آنے کے بجائے ٹھنڈے دل سے بات کیجئے۔ پہلے بات پوچھ لیں اگر واقعۃً میری ہی غلطی ہے تب قتل کا اقدام کریں۔ بہتر ہے کہ اولاً اپنی تلواریں نیام میں کرلو۔ اور سنجیدگی سے اپنے سوالات بیان کیجئے بعد میں جو جی میں آئے کر ڈالیے۔

خوارج نے کہا ہم اپنی تلواروں کو آپ کے خون سے رنگین کریں گے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق ایسا کرنا ۷۰ سال جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہے۔

ابوحنیفہ نے فرمایا اچھا بات کیجئے۔ کیا کہنا چاہتے ہو۔

تب خارجیوں نے کہا کہ

---

[1] مناقب موفق صد ۱۴۲

" باہر دو جنازے پڑے ہیں ایک جنازہ مرد کا ہے اور ایک عورت کا۔ مرد نے شراب پی اور اسی حالت میں اس کی موت واقع ہوگئی۔ جب کہ عورت حاملہ تھی اور اس نے خودکشی کر لی اور مر گئی۔ اب ان کے بارے میں تمہارا کیا قول ہے؟"

امام ابوحنیفہ نہ تو گھبرائے اور نہ ذہن غائب ہوا۔ بڑی حاضر دماغی حوصلے اور سنجیدگی سے ان ہی سے دریافت فرمایا اور کہا یہ بتاؤ کہ یہ دونوں یہودی تھے یا نصرانی تھے یا مجوسی تھے۔

خارجیوں نے کہا نہ یہودی تھے نہ نصرانی اور نہ مجوسی۔

امام ابوحنیفہ نے پھر دریافت کیا اچھا! تو ان کا تعلق کس ملت سے تھا۔

خارجیوں نے کہا کہ ان کا تعلق اس ملت سے تھا جو کلمہ شہادت پڑھتے اور اقرار کرتے ہیں کہ:۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمد رسول اللہ۔

تب امام ابوحنیفہ نے پھر دریافت کیا اچھا یہ بتاؤ کہ یہ کلمہ ایمان کا کونسا جز ہے؟ نصف ہے یا چوتھائی یا تہائی۔

خارجیوں نے کہا یہ تو کل ایمان ہے اس لئے کہ ایمان کے اجزا نہیں ہوتے۔

امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔

جب ایمان کے اجزا نہیں ہوتے اور وہ دونوں اس کلمہ کے قائل اور اس پر یقین کرنے والے تھے تو اب تم ہی بتاؤ کہ یہ دونوں جنازے کن کے ہوئے؟ مسلمانوں کے یا کافروں کے؟

خارجی پریشان ہوئے۔ حواس باختگی ان پر طاری ہوئی اور کہنے لگے اچھا! ان کو رہنے دیجئے جی!

ایک دوسرے سوال کا جواب عنائت فرمائیے وہ یہ کہ

یہ دونوں جہنمی ہیں یا جنتی؟

ابوحنیفہ نے فرمایا۔ اس سوال کے جواب میں میرے سامنے انبیاء کا اسوۂ حسنہ موجود ہے جو اللہ کی سچی کتاب قرآن میں منقول ہیں۔

میں وہی کہوں گا جو حضرت ابراہیمؑ نے ان دونوں سے زیادہ مجرموں کے بارے میں اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا تھا۔

فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ	جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے اور
عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْم	جس نے نافرمانی کی پس اے خدا تو
(الآیۃ)	غفور رحیم ہے۔

اور وہ کہوں گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔

اِنْ تُعَذِّبْہُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ	اے اللہ! اگر آپ ان کو عذاب دیں
وَاِنْ تَغْفِرْ لَہُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ	تو وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر
الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ہ	بخش دیں تو آپ غالب حکمت والے
(الآیۃ)	ہیں۔

اور وہ کہوں گا جو حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا۔

وما علیّ بما کانوا یعملون	جو کچھ انہوں نے کیا وہ مجھ پر نہیں ان
ان حسابھم الا علیٰ ربیّ	کا حساب تو اللہ پر ہے وہ جو چاہے
(الآیۃ)	کرے۔

خارجیوں نے امام ابوحنیفہ کی یہ مدلل گفتگو سن کر ندامت محسوس کی۔ نیام سے نکلی اور سونتی ہوئی تلواریں واپس نیاموں میں داخل کر دیں۔ توبہ کی اور عقیدہ اہلسنت والجماعت کو اختیار کیا۔ ابوحنیفہ کے حسن سلیقہ تدبیر و فراست سے ان کی عظمت کے قائل ہوئے اور ان کے غلام بن گئے[1]

---

[1] مناقب موفق بحوالہ مناع ابوحنیفہ

ابوحنیفہ نے اپنے بدخواہ کو بھی ہلاکت سے بچا لیا

خلیفہ منصور کے مصاحب خاص ربیع کو امام اعظم ابوحنیفہؒ سے خفیہ عداوت تھی اور وہ آپ کو تکلیف پہنچانے کی تاک میں رہتا تھا۔ اتفاق سے ایک روز امام ابوحنیفہ اور ربیع دونوں خلیفہ منصور کے ہاں جمع ہو گئے تو ربیع نے امام صاحب کے سامنے خلیفہ منصور سے کہا کہ یہ "ابوحنیفہ تمہارے چچا حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے عداوت رکھتے ہیں۔ اور ان کے قول کے خلاف حکم دیتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص حلف اٹھانے کے دو تین روز بعد انشاء اللہ کہہ دے تو آپ کے جد بزرگوار حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے نزدیک اس کا استثناء صحیح ہوتا ہے ان کا ارشاد ہے۔

ان الاستثناء جائز ولو کان	استثناء اگر سال بھر کے بعد بھی ہو
بعد سنۃ	تب بھی جائز ہے۔

اور یہ ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ انشاء اللہ متصل کہنا چاہئے ورنہ بعد میں استثناء درست نہ ہوگا۔ امام ابوحنیفہ کا مستدل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔

من حلف علی یمین ویستثنی	جس نے قسم کھائی اور استدلال کرلیا
فلا حنث علیہ	وہ حانث نہیں۔

تو امام ابوحنیفہ نے خلیفہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔

خلیفہ محترم! ربیع کہنا چاہتا ہے کہ لشکر کی بیعت تیرے ہاتھ پر درست نہیں ہو سکتی۔

خلیفہ نے پوچھا کس طرح؟

امام صاحب نے فرمایا کہ:۔

آپ کے سامنے قسم کھا کر بیعت کر لی پھر گھر جا کر "انشاء اللہ" کہہ دیا تو بیعت ٹوٹ گئی اور قسم بے اثر ہو گئی۔ گویا ربیع یہ کہنا چاہتا ہے کہ آپ کی فوج وغیرہ آپ کے ہاتھ پر وفاداری کی قسم کھا کر جو بیعت کرتی ہے تو ربیع چاہتا ہے کہ اس بیعت کو غیر مؤثر بنا دے

یعنی بیعت کرنے کے بعد بیعت کرنے والوں کو یہ اختیار دے رہے ہیں کہ گھر جاکر استثنار کرلیں تو شرعاً بیعت کی پابندی ان کے لئے غیر ضروری ہو جاتی ہے یہ تو بے حد فتنے کی بات ہے[1]

کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی اس تقریر سے ربیع کا خون خشک ہو گیا۔

خلیفہ منصور نے یہ سن کر قہقہہ لگایا اور ربیع سے کہا، تو امام ابو حنیفہ کو مت چھیڑا کر۔

جب منصور کے دربار سے دونوں باہر نکلے تو ربیع نے امام صاحب سے کہا۔

"آج تو گویا آپ نے مجھے قتل ہی کر دیا تھا"

امام صاحب نے فرمایا کہ نہیں تو نے میرے قتل کی سعی کی تھی مگر میں نے خود کو اور تجھے بھی بچا لیا[2]

بعض روایات میں یہ واقعہ، شاید یہی قصہ ہو یا اسی نوعیت کا دوسرا قصہ ہو۔ ابن اسحٰق صاحب مغازی کی طرف بھی منسوب نقل کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے خلیفہ کی موجودگی میں ازخود امام ابو حنیفہ سے دریافت کیا کہ :۔

---

[1] عباسیوں کے زمانے میں بیعت لینے کا یہ دستور ہو گیا تھا کہ بیعت کرنے والا قسم کھاتا تھا کہ اگر میں عہد کی پابندی نہ کروں گا تو میری بیویوں کو طلاق ہو جائے میرے غلام اور لونڈیاں آزاد ہو جائیں اور حج کعبہ پیدل مجھے اپنے گھر سے کرنا پڑے۔ ان سب باتوں کی قسم کھا کر آدمی گھر آئے اور صرف اتنا بڑھا دے کہ اس وقت تک پابندی ضروری ہے جب تک میرا جی چاہے تو عبداللہ بن عباس کے قول کے مطابق استثنا صحیح ہے۔ اور اس سے سارا کیا دھرا ختم ہو جاتا ہے۔

استثنار کا یہ مسئلہ علم فقہ کا معرکۃ الآراء مسئلہ ہے امام ابو حنیفہ نے ایک علمی دشواری دکھا کر خلیفہ کو سمجھا دیا کہ کتنا خطرناک مسئلہ ہے۔ [2] وفیات الاعیان لابن خلکان ج۵ ص۴۱۱ و موفق

اے ابو حنیفہ! آپ کی کیا رائے ہے کہ اگر کسی شخص نے قسم کھاتے ہوئے کہا کہ میں فلاں کام کروں گا یا نہیں کروں گا اور ان شاء اللہ متصلاً نہ کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ان شاء اللہ کہہ دیا۔ تو امام صاحب نے فرمایا۔

استثنائے مقطوع سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا ہاں اگر متصلاً کہتا تو اس کے حق میں مفید تھا۔

ابن اسحاق خوش ہوا اور موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خلیفہ منصور کو بھڑکایا کہ ابو حنیفہ امیر المومنین کے جد اکبر کے ارشاد کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اس پر منصور غضب ناک ہوا۔ مگر ابو حنیفہ نے فرمایا۔ جناب! طیش میں نہ آیئے۔

یہ لوگ تمہاری خلافت سے بغاوت اور انکار کی راہ اور وجہ جواز ڈھونڈتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہمارے اوپر خلیفہ کے بیعت کی کوئی ذمہ داری باقی نہیں رہتی کیونکہ ہم یہاں بیعت کر کے گھر جا کر "ان شاء اللہ" کہہ لیتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ لوگ جب چاہیں استثنا کر لیں تو ان کے اوپر بیعت کی ذمہ داری باقی نہیں رہتی۔

خلیفہ نے یہ سنا تو حکم دیا کہ ابن اسحاق کی گردن میں چادر ڈال کر باہر کر دو۔ چنانچہ وہ دربار سے نکال دئے گئے۔

بعد میں جب ابو حنیفہ باہر تشریف لائے تو ابن اسحاق نے کہا کہ جناب! آج تو آپ نے مجھے قتل ہی کر ڈالا تھا۔ امام اعظم نے فرمایا۔ محترم! پھر آپ نے کونسی رعایت برتی تھی[1]

سیب کے دو ٹکڑے کر دئے تو استفتاء کا جواب ہو گیا

ایک مرتبہ کوئی عورت مسجد میں آئی امام ابو حنیفہ اپنے حلقۂ تلامذہ میں تشریف فرما تھے۔ عورت نے ایک سیب جس کا نصف رنگ سرخ تھا اور

---

[1] مناقب موفق ص۱۷۲

نصف زرد۔ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے چپکے سے رکھ دیا۔

امام ابوحنیفہ نے سیب کو درمیان سے کاٹ کر دو پارے کر دیا اور عورت کے حوالے کر دیا۔ عورت اسے لے کر چلی گئی۔ یہ ایک معمہ تھا جس پر حاضرین متعجب تھے۔ حاضرین کی دریافت و اصرار پر امام ابوحنیفہ نے یہ معمہ حل کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عورت کو حیض کا خون کبھی سرخ اور کبھی زرد آتا تھا۔ تو اس نے سیب کے ذریعے اپنی حقیقتِ حال بیان کر دی اور طہر کا حکم دریافت کیا تو میں نے سیب کاٹ کر یہ مسئلہ واضح کر دیا کہ جب تک سیب کی اندرونی سفیدی کی طرح پانی سفید نہ آئے طہر نہیں ہوتا۔[1]

دنیا کی کوئی شے انسان سے زیادہ حسین نہیں

قرطبی نے سورہ التین کی بحث میں لکھا ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصور کے دربار کا چہیتا رئیس عیسیٰ بن موسیٰ ہاشمی اپنی بیوی سے بہت محبت رکھتا تھا۔ چاندنی رات تھی اپنی محبوب بیوی سے دل لگی کی بات کر رہا تھا۔ چاند کی چاندنی اور اپنی بیوی کے حسن و جمال کے دو مختلف مناظر اس کے سامنے تھے بے چارہ وفورِ محبت میں اپنی بیوی کو مخاطب کر کے بے اختیار بول اٹھا کہ

انت طالق ثلاثا ان لم تکونی احسن من القمر۔	تجھ پر تین طلاقیں ہیں اگر تو چاند سے زیادہ حسین نہ ہو۔

عیسیٰ بن موسیٰ کا یہ کہنا تھا کہ بیوی اٹھ کر پردہ میں چلی گئی کہ شوہر یعنی عیسیٰ نے مجھے طلاق دے دی۔ بات تو ہنسی اور دل لگی کی تھی مگر طلاق کا حکم یہی ہے کہ کسی طرح بھی طلاق کا صریح لفظ بیوی کو کہہ دیا جائے تو طلاق ہو جاتی ہے خواہ ہنسی اور دل لگی ہی میں کہا جائے۔ بے چارے عیسیٰ نے ساری رات بڑی بے چینی اور رنج و غم میں گذاری اور صبح کو خلیفہ

[1] رئیس الفقہاء بحوالہ حدائق الحنفیہ صہ ۹۶

وقت ابوجعفر منصور کے دربار میں حاضر ہوئے اور اپنا قصہ سنایا اور اپنی بے پناہ پریشانی کا اظہار کیا۔

منصور نے شہر کے فقہا اور اہلِ فتویٰ کو جمع کر کے سوال کیا۔ تو سب نے جواب دیا کہ طلاق ہو گئی کیونکہ چاند سے زیادہ حسین ہونے کا کسی انسان کے لئے امکان ہی نہیں۔ مگر ایک عالم جو امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے تھے خاموش بیٹھے رہے اور دیگر فقہا سے موافقت نہ کی۔

منصور نے پوچھا۔ حضرت! آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں۔
تب یہ بولے اور جواب میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر سورہ تین کی تلاوت کی اور فرمایا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا احسن تقویم میں ہونا بیان فرمایا ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔	ہم نے انسان کو بہت ہی خوبصورت سانچہ میں پیدا کیا ہے۔

خالقِ حقیقی کی نظر میں اور قرآن کی رو سے دنیا کی کوئی شے بھی انسان سے زیادہ حسین نہیں۔

یہ سن کر سب علماء حاضرین حیرت میں رہ گئے اور کوئی مخالفت نہیں کی۔ خلیفہ منصور نے انہی کے فتویٰ پر عمل کیا اور فتویٰ دے دیا کہ کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔[1]

وقوعِ طلاق ثلاثہ کا ایک پیچیدہ مسئلہ

ایک مرتبہ امام صاحب کی مجلس میں ایک شخص آیا اور دریافت کیا کہ ایک شخص نے تین قسمیں کھائی ہیں نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ اس کی بیوی پر تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور بستا گھر اجڑ جائے گا۔

[1] معارف القرآن ج ۸ صہ ۷۷۵ بحوالہ قرطبی

آپ نے فرمایا کیسی قسمیں ؟

سائل نے عرض کیا کہ صاحبِ واقعہ شخص نے اولاً قسم کھائی کہ

- اگر آج میں کسی بھی وقت کی نماز نہ پڑھوں تو میری بیوی پر تین طلاق۔
- پھر قسم کھائی کہ اگر میں آج اپنی بیوی سے وطی (جماع) نہ کروں تو اس پر تین طلاق۔
- پھر قسم کھائی کہ اگر آج میں غسلِ جنابت کروں تو اس پر تین طلاق۔

عجیب مخمصہ تھا جو کہیں بھی حل نہیں ہو رہا تھا۔ علماء عاجز آ گئے تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی باریک بینی اور دور رسی کی داد دیجئے۔ سر اٹھایا اور ایک چٹکی میں مسئلہ کا حل سامنے رکھ دیا۔ فرمایا

ا۔ صاحبِ واقعہ آج عصر کی نماز پڑھ لے۔

ب۔ نمازِ عصر سے فراغت کے بعد اپنی بیوی سے وطی (جماع) کرے۔

ج۔ جب سورج چھپ جائے تو یہ شخص غسل کرلے۔ پھر مغرب اور عشاء کی نماز پڑھے۔[1]

طلاق واقع نہیں ہوگی اور تینوں قسمیں بھی پوری ہو جائیں گی[2]

---

[1] عقود الجمان ص ۲۴۷ [2] دراصل مسئلہ یہ ہے کہ اصطلاحِ شریعت میں رات دن کے تابع ہوتی ہے لہٰذا جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اسی وقت سے اگلا دن شمار ہونے لگتا ہے۔ مثلاً عید کا چاند نظر آتے ہی عید کا حکم لگایا جاتا ہے۔ اس حکم کے پیشِ نظر صاحبِ واقعہ کا غسل آج کے دن میں شمار نہ ہوگا بلکہ غروب کے بعد نہانا گویا آئندہ کل کا عمل ہے۔ لہٰذا حانث بھی نہیں ہوگا۔

دیت کس پر؟ مجلس قائم تھی۔ دقیق فقہی مسائل زیرِ بحث تھے۔ سفیان ثوریؒ قاضی ابن ابی لیلیٰ کے علاوہ ابو حنیفہؒ کے دیگر ہمعصر علماء بڑے بڑے فقہاء اور جلیل القدر تلامذہ زیرِ بحث مسائل پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے کہ اچانک۔ ایک شخص نے سوال کر دیا۔

کچھ لوگ مجلس بنائے بیٹھے تھے۔ اچانک ایک سوراخ سے سانپ نکلا اور حاضرینِ مجلس میں سے کسی ایک پر چڑھ آیا۔ اس نے دیکھا تو ہیبت و اضطراب میں سانپ کو دوسرے شریکِ مجلس پر جھٹک دیا۔ دوسرے نے تیسرے پر اور تیسرے نے چوتھے پر جھٹک دیا چوتھے نے پانچویں پر جھٹکا۔ بدقسمتی سے پانچویں کو سانپ نے ڈس لیا۔ اور وہ اس کے ڈسنے سے مر گیا۔ اب مسئلہ عدالت میں آیا۔ مر جانے والے کے ورثا نے دیت کا مطالبہ کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ شرعاً دیت کون ادا کرے گا اور کس پر واجب ہوگی۔ فقہاء۔ اکابر علماء اور ائمہ مجتہدین، قرآن و حدیث اور اپنی فقہی صلاحیتوں کے پیشِ نظر مختلف جوابات دیتے رہے کسی نے کہا سب پر آئے گی۔ ایک نے کہا پہلے پر آئے گی دوسرے نے کہا آخری پر آئے گی امام اعظم ابو حنیفہ سب کی سنتے اور مسکراتے رہے۔

جب سب نے اپنے اپنے نقطہ ہائے نظر پیش کر دیئے اور امام اعظم ابو حنیفہ سے ان کی رائے کے خواہاں ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

جب پہلے شخص نے سانپ کو دوسرے پر جھٹک دیا اور دوسرا آدمی اس کے ڈسنے سے محفوظ رہا تو پہلا شخص بری الذمہ ہو گیا۔ دوسرے نے تیسرے پر جھٹکا۔ تیسرا محفوظ رہا تو دوسرا شخص بھی بری الذمہ ہو گیا اسی طرح تیسرا بھی۔

مگر جب چوتھے نے پانچویں پر سانپ کو پھینک دیا اور وہ اس کے فوراً ڈسنے سے مر گیا۔ تو دیت بھی اس شخص پر آئے گی۔ البتہ اگر چوتھے کے جھٹکنے کے بعد سانپ نے ڈسنے میں کچھ وقفہ کیا اور وقفہ کے بعد ڈسا تو یہ چوتھا آدمی بھی بری الذمہ ہوگا۔ کہ اصل مرنے والے نے سانپ

سے اپنی حفاظت میں خود کوتاہی کی کہ جلدی سے کام نہ لیا۔

اس رائے سے سب نے اتفاق کیا اور امام اعظم ابوحنیفہ کے حسنِ فقہ کی تعریف کی۔[1]

رومی دانشمند کے تین سوالوں کا مسکت جواب

ایک رومی دانشمند بغداد میں خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ علم و فضل اور دانائی اور ہمہ دانی کے دعوے کئے اور بڑے طمطراق سے کہا کہ میرے پاس ایسے تین سوال ہیں کہ آپ کی پوری سلطنت کے علماء بھی جمع ہو کر ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ خلیفہ حیران ہوا۔ اس نے اعلان کرا دیا، علماء عظام، ائمہ کبار اور بڑے بڑے فقہا جمع ہوئے۔ امام اعظم بھی تشریف لائے۔

رومی دانشمند نے اپنے لئے منبر رکھوایا تھا۔

جب سب علماء آ موجود ہوئے تو رومی نے منبر پر چڑھ کر علماء اسلام کو علی الترتیب اپنے تین سوال پیش کئے۔

١۔ یہ بتاؤ کہ خدا سے پہلے کون تھا۔

٢۔ یہ بتاؤ کہ خدا تعالیٰ کا رخ کدھر ہے۔

٣۔ اور یہ بتاؤ کہ اس وقت خدا تعالیٰ کیا کر رہا ہے۔

واقعۃً بظاہر پریشان کن سوالات تھے۔ مجمع پر سکوت طاری تھا۔ سب جواب کی سوچ رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ آگے بڑھے اور کہا۔

آپ نے ممبر پر بیٹھ کر سوالات بیان کئے ہیں تو مجھے بھی ان کے جوابات منبر پر بیٹھ کر دینا چاہئے تاکہ سب حاضرین آسانی سے سن سکیں۔ لہٰذا اب تمہیں ممبر سے نیچے اتر آنا چاہئے۔

---

[1] عقود الجمان صہ ٢٦٩

رومی دانشمند ممبر سے نیچے اترا تو امام صاحب ممبر پر تشریف لے گئے اور رومی کو مخاطب کر کے کہا۔ اب منبروار اپنے سوال دہراتے جاؤ اور ان کا جواب سنتے جاؤ۔ رومی دانشمند سابقہ ترتیب سے سوالات دہراتا رہا۔ اور امام صاحب حسب ذیل جوابات دیتے رہے۔

١۔ پہلے سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہ نے کہا۔ گنتی شمار کرو۔ رومی نے دس تک گنتی شمار کی۔ ابوحنیفہ نے فرمایا دس سے پیچھے کی طرف الٹی گنتی کرو۔ رومی نے ١٠ سے ٩، ٨ تا ایک گنتی کی۔ تو امام ابوحنیفہ نے ان سے کہا۔ ایک سے پہلے گنو۔ رومی نے کہا ایک سے پہلے کوئی گنتی نہیں ہے اور کچھ نہیں ہے۔ تو ابوحنیفہ نے فرمایا۔ یعنی جب واحد مجازی لفظی سے پہلے کوئی چیز متحقق نہیں ہو سکتی تو پھر واحد حقیقی معنوی سے پہلے کس طرح کوئی چیز متحقق ہو سکتی ہے تو خدا بھی ایک ہے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں ہے۔

٢۔ دوسرے سوال کے جواب میں امام صاحب نے ایک شمع روشن کی اور کہا بتاؤ اس کا رخ کدھر ہے۔ رومی دانشمند نے کہا سب کی طرف ہے۔ ابوحنیفہ نے کہا، شمع مخلوق ہے اس کے اس رخ کے تعین سے آپ جیسے دانشمند بھی عاجز ہیں تو خالق کے رخ کی تعیین میں بے چارے عاجز بندوں کا کیا دخل، بہرحال خدا تعالیٰ کا رخ بھی سب کی طرف ہے۔

تیسرے سوال کے جواب میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔

٣۔ کہ اس وقت خدا تعالیٰ نے تجھے منبر سے نیچے اتار دیا اور مجھے منبر پر بیٹھنے کی عزت بخشی

رومی دانشمند نے جوابات سنے تو شرمندہ ہوا اور راہ فرار اختیار کی۔[1]

قراءت خلف الامام

مدینہ منورہ سے کچھ لوگ امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان سے وجہ آمد دریافت کی تو انہوں نے کہا کہ ہم آپ سے قراءت خلف الامام پر مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔

---

[1] موفق صہ ١٥٢ وعقود الجمان صہ ٢٨٤

ابوحنیفہ نے فرمایا تم سب بیک وقت میرے ساتھ کیسے مناظرہ کرو گے۔ ایک فرد ہوتا تو بات سنی جا سکتی تھی یہ پوری جماعت ہے کس کس کی بات کو سمجھا جائے گا اور کس کس کی بات کا جواب دیا جائے گا۔ آپ سب اہل علم و فضل ہیں بہتر ہوگا کہ اپنے میں ایک بڑے عالم کو منتخب کر لو اور وہ مجھ سے بات کرے چنانچہ انہوں نے ایک عالم کو منتخب کر لیا اور کہا یہ ہم سب میں بہت بڑا عالم ہے۔ یہ آپ سے قرارت خلف الامام پر مناظرہ کرے گا اور باقی ہم سب خاموش رہیں گے، اور سنیں گے۔

امام صاحب نے ان سے کہا اگر واقعۃً اس پر آپ کا اعتماد ہے تو پھر کیا اس کی ہار کو اپنی ہار سمجھو گے۔ انہوں نے کہا ہاں۔

تب امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ بس مناظرہ ختم ہوا اور فیصلہ ہو گیا اس لئے کہ ہم نماز میں بھی امام کو اسی لئے تو منتخب کرتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من کان له امام فقراءة الامام قراۃ له [1]	جن کا امام موجود ہو تو امام کی قرأت ان کی قرأت ہوتی ہے۔

افسوس کی جگہ نہیں فضلِ خدا تمہارے شاملِ حال ہے

ایک مرتبہ کسی مجلس میں امام ابوحنیفہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کبھی اپنے اجتہاد پر پشیمان بھی ہوئے ہیں؟ فرمایا، کہ ہاں! ایک دفعہ جب لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک حاملہ عورت مر گئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے کیا کیا جائے؟ تو میں نے ان سے کہا کہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لو۔ پھر میں نے افسوس کیا کہ میں نے مردہ کو ایسی تکلیف دینے کا حکم کیوں دیا۔ اور اب میں نہیں جانتا کہ وہ بچہ زندہ باہر نکلا یا مردہ؟ تو سائل نے عرض کیا حضرت! یہ جگہ افسوس

---

[1] مناقب موفق وعقود الجمان صـ ۲۸۳

کی نہیں فضلِ خدا تمہارے شاملِ حال ہے وہ بچہ میں ہی ہوں اور آپ کے اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر علم فقہ اور اجتہاد کو پہنچا ہوں [1]

اجتہادِ ابوحنیفہ کی برکت سے امام طحاوی کو زندگی ملی!

اسی واقعہ کے قریب قریب امام احمد طحاویؒ کا قصہ بھی مشہور ہے جسے عام طور اساتذہ حدیث طلبہ کو سنایا کرتے ہیں۔ احقر نے بھی بارہا اپنے اساتذہ سے سنا اور اب فتاوٰی برہنہ کے حوالے سے حدائق الحنفیہ میں بھی مل گیا ہے۔ لکھا ہے کہ اولاً امام احمد طحاویؒ شافعی المذہب تھے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ نے ابتدائی اسباق اپنے ماموں مزنی سے پڑھے تھے۔ پھر ان کی صحبت و معیت اور خدمت بھی حاصل تھی چونکہ وہ مسلکاً امام شافعیؒ کے پیروکار تھے تو لازماً امام طحاویؒ کو بھی اس سے متاثر ہونا ہی تھا۔ مگر بعد میں جب علم و تحقیق اور مطالعہ و اجتہاد کے ذریعہ حقیقتِ حال منکشف ہوئی تو مذہب شافعیہ سے انتقال کر کے مذہبِ حنفیہ کو اختیار فرمایا۔ انتقالِ مذہب کا سبب یہ لکھا ہے کہ ایک روز امام طحاویؒ اپنے ماموں مزنی سے سبق پڑھ رہے تھے۔ کہ مسئلہ یہ زیر بحث آیا کہ اگر کوئی حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو امام شافعی کے نزدیک عورت کا پیٹ چیر کر بچہ نکالنا جائز نہیں۔ جب کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچے کی زندگی بچالی جائے۔ امام طحاوی نے یہ مسئلہ پڑھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے میں ایسے امام کی پیروی کیسے کر سکتا ہوں جو مجھ جیسے آدمی کی ہلاکت کی پرواہ نہ کرے۔ وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے کہ والدہ ماجدہ فوت ہو گئی تھیں اور حنفی فقہا کے فتوٰی پر آپ پیٹ چیر کر نکالے گئے تھے

اس کے بعد آپ نے فقہ حنفیہ کی تحقیق و مطالعہ شروع کیا تو فقہ و حدیث میں امام بے عدیل اور فاضل بے مثیل قرار پائے۔

---

[1] حدائق الحنفیہ صـ ۷۰

ایک اور دوسری روایت میں ہے کہ محمد بن احمد شروطی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے کس لئے اپنے ماموں کا مذہب چھوڑ کر مذہب حنفی اختیار کیا تو امام طحاوی نے فرمایا کہ:-

"میں اکثر دیکھا کرتا تھا کہ میرے ماموں امام ابو حنیفہ کے مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرتے اور فائدہ اٹھایا کرتے تھے"۔[1]



---

[1] حدائق الحنفیہ صہ ۱۹۱ وعقود الجمان صہ ۱۲۶

باب ۷

خوانِ زعفران

گذشتہ چھ ابواب کی کتابت مکمل ہو چکی تھی کہ ۵ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ سے دار العلوم حقانیہ کے عید الاضحیٰ کے تعطیلات کا اعلان ہو گیا ادھر حسنِ اتفاق اور خوش بختی سے دار العلوم کے کتب خانہ کے لئے مصر اور سعودی عرب سے خرید کردہ نئی کتب میں مناقب ابی حنیفہ للموفق۔ مناقب ابی حنیفہ للکردری، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری، ابو حنیفہ، حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقہہ لابی زہرہ مصری۔ الطبقات السنیہ فی تراجم الحنفیہ۔ عقود الجمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان۔ فوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ اور طرب الاماثل بتراجم الافاضل، سیر اعلام النبلاء بھی کتب خانہ میں پہنچ گئیں۔ گو میرے پاس ان میں سے اکثر کتابوں کے پرانے کرم خوردہ اور ناقص و ناتمام نسخے موجود تھے جو میں نے بڑی مشکل سے یہاں کے بعض کتب خانوں سے مستعار حاصل کئے تھے۔ دفاع امام ابو حنیفہ کی تالیف میں بھی وہی پیش نظر رہے۔ مگر اب جب سیرت کی عمدہ طباعتیں سامنے آئیں تو کب رہا جا سکتا تھا۔ تعطیلات کے ان دس پندرہ ایام کو غنیمت جانا اور مذکورہ کتب کا پھر سے از سرِ نو بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ سیرت و سوانح کے بعض نئے گوشوں کے علاوہ بعض اہم اور بہت ہی دلچسپ نئے واقعات

بھی سامنے آتے رہے۔ سب کا لینا تو بہر حال کارے دارد، تاہم بعض اہم حکایات جو گذشتہ ابواب کے بعض حصوں کے لئے بمنزلہ تشریح اور بعض واقعات کے لئے بطور تتمہ و توضیح کے ناگزیر تھے۔ نوٹ کر لیئے اور ترجمہ و توضیح کے بعد ان سب متفرق واقعات کو کتاب کے آخر میں بطور ضمیمہ کے خوانِ زعفران کے عنوان سے

شامل کر دیا ہے۔ چونکہ کتابوں کے بھی جدید ایڈیشن اب پوری دنیا میں پھیلائے جا رہے ہیں۔ لہذا گذشتہ ابواب میں بھی پرانے نسخوں کے صفحات اور حوالہ جات محو کر کے بحث و تحقیق اور علمی موضوع پر کام کرنے والے احباب کی سہولت کے لئے نئے ایڈیشنوں کے حوالہ جات درج کر دئیے ہیں۔

احیا سنت کی منامی بشارتیں

امام اعظم ابو حنیفہ مسندِ درس پر جلوہ افروز ہوئے تو بڑی توجہ، انہماک اور شبانہ روز محنت سے طلبہ و مستفیدین کو علم فقہ پڑھانے میں مشغول ہوئے۔

اس دوران اچانک خواب دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک اکھیڑ کر جسد اطہر کے مختلف حصوں کو جمع کر رہے ہیں۔ خود امام صاحب راوی ہیں کہ جب میں نے یہ خواب دیکھا تو اس سے گھبرا گیا۔ طبیعت میں اضمحلال پیدا ہوا۔ انقباض رہنے لگا حتیٰ کہ تعلیم و تعلم اور تدریس فقہ بھی معطل ہو گئی۔ درسگاہ چھوڑ دی اور گھر میں بیٹھ گیا جب طلبہ اور مستفیدین کو اس کا علم ہوا تو بڑے پریشان ہوئے۔ میرے گھر آتے اور ملاقات کرتے اور بڑے اصرار سے کہتے! کہ آپ کی بظاہر صحت تو ٹھیک ہے۔ بدن تندرست ہے کوئی بیماری اور بخار کے اثرات نہیں ہیں تو پھر آپ کیوں سبق نہیں پڑھاتے۔

جب اصرار بڑھا تو میں نے ان کو اپنا خواب بیان کر دیا۔ تاکہ حقیقت عذر ان پر بھی واضح ہو جائے۔

تو انہوں نے بڑے احترام سے کہا کہ حضرت! کوئی ایسی بات نہیں انشاءاللہ بہتری فرمائے گا یہاں علم تعبیر رویا کے ماہر علامہ ابن سیرین رہتے ہیں ہم ان کو بلا لائیں گے۔

امام صاحب نے فرمایا، نہیں، ان کو یہاں زحمت دینا مناسب نہیں۔ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔

چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں خود ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خواب کا سارا قصہ کہہ سنایا۔ امام ابن سیرین فرمانے لگے۔

جی ہاں! معلوم ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے یہ قصہ آپ کا ہے۔

میں نے عرض کیا جی ہاں! یہ خواب میں نے دیکھا ہے۔

تو انہوں نے ارشاد فرمایا۔

اے ابو حنیفہ! جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اگر یہ واقعہ ہے تو آپ کو اقامت دین اور احیائے سنت کے لئے ایسا علم حاصل ہوگا جو آپ سے پہلے کسی کو نہیں ملا۔ اور آپ علم کی بہت سی وسعتوں پر حاوی ہوں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو سنتیں مٹ چکی ہیں وہ آپ کے علم کی وجہ سے زندہ ہوں گی۔

امام اعظم فرماتے ہیں کہ میں نے اسے اپنے لئے عظیم بشارت سمجھا۔ اس سے مجھے فرحت و سرور اور خوشی و نشاط حاصل ہوا۔ دوبارہ درسگاہ میں آنا شروع کیا۔ اسباق اور علم فقہ کی تدریس میں مشغول ہو گیا۔ اور علم و فقہ میں کوشش کی۔ اور آج بحمداللہ علم کے بہت سے گوشے زندہ ہوئے۔ اللّٰھم اجعل عاقبتنا الی الخیرؐ۔[1]

تین عورتوں کا قصہ جو امام صاحب کی زندگی میں اہم انقلاب کا ذریعہ بنیں

باب اول کے صفحہ ۵۱ پر ہم نے ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

---

[1] مناقب موفق ص ۲۴۲، ۲۴۳ و مناقب کردری ص ۱۴۷

امام صاحب فرمایا کرتے کہ ایک عورت نے مجھے دھوکہ دیا اور ایک عورت نے مجھے زاہد بنایا اور ایک عورت نے مجھے فقیہہ بنایا۔ اس کا پس منظر یا تفصیل کچھ یوں ہے کہ:۔

دھوکہ دینے والی عورت کا قصہ یہ ہے کہ میں کوفہ کی ایک گلی میں گذر رہا تھا کہ اچانک دیکھا کہ ایک شخص اپنی انگلی کے ساتھ کسی شئے کو اشارہ کر رہا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ شخص گونگا ہے اور اپنی انگلی سے اپنی گری ہوئی چیز کے اٹھا دینے کا اشارہ کر رہا ہے۔ میں انسانی جذبہ ہمدردی کے جذبہ سے آگے بڑھا اور راستے میں گری ہوئی چیز اٹھا کر اس کے حوالے کرنا چاہی خیال یہی تھا کہ یہ چیز اسی کی ہوگی تو دیکھا کہ وہ عورت تھی اور میرے اس چیز کے اٹھا لینے کے بعد کہنے لگی۔

جناب! یہ چیز اپنے ہاں محفوظ کر کے رکھ لیجئے حتیٰ کہ اس کا مالک پیدا ہو جائے تو اس کے حوالے کر دیجئے گا۔

زاہد بنانے والی عورت کے قصّے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ مجھے کسی کوچہ میں گذرنے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا راستہ میں عورتوں کا ایک انبوہ ہے آپس میں محوِ گفتگو ہیں۔ ایک عورت نے مجھے دیکھ کر سب کو خبردار کرتے ہوئے اونچی آواز سے کہا۔

ھذا ابوحنیفہ الذی یصلی الفجر بوضوء العتمۃ	یہ ہیں امام ابوحنیفہ، جو عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے ہیں۔

میں نے یہ سن کر فیصلہ کر لیا کہ اپنے بارے میں عورتوں کا یہ خیال واقعاتی طور پر بھی میں سچ کر کے دکھاؤں گا چنانچہ اسی روز سے میں نے رات بھر جاگ کر عبادت میں اسے گذارنے کا فیصلہ کر لیا اور اب الحمدللہ کہ یہ عادت بن گئی ہے۔

اور جو عورت میرے تحصیل علم فقہ کا ذریعہ بنی وہ بھی کچھ ایسا واقعہ تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور حیض کے بارے میں کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ مجھے مسئلہ معلوم نہ تھا بے حد شرمندگی ہوئی اور اسی روز سے تحصیل علم فقہ کا فیصلہ کر لیا حتیٰ کہ آج اللہ کے فضل سے علم فقہ طبیعت

ثانیہ بن گئی ہے[1]

موسیٰ بن جعفر صادق نے ابوحنیفہ کو چہرہ سے پہچان لیا

موسیٰ بن جعفر صادق کی ایک مرتبہ امام اعظم سے ملاقات ہوئی۔ جب کہ اس سے قبل انہوں نے امام صاحب کو نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا پہلی بار دیکھتے ہی کہنے لگے۔

حضرت! آپ تو نعمان بن ثابت ہیں۔

امام صاحب نے فرمایا۔

و کیف عرفتنی	آپ نے مجھے کیسے پہچان لیا۔
فقال: قال اللہ تعالیٰ سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود[2]	موسیٰ بن جعفر صادق نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے نشانی انکی ان کے چہروں پر ہے سجدے کے اثر سے

امام جعفر صادق کی نگاہ میں ابوحنیفہ کی عظمت

عبدالمجید بن عبدالعزیز سے روایت ہے کہ ہم امام جعفر صادق بن محمد کے ساتھ حجر کے مقام میں بیٹھے تھے کہ اچانک امام اعظم تشریف لائے اور ہم پر سلام کیا تو امام جعفر صادق نے سلام کا جواب دیا۔ احتراماً کھڑے ہوئے بڑے خلوص اور محبت سے معانقہ کیا۔ اہلِ مجلس سے ان کی قدر کرائی۔

جب امام صاحب واپس تشریف لے گئے تو کسی کہنے والے نے کہا۔

اے فرزندِ رسول ؐ۔ کیا آپ ان صاحب کو پہچانتے بھی ہیں۔

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ آپ سے بڑھ کر احمق میں نے کوئی نہیں دیکھا اور آپ کہتے ہیں

---

[1] مناقب کردری و مناقب موفق صہ ۵۵، ۵۶ تیسری عورت کا تفصیلی قصہ باب اول صہ۹۸ میں درج کر دیا گیا ہے [2] مناقب موفق صہ ۲۳۲ و مناقب کردری صہ ۲۶۳

کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ یہ تو امام ابوحنیفہ ہیں جو ملک کے سب سے بڑے فقیہہ ہیں[1]

امام جعفر صادق امام باقر کے بیٹے ہیں امام ابوحنیفہ کے ان سے بھی علمی روابط استوار تھے دونوں کی ایک ہی سال میں ولادت ہوئی تھی۔ ان ہی کے بارے میں امام اعظم کا یہ مقولہ تاریخ کی کتابوں میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ

واللہ مارایت افقہ من جعفر ابن محمد الصادق	میں نے جعفر صادق سے بڑا فقیہہ کوئی نہیں دیکھا۔

علماء نے ہم عمر ہونے کے باوجود جعفر صادق کو امام ابوحنیفہ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے[1]

زید بن علی، امام باقر، امام جعفر صادق اور عبداللہ بن حسن سے ملاقاتیں اور استفادہ

امام اعظم ابوحنیفہ کے تحصیل علم کا دائرہ محدود نہ تھا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر آپ نے ائمہ شیعہ (جب کہ وہ ائمہ خود شیعہ نہیں تھے۔) سے کسب فیض کیا اور ان سے درس و مذاکرہ بھی کرتے رہے حتیٰ کہ پیرانہ سالی اور ادھیڑ عمر میں بھی آپ ان کی نصرت و اعانت کا فریضہ ادا کرکے خود کو آزمائشوں کی بھٹیوں میں جھونکتے رہے حتیٰ کہ آپ کا خاتمہ بھی "حب اہل بیت" زہد و تقویٰ اور حق و صداقت سے وابستگی پر ہوا۔

امام ابوحنیفہ نے زید بن علی، محمد باقر اور ابو محمد عبداللہ بن حسن سے ملاقاتیں بھی کیں اور علم و فقہ بھی حاصل کیا۔ کہ یہ سارے بزرگ علم و فقہ کے ستون تھے۔

الروض النضیر میں ہے۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے زید بن علی اور ان کے کنبے کو دیکھا میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہہ، زیادہ عالم حاضر جواب اور زیادہ فصیح و بلیغ نہیں دیکھا۔ امام اعظم ابوحنیفہ کو زید بن علی سے اگرچہ لزوم اور وابستگی کا موقع نہیں ملا۔ مگر چند

---

[1] ابوحنیفہ از ابوزہرہ صنہ۷

مجالس اور صحبتوں میں ان سے استفادہ ضرور کیا۔ اسی طرح امام محمد باقر بن زین العابدین سے امام اعظم ابوحنیفہ کی ملاقات اس وقت ہوئی جب امام صاحب کی فقہ و رائے کا نیا نیا چرچا تھا۔ امام باقر بھی آپ کے خلاف بہت سی باتیں سن چکے تھے۔ ملاقات کا یہ واقعہ مدینہ طیبہ میں پیش آیا۔ امام باقر نے امام ابوحنیفہ کو دیکھ کر کہا۔

جناب! آپ نے تو میرے نانا کے دین اور ان کی احادیث کو قیاس سے بدل ڈالا۔ امام ابوحنیفہ نے فرمایا۔ معاذ اللہ۔ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ امام باقر نے کہا۔ تو پھر یہ آپ کے خلاف شور و ہنگامہ کیوں ہے؟ امام اعظم نے اس موقعہ پر تفصیل سے امام باقر کو اپنے قیاس کی حقیقت سے آگاہ کیا۔

اس موقع پر امام اعظم نے جو تفصیل سے گفتگو کی اس کو ہم باب نمبر ۵، صـ۱۶۳ میں درج کر چکے ہیں۔

جناب امام باقر نے جب امام اعظم کی گفتگو سنی تو اٹھ کر آپ سے بغل گیر ہوئے چہرہ پر بوسہ دیا۔ اور آپ کی تکریم بجا لائے[1]

امام جعفر صادق کو بھی ابوحنیفہ کے اساتذہ میں شمار کیا گیا ہے۔ اسی طرح امام صاحب نے عبداللہ بن حسن کے سامنے بھی زانوئے ادب تہہ کیا تھا۔ جو ثقہ (قابل اعتماد) محدث اور صدوق راست گفتار تھے[2]

فقہ جعفریہ کی حقیقت بہرحال زید بن علی، امام محمد باقر، امام جعفر صادق اور عبداللہ بن حسن اہل تشیع کے ائمہ ہیں۔ امام باقر کی امامت پر امامیہ کے دونوں مشہور ترین فرقے اثنا عشریہ اور اسماعیلیہ متفق ہیں۔ مگر ائمہ مذکورین کے اصل تعلیمات، ہدایات، علمی خدمات اور فقہی افادات میں موجودہ فقہ جعفریہ کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ اصل فقہ جعفریہ وہی ہے

---

[1] ابوحنیفہ حیاتہ وعصرہ آراۂ و فقہہ صـ۶۹ [2] ابوحنیفہ از ابوزہرہ صنہ۷

جواب فقہ حنفیہ کے نام سے آفاق عالم میں مقبول، متداول اور مروج ہے۔

حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور دیگر صحابہؓ کے علوم و معارف کا امین

اس میں شک نہیں کہ فقہ حنفی کا اصل سرچشمہ وہ فقہی ذخیرہ ہے جو حمادؒ نے ابراہیم نخعی سے ورثہ میں پایا۔ مگر حماد کی شاگردی کے باوجود امام ابوحنیفہ دوسرے اساتذہ سے بھی استفادہ کرتے رہے جس کی تفصیل کسی حد تک احقر نے دفاع امام ابوحنیفہ اور کتاب ہذا کے گذشتہ ابواب میں بیان کردی ہے۔

حضرت حماد کی وفات کے بعد بھی امام اعظم نے پڑھنے پڑھانے اور درس وتدریس کا سلسلہ منقطع نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ اسلاف کے اس قول پر عمل کیا۔

لا یزال الرجل عالماً مادام یطلب العلم فاذا ظن انہ علم فقد جھل [1]	جب تک آدمی طلب علم جاری رکھتا ہے تو وہ عالم بنا رہتا ہے اور جب اپنے آپ کو عالم تصور کرنے لگتا ہے تو جاہل بن جاتا ہے۔

امام اعظمؒ نے زندگی میں پچپن حج کئے۔ اس دوران آپ مکہ کے سفروں میں عطا بن ابی رباح سے استفادہ کرتے رہے قیام مکہ کے دوران ان کے مجالس اور صحبتوں سے برابر مستفید ہوتے رہے امام اعظم حج کے مسلسل سفروں سے دو فائدے حاصل کرتے۔

اولاً فقہ و حدیث اور فتاوٰی کی ذخیرہ اندوزی

ثانیاً۔ احکام حج ادا کرکے تقوٰی، ورع اور باطنی و روحانی ترقیوں کا حصول۔

آپ نے مکہ کی درسگاہ میں عطا بن ابی رباح سے عبداللہ بن عباس کا علم حاصل کیا۔ نیز

[1] ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۹۷

ابن عباس کے علوم و معارف ان کے موالی عکرمہ (جو ان کے علم و فضل کے وارث سمجھے جاتے تھے) سے بھی بھرپور استفادہ کیا۔

آپ نے عبداللہ بن عمر اور حضرت فاروق کا علم نافع مولیٰ ابن عمر سے حاصل کیا۔ حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن مسعود کا علم و فضل کوفہ کی درسگاہ سے حاصل کیا۔ نیز حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس کے علمی افکار ان تابعین سے حاصل کئے جو ان کی درسگاہوں کے باقاعدہ فیض یافتہ تھے [1]

امام اعظم ابوحنیفہ اور علم القرأت

امام اعظم ابوحنیفہ کو جس طرح علم فقہ میں فضل و تفوق اور تقدم و سبقت کا شرف حاصل ہے اسی طرح فن قرأت میں بھی ابوحنیفہ سبّاق الغایات اور صاحب قرأت تھے ائمہ متقدمین سابقین میں انہیں فن کے لحاظ سے بھی مقام و منزلت حاصل تھی۔ فن قرأت میں ابوحنیفہ کے آراء اور قرأت کو مستقلاً علیحدہ کتابوں میں بھی تالیف کیا گیا ہے۔ ہر دور میں علماء، فقہا اور قراء نے اس سے بھرپور استفادہ کیا۔ اس سلسلہ کے تفصیلات، بعض اہم واقعات اور ابوحنیفہ کے قرأتوں کے حکم و ترجیحات تو مناقب کی کتابوں میں تفصیل سے لکھے گئے ہیں۔ بلکہ موفق اور کردری نے ابوحنیفہ کی قرأت پر مستقل باب قائم کئے ہیں۔ [2] اور اس سلسلہ میں ابوحنیفہ کی مختلف سورتوں میں صحابہؓ سے منقول قرأتوں میں کسی ایک کو باقاعدہ طور پر اختیار کرکے معمول میں لانے کی مثالیں ذکر کی ہیں۔ آپ سے قرأت کی روایت کرنے والے آپ کے ممتاز تلامذہ قاضی ابویوسف اور امام محمد ہیں البتہ بعض حاسدین نے بھی من گھڑت قرأتیں وضع کرکے آپ کی طرف منسوب کی ہیں مگر اہل علم نے ادھر کوئی توجہ نہیں دی۔

[1] ابوحنیفہ از ابوزہرہ ص ۹۶،۹۷ [2] مناقب ابی حنیفہ للموفق ص ۳۴۷ و مناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۳۱۱

قرأت ابو حنیفہ پر مستقل تالیف لکھنے والوں میں ابو القاسم زمخشری و ابو القاسم یوسف بن علی بن جبارہ سر فہرست ہیں۔ اور اس سلسلہ کی معروف کتاب "الکامل" ہے۔

آپ کی اس قدر عظمت، شان اور علم قرأت سے مناسبت و مہارت کے یوں تو سب ہی قائل تھے مگر موفق اور کردری نے اس سلسلہ میں بڑے شاندار عربی اشعار نقل کئے ہیں ؎

لابی حنیفۃ ذی الفخار قراءۃ	مشھورۃ منخولۃ غـراء
عرضت علی القراء فی ایّامـہ	فتعجّبت من حسنھا القراء
للّٰہ در ابی حنیفۃ انـہ	خضعت لہ القراء والفقہاء
خلف الصحابۃ کلھم فی علمھم	فتضاءلت لجلالہ العلماء
سلطان من فی الارض من فقھائھا	وھم اذا انتو لہ اصداء
ان المیاہ کثیرۃ لکنّـہ	فضل المیاہ جمیعھا صدّاء [1]

امام ابو حنیفہ کے دس خصائل

عمران الموصلی کا بیان ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ کو باری تعالیٰ نے ایسے دس خصائل حمیدہ سے نوازا تھا کہ ان میں سے اگر ایک صفت بھی کسی میں موجود ہو تو وہ اپنی قوم کا رئیس اور قبیلے کی سیادت کر سکتا ہے۔ اور وہ دس صفات یہ ہیں۔

الورع، والصدق، والسخاء	پرہیزگاری۔ صداقت۔ سخاوت۔ فقہی
والفقہ، ومداراۃ الناس،	مہارت۔ عام لوگوں سے نرمی و محبت
والمروّۃ الصادقہ، والاقبال	پرخلوص ہمدردی۔ نفع پہنچانے میں
علی ماینفع، وطول الصمت	سبقت۔ طویل خاموشی (فضول گوئی

[1] ذیل جواہر المضیئہ ج۲ ص۴۷۲، وطبقات السنیہ ج۱ ص۱۳۹، وموفق ص۳۴۳، وکردری ص۳۴۳

والاصابۃ بالقول ومعونۃ	سے اجتناب) گفتگو میں راست بازی
اللھفان عدوا کان اوولیا [1]	اور مظلوم کی معاونت، چاہے دشمن ہو یا دوست۔

امام ابو حنیفہ کی مصروفیتیں

امام زفرؒ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ مجھے بیس سال سے زائد مدت تک ابو حنیفہؒ کی خدمت و مجالست اور فیض صحبت کی سعادت حاصل رہی۔ میں نے امام صاحب سے زیادہ لوگوں کا خیر خواہ، ان کا ہمدرد اور عامۃ الناس پر شفقت کرنے والا نہیں دیکھا۔ حضرت امام اعظم نے خود کو رضائے الٰہی کی خاطر ہمہ وقت مصروف کار رکھ کر وقف کر دیا تھا۔

دن کا اکثر حصّہ تعلیم و تدریس اور اشاعت علم میں گذارتے۔ مسائل کا جواب دیتے۔ نئے حالات، پیش آمدہ واقعات اور نوازل و حوادثات میں لوگوں کی رہنمائی کرتے۔ جب مجلس برخاست ہوتی، تو مریض کی عیادت، جنازہ کی مشایعت، فقراء کی ہمدردی و پرسان حال، کسی بھائی کی ملاقات اور اس کی حاجت برآری میں مشغول ہو جاتے۔ حتیٰ کہ اسی حال میں رات ہو جاتی۔ تو خود کو عبادت کے لئے فارغ کر لیتے تمام رات، نوافل، ریاضت، مناجات، اور قرآن مجید کی تلاوت میں گذارتے۔ ابو حنیفہ کا یہی ہمیشہ کا معمول تھا۔ زندگی بھر اس معمول پر قائم اور مستقیم رہے۔ حتیٰ کہ عازم اقلیم عدم ہو گئے۔ [2]

زندگی بھر کسی کو برائی سے یاد نہیں کیا

بکیر بن معروف کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب میں امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے ان سے عرض کیا۔ حضرت! میں نے آپ جیسا آدمی نہیں دیکھا۔ کیونکہ میں نے جس کسی کے سامنے بھی تمہارا تذکرہ کیا ہے تو اس نے تم پر اعتراض اور تنقید کی اور تمہاری

[1] مناقب موفق ص۱۸۶ [2] ایضاً ص۲۱۱

غیبت سے نہ چوکا۔ مگر تمہارے سامنے جس کا بھی تذکرہ کیا خواہ وہ تمہارا دوست ہے یا دشمن تو تم نے اس کی تعریف کی۔ اور اس کی خوبیاں بیان کیں۔

امام اعظم نے سنا تو ارشاد فرمایا۔

قال ما کافأت احداً بسیئۃ قط ۱؎	میں نے آج تک کسی کو بھی برائی سے بدلا نہیں دیا۔ (خواہ وہ میرا دشمن کیوں نہ ہو)

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ میں نے ابو حنیفہ سے زیادہ ورع اور زبان کی حفاظت کرنے والا نہیں دیکھا۔ میں نے ایک یہودی قصاب کو دیکھا جو ابو حنیفہ کو مسلسل گالیاں دئے جا رہا تھا۔ مگر ابو حنیفہ نے اس کے جواب میں بغیر دعا اور بھلائی کے اور کچھ بھی نہ کہا۔ ۲؎

ابو حنیفہ کی ریاضت دیکھ کر نضر بن محمد سے ایک لونڈی کا مکالمہ

نضر بن محمد سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے گھر سے باہر نکلا۔ میرے ساتھ میری لونڈی بھی تھی۔

جب کوفہ پہنچا تو امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوا۔ امام صاحب نے مجھ پر بڑی شفقت فرمائی۔ اپنے ہاں ٹھہرایا اور بہت اکرام فرمایا اور آنے پر بہت مسرت اور خوشی کا اظہار کیا۔

چند روز قیام کے بعد جب میں حج کے لئے روانہ ہوا تو میں نے اپنی لونڈی امام صاحب کے ہاں چھوڑ دی کہ وہ ان کی خدمت بھی کرتی رہے اور میرے واپس آنے تک ان کے ہاں قیام بھی کرے۔ جب حج سے فارغ ہو کر واپس ہوا تو کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا چند دن قیام کے بعد میں نے ارادہ کر لیا کہ اب ابو حنیفہ کو زیادہ زحمت نہیں دینی چاہئے لہٰذا ان کے ہاں سے میں نے دوسری جگہ (کناسہ) منتقل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ اور امام صاحب سے

۱؎ مناقب موفق ص۱۷۵ ۲؎ ایضاً ص۱۷۶

عرض کیا کہ اپنی خادمہ کو حکم دے دیجئے کہ وہ میری لونڈی کو کناسہ میں فلاں صاحب کے گھر پہنچا دے۔

امام صاحب نے فرمایا۔ ہمارا گھر آپ کا گھر ہے یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے مگر نضر اس پر رضامند نہ ہوئے۔ اور ان کے مطالبہ کے مطابق ان کی لونڈی مذکورہ مقام تک پہنچا دی گئی بعد میں جب نضر بھی وہاں پہنچ گئے اور لونڈی سے خلوت ہوئی تو نضر کہتے ہیں کہ لونڈی نے مجھ سے کہا۔

کیا آپ امام اعظم کے شاگردوں میں سے نہیں ہیں؟ میں نے کہا ہاں میں تو ان کا شاگرد ہوں کہنے لگی، تیرا مذہب اور تیرا طریقہ، تو ابو حنیفہ کے مذہب اور طریقہ کے ہرگز مطابق نہیں بلکہ دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔

نضر نے کہا۔ کون ہے جو ابو حنیفہ کی علمی عظمت، فقہی مہارت اور روحانی بصیرت تک پہنچ سکے۔

کہنے لگی نہیں نہیں، میں علم و فقہ کی بات نہیں کہنا چاہتی۔ میں تو ان کے عام معاملات اور بود و باش کی بات کر رہی ہوں۔ دیکھئے۔ آپ مجھ سے چار ماہ تک غائب رہے اور اس عرصہ میں میں ابو حنیفہ کے ہاں ٹھہری رہی۔ مگر حیرت ہے کہ اس طویل عرصہ میں نہ تو ابو حنیفہ کے لئے ناشتہ صبح کا کھانا اور عشاء کے کھانے کے تیار کرنے کا اہتمام ہوا کرتا تھا اور نہ آرام کرنے اور بستر بچھانے کے انتظام پر توجہ دی جاتی تھی۔ جب رات ہوتی تو ابو حنیفہ اللہ کے بار گاہ میں ریاضت و عبادت کا مجسمہ بن کر کھڑے ہو جاتے گویا سیدھی کی ہوئی لکڑی ہے اور اس حالت میں صبح ہو جاتی۔

ہمارے لئے اچھے کھانے کا انتظام کرتے مگر خود کبھی چھانے ہوئے آٹے کی روٹی کا اہتمام بھی نہ کیا۔

کہتے ہیں جب نضر نے اپنی لونڈی کی یہ گفتگو اور امام صاحب کی ریاضت کی یہ کیفیت سنی تو ششدر رہ گئے۔ خوشیاں غم میں بدل گئیں اور وجد و کیفیت کے ایسے عالم میں ڈوب گئے

کہ کسی چیز کا خیال نہ رہا حتٰی کہ نصر نے اسی غم اور حیرت واستعجاب اور اپنی کمزوری پر ندامت کے تصور میں گھر کے ایک کونے میں رات گذار دی اور لونڈی نے دوسرے کونے میں [1]

بحث و مناظرہ اور امام ابو حنیفہ کی احتیاط

جن دنوں امام اعظم ابو حنیفہ ہمہ تن علم فقہ اور اس کی اشاعت وخدمت میں مصروف تھے۔ بعض اوقات بوقتِ ضرورت خوارج اور شیعہ کے ساتھ بحث وجدل اور مناظرہ میں خود بھی حصہ لیا کرتے تھے مگر اپنے تلامذہ اور خاص لوگوں کو اصول عقائد میں جھگڑا اور مناظرہ کرنے سے روکتے تھے چنانچہ ایک دفعہ جب اپنے بیٹے حماد کو مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اسے منع کر دیا۔ حماد نے عرض کیا حضرت!

وانناک تناظر فیہ وتنہانا عنہ۔

ہم نے دیکھا کہ آپ خود مناظرہ کرتے ہیں اور ہمیں اس سے منع کرتے ہیں

امام صاحب نے فرمایا۔

کہ جب ہم مناظرہ کرتے ہیں تو بڑے محتاط رہتے ہیں اور دوران مناظرہ گھری تو یہ اس امر پر رکھتے ہیں کہ ہمارا فریق مخالف پھسل جائے اور تم مناظرہ میں اس غرض سے شرکت کرتے ہو کہ تمہارا حریف لغزش کھا جائے۔ جو اپنے فریق مخالف کی لغزش کا آرزو مند ہے وہ گویا اس کے کافر ہونے کا آرزو مند ہے۔ اور جو دوسرے شخص کی تکفیر چاہے وہ اس کو کافر قرار دینے سے پہلے خود کافر ہو جاتا ہے [2]

امام ابو حنیفہ صاحبِ یقین آدمی ہیں

شفیق بن ابراہیم بلخی کہتے ہیں کہ ہم لوگ امام اعظم ابو حنیفہ کی مجلس میں حاضر تھے آپ مسجد میں تشریف فرما تھے اور مسجد احباب ومخلصین اور تلامذہ سے بھری پڑی تھی کہ اچانک

[1] مناقب موفق صـ ۲۲۲ [2] ابو حنیفہ از ابو زہرہ مصری صـ ۲۴

مسجد کی چھت سے ابو حنیفہ کے سر کی برابری میں ایک سانپ لڑھک آیا لوگوں نے دیکھا تو چیخ اٹھے الحیۃ الحیۃ یعنی سانپ ہے سانپ ہے۔ اور اس کے رعب ودہشت اور خوف سے سب لوگ متفرق ہو گئے میں بھی انہی لوگوں میں تھا جو سانپ کے اچانک ظاہر ہونے سے ڈر گئے اور اپنی جگہ چھوڑ دی۔ مگر امام اعظم ابو حنیفہ پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا۔

وما تحرک ابو حنیفہ فی مجلسہ ولا تغیر لونہ فوقعت الحیۃ فی حجرہ فنفضہا وما زال عن مجلسہ فعرفت انہ صاحب یقین [1]

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے نہ تو اپنی جگہ سے کچھ حرکت کی اور نہ اس سے ان کی رنگت میں کچھ تبدیلی آئی جب کہ سانپ چھت سے لڑھک کر سیدھا ابو حنیفہ کی گود میں آپڑا۔ امام صاحب نے (بڑے سکون اور وقار سے) اسے دور جھٹک دیا اور اسی حالت میں اپنی جگہ بیٹھے رہے، میں نے یہ دیکھا تو یقین کر لیا کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ صاحبِ یقین آدمی ہیں۔

امام مالک اور احترامِ ابو حنیفہ

اسمٰعیل بن فدیک کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک کو دیکھا کہ وہ حضرت امام اعظم کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں اور باہمی گفتگو بھی جاری ہے حتٰی کہ دونوں جب مسجد کے دروازہ پر پہنچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالک نے امام اعظم کا احترام کرتے ہوئے انہیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے۔ میں نے امام اعظم کو مسجد میں

[1] مناقب موفق صـ ۲۴۰ ومناقب کردری صـ ۲۰۱

داخل ہونے وقت یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔

بسم الله الرحمٰن الرحيم هٰذا موضع الامان فآمنی من عذابك ونجنی من النار[1]	شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے یہ مسجد امان کی جگہ ہے۔ الٰہی مجھے اپنے عذاب سے امان دیجیے اور آگ سے نجات عطا فرمائیے۔

---

[1] مناقب موفق ص ۴۰۱۔ یہاں پر یہ تصریح بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگی کہ امام ابوحنیفہؒ امام مالک سے پندرہ سال بڑے تھے۔ کیونکہ ابوحنیفہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور امام مالک کی پیدائش ۹۵ ہجری کی ہے۔ امام ابوحنیفہ کی وفات ۱۵۰ھ ہے اور امام مالک کا ۱۹۹ھ میں انتقال ہوا امام ابوحنیفہ تابعی تھے۔ آپ کے اکثر معاصرین حتٰی کہ خود امام مالک کو بھی شرف تابعیت حاصل نہ ہو سکا اور ظاہر ہے کہ جو مقام تابعی کا ہو سکتا ہے وہ تبع تابعین کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خیرات الحسان ص۲۶ میں ابن حجر مکی شافعی نے امام مالک کو ابوحنیفہ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ نیز امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے روایت مشکوک ہے مگر امام مالک کی "ابوحنیفہ سے روایت حدیث پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ علامہ زاہد الکوثری نے "احقاق الحق بابطال الباطل فی مغیث الحق" کے آخر میں ۶ صفحات کا ایک رسالہ "اقوم المسالک فی بحث روایۃ مالک من ابی حنیفہ وروایۃ ابی حنیفہ عن مالک" ملحق کیا ہے۔ جس میں متعلقہ موضوع اور بحث کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس سے بھی جس میں ابوحنیفہ سے امام مالک کا تلمذ ثابت ہے بعض اوقات امام مالک کی ابوحنیفہ کے ساتھ علمی مذاکروں میں رات گذر جاتی تھی۔ یہ مجالس اس وقت ہوا کرتے تھے جب ابوحنیفہ مدینہ طیبہ حاضر ہوتے تھے اور یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ کی کتابوں کی کھوج میں رہتے تھے بڑی کوشش سے حاصل کر کے استفادہ کرتے اور یہ بھی منقول ہے کہ امام مالک کو ابوحنیفہ سے ساٹھ ہزار مسائل پہنچے ہیں۔ اور یہ بھی مسلّم حقیقت ہے کہ امام مالک کا تالیفی دور ابوحنیفہ کی وفات کے بعد شروع ہوا جس سے وہ ابوحنیفہ کی کتابوں

ابوحنیفہ کے توسل سے امام شافعی برکتیں حاصل کرتے

امام اعظم ابوحنیفہ کی قبر مبارک کے متعلق سوانح نگاروں نے امام شافعی کی ایک روایت لکھی ہے جسے خطیب بغدادی نے بھی نقل کیا ہے اور موفق نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ راوی علی بن میمون ہیں جو حضرت امام شافعی کے اجلہ تلامذہ میں سے ہیں کہ میں نے خود اپنے کانوں سے امام شافعی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔

انی لاتبرك بأبی حنيفه واجیئ الی قبره فی كل يوم يعنی زائرًا فاذا عرضت لی حاجة صليت ركعتين وجئت الی قبره وسألت الله تعالٰی الحاجة عنده[1]	میں ابوحنیفہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں تو دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی۔

---

[1] تاریخ بغداد، مناقب موفق ص۲۵۳ علامہ زاہد الکوثری نے "محق التقول فی مسئلۃ التوسل" میں اس واقعہ کی سند کو صحیح بتایا ہے اور خود حافظ خطیب بغدادی کی طبیعت امام اعظم کے فضائل و مناقب کے سلسلہ میں کسی ایسی روایت کے بیان کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی کہ جس کی سرے سے کوئی حقیقت نہ ہو۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں وہاں کے اکابر اولیاء اور علماء کے مقابر کے حالات پر "باب ما ذکر فی مقابر بغداد المخصوص بالعلماء والزہاد" کے عنوان سے مستقل باب قائم کیا ہے اسی باب میں امام شافعیؒ کا مذکورہ واقعہ بھی موصوف نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ سند کے تمام راویوں کا ترجمہ بھی خود دے دیا ہے۔ اور اس کی سند کے سب راویوں کی توثیق بھی کی ہے۔ باقی رہا شرعی نقطۂ نگاہ سے زیارت قبور کا مسئلہ تو زیارت قبر بھی سنت ہے اور زیارت قبر کے موقعہ پر اپنے اور میت کے حق میں دعا کرنا بھی مسنون ہے۔

مولائے ابی حنیفہؒ

ترمذ کے قاضی عبدالعزیز نے امام اعظم سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میرے پاس ایک آدمی آیا۔ اور کہنے لگا کہ میری بہن وفات پاگئی ہے حالانکہ وہ حاملہ تھی اور اب بھی اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کرتے معلوم ہوتا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔

اذھب و شق بطنھا و اخرج الولد	فوراً چلے جائیے اور اپنی ہمشیرہ کے پیٹ کا آپریشن کر کے بچے کو اس سے نکال لیجئے۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر سات سال کے بعد وہی شخص میرے پاس آیا۔ سات سال کا چھوٹا بچہ بھی اس کے ساتھ تھا کہنے لگا، کیا تم اس بچے کو بھی پہچانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا۔

یہ وہی بچہ ہے جس کی والدہ وفات ہوئیں اور ہم آپ کے پاس استفتاء کے لیے حاضر ہوئے تو آپ نے اس کے پیٹ کا اپریشن کر کے بچہ نکالنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ ہم نے آپ کے فتوای کے مطابق عمل کیا۔ اور اس کے پیٹ سے بچہ نکال کر ایک زندگی کو محفوظ کر لیا۔

اور جناب! یہ وہی بچہ ہے جس کی زندگی آپ کے حکم کی مرہون منت ہے۔ اس وجہ سے ہم نے اس کا نام بھی "مولائے ابی حنیفہ" رکھا ہے[1] موفق نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ

ھذا مولاك وقد سميته "نجا"۔[2]	یہ لڑکا آپ کا غلام ہے اور میں اس کا نام "نجا" رکھا ہے۔

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للکردی صلا ۱۹

[2] مناقب موفق صد۱۲۱

نسبی شرافت اور فقہی کمالات توازن و تناسب

سوانح اور تذکرہ نگاروں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نسب کے بارے میں مختلف لوگوں کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بعض آپ کو کابلی، بعض بابلی اور بعض متعصب امام صاحب کو عربی النسل بتاتے ہیں۔ مگر صحیح قول یہ ہے کہ آپ فارس النسل تھے اور یہی راجح ہے۔ مگر اس سے نہ تو آپ کی عظمت اور شان میں کوئی فرق پڑتا ہے اور نہ خدمت واشاعت دین کے کارنامے اس سے متاثر ہوتے ہیں۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ آپ اور آپ کے والد پیدائشی طور پر آزاد تھے۔ آپ کے دادا کے غلام ہونے یا نہ ہونے کی بحث بھی اس جگہ بے سود ہے۔ اس سے آپ کی عزت اور وقار، علمی وجاہت اور ذاتی شرافت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر بالفرض بذاتِ خود امام صاحب بھی غلام ہوتے تب بھی اخلاقی اور اسلامی نقطہ نگاہ سے آپ کے ان اوصاف میں کوئی فرق نہیں آتا امام اعظم کی مقبولیت، امامت، علمی ودینی سیادت، حسب ونسب اور کسی مال ومنال کی مرہونِ منت نہ تھی۔ بلکہ یہ سب کچھ موہبتِ خداوندی، بلند اوصاف وخصائل ذہانت وفطانت اور ورع وتقوای کی وجہ سے آپ کو حاصل ہوا تھا۔ علامہ مکی لکھتے ہیں کہ: تقوای بہترین نسب اور ثواب کا عمدہ ترین ذریعہ ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (الحجرات)	جو زیادہ متقی ہو اللہ کی بارگاہ میں وہی زیادہ معزز ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الی کل بر و تقی	ہر متقی شخص میری آل ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کو اپنے اہل بیت میں شمار کیا اور فرمایا۔

سلمان منا اھل البیت	سلمان ہمارے اہل بیت سے ہیں

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد سے خارج کر دیا۔

اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (ھود)	یہ آپ کے اہل سے نہیں کیونکہ اس کے عمل ٹھیک نہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو (غلام ہونے کے باوجود) اپنا مقرب بنایا اور اپنے چچا ابولہب کو قریشی ہونے کے باوجود دھتکارا[1]

جس دور میں "نسبی شرافت"، کو معاشرہ میں تقدس اور عظمت حاصل تھی امام ابو حنیفہ اس وقت بھی کسی احساس کہتری کا شکار نہ تھے۔

قبیلہ بنی تیم (جس کی طرف امام صاحب کی ولاء منسوب ہے) کسی شخص نے امام صاحب سے مخاطب ہو کر کہا۔

انت مولای	آپ تو میرے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو۔

امام صاحب نے جواباً فرمایا۔

انا واللہ اشرف لک منک لی[2]	میری وجہ سے تم کو عزو وقار حاصل ہوا لیکن تمہارے سبب میری عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

عرب مورخین کی زبان میں موالی غیر عرب کو کہتے ہیں اور یہ فارسی النسب ہونا امام اعظم کی عظمت شان میں کوئی نقطۂ ذلت نہیں۔ یہ موالی (غیر عرب) تو تابعین کے دور میں حامل علم فقہ تھے۔ امام اعظم نے انہی تابعین کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان کی فقہ میں کمال حاصل کیا۔ اور یہ ایک واقعہ ہے کہ تابعین اور تبع تابعین کے زمانہ میں بلاد و امصار کے اکثر

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للمکی ج ۲ [2] الانتقاء لابن عبدالبر

فقہا موالی اور اعاجم میں سے تھے[1] اس کی ایک جھلک مروانی حکمران، عبدالملک اور زہری یا ہشام اور عطاء کے درمیان اس مکالمہ میں بھی دیکھی جا سکتی ہے جس کو مختلف کتابوں میں نقل کیا جاتا رہا ہے۔ ابن عبد ربہ نے اسے عیسیٰ بن موسیٰ اور قاضی ابن لیلیٰ کی طرف منسوب کر کے نقل کیا ہے[2]

امام مکی نے مناقب ابی حنیفہ میں اسے ہشام اور عطاء کے درمیان بطور مکالمہ کے نقل کیا ہے[3] ہوا یوں کہ ایک مرتبہ ابن شہاب زہری عبدالملک کے دربار میں پہنچے تو اس نے کہا زہری! کیا تم بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کے مختلف امصار اور شہروں میں آج کل سب سے بڑے عالم جو مرجع انام ہوں کون کون لوگ ہیں؟ زہری نے کہا کیوں نہیں۔ فرمائیے کس کس شہر کے ائمہ بتاؤں تو عبدالملک نے حسب ذیل ترتیب کے ساتھ پوچھنا شروع کیا۔

عبدالملک۔ تم اس وقت کہاں سے آرہے ہو۔

زہری۔ مکہ معظمہ سے۔

عبدالملک۔ مکہ میں کس شخص کو چھوڑ کر آئے ہو جو اس وقت مکہ والوں میں دینی و علمی اور روحانی پیشوائی کر رہا ہے۔

زہری۔ عطا بن رباح (مجاہد، سعید بن جبیر اور سلمان بن یسار)[4]

عبدالملک۔ عرب خاندان کے آدمی ہیں یا موالی سے ان کا تعلق ہے۔

---

[1] ابو حنیفہ، حیاتہ وعصرہ، آراءہ وفقہہ صد ۱۳

[2] العقد الفرید [3] اس مکالمہ کا تذکرہ حاکم نے معرفۃ علوم الحدیث صد ۱۹۸ میں بھی کیا ہے حاکم کے سوا ابن صلاح نے مقدمہ میں سیوطی نے تدریب میں اور سخاوی نے فتح المغیث میں اس قصہ کو دہرایا ہے۔ محدثین کی کتابوں کے علاوہ فقہا کے مناقب میں بھی یہ مکالمہ رد و بدل کے ساتھ نقل ہوتا چلا آیا ہے تقی الدین تمیمی نے طبقات السنیہ ج ۱ صد ۱۳۶ میں اسے ذکر کیا ہے [4] قوسین میں درج کردہ نام دوسری روایات سے ماخوذ ہیں چونکہ قصہ ایک ہی ہے اس لئے تطبیق اور توضیح کے پیش نظر داخل کیا گیا ہے۔

زہری ۔ موالی سے۔

عبدالملک ۔ کس چیز نے عطاء اور ان کے رفقاء کو یہ مقام بخشا۔

زہری ۔ علم دین اور احادیث کی روایت نے۔

عبدالملک ۔ ٹھیک ہے یہ دونوں چیزیں ہیں ایسی کہ آدمی کو پیشوائی عطا کریں۔ اچھا بتاؤ کہ یمن میں مسلمانوں کا پیشوا اور رہنما آج کل کون ہے۔

زہری ۔ طاؤس بن کیسان (اس کا بیٹا اور ابن منبہ)

عبدالملک ۔ کیا وہ عرب سے نسلی تعلق رکھتے ہیں یا موالی سے ہیں۔

زہری ۔ موالی سے۔

عبدالملک ۔ ان کو کس چیز نے یہ بڑائی عطا کی ہے؟

زہری ۔ ان ہی باتوں نے جس نے عطاء اور ان کے رفقاء کو بڑھنے کا موقعہ دیا۔

عبدالملک ۔ اچھا مصر کا امام ان دنوں کون ہے۔

زہری ۔ یزید بن حبیب۔

عبدالملک ۔ عرب ہیں یا موالی میں سے یہ بھی ہیں۔

زہری ۔ ان کا بھی موالی ہی سے تعلق ہے۔

عبدالملک ۔ اور شام کا پیشوا آج کل کون ہے۔

زہری ۔ مکحول۔

عبدالملک ۔ عرب ہیں یا موالی۔

زہری ۔ ان کا بھی موالی سے تعلق ہے غلام تھے اور قبیلۂ ہذیل کی ایک عورت نے ان کو آزاد کیا تھا۔

(عبدالملک ۔ یہ سن کر غصہ سے سرخ ہو رہا تھا اور اس کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا سرد آہیں بھرنے لگا رگیں پھول گئیں اور تن کر کھڑا ہو گیا پھر پوچھا)

عبدالملک ۔ جزیرہ یعنی فرات اور دجلہ کے درمیانی علاقوں کا امام کون ہے؟

زہری ۔ میمون بن مہران۔

عبدالملک ۔ موالی ہیں یا عربی۔

زہری ۔ موالی ہیں۔

عبدالملک ۔ فقیہہ عراق کون ہیں جن پر عراقیوں کو اعتماد ہو۔

زہری ۔ حسن بن ابی الحسن، محمد بن سیرین۔

عبدالملک ۔ دونوں کی حیثیت کیا تھی موالی تھے یا عربی۔

زہری ۔ دونوں موالی یعنی عجمی تھے۔

عبدالملک ۔ مدینہ کے فقیہہ کون ہیں جن کو وہاں پر دینی اور علمی سیادت حاصل ہو۔

زہری ۔ زید بن اسلم، محمد بن المنکدر اور نافع بن ابی نجیح۔

عبدالملک ۔ ان کی حیثیت اور نسبت کیا ہے۔

زہری ۔ موالی سے ہیں۔ یہ سن کر عبدالملک کا سانس پھولنے لگا۔[1]

عبدالملک ۔ خراسان کا سب سے بڑا فقیہہ کون ہے۔

زہری ۔ ضحاک بن مزاحم اور عطاء بن عبداللہ خراسانی۔

عبدالملک ۔ یہ لوگ کون تھے۔

زہری ۔ موالی۔

عبدالملک ۔ "ویلک" (تجھ پر افسوس ہو)

(اس وقت عبدالملک کے چہرے کا مٹیالا پن اور بھی بڑھ رہا تھا اور اس پر ایسی سیاہی چھا رہی تھی کہ دیکھنے والے کو ڈر لگتا تھا) کہنے لگا آخر یہ بتاؤ کہ کوفہ میں مسلمانوں کی دینی پیشوائی اور فقہی سیادت کون کر رہے ہیں۔

---

[1] واقعہ کے یہ اجزا دوسری کتابوں سے لے کر داخل کیا گیا ہے۔

زہری - ابراہیم النخعی اور شعبی !

(زہری کہتے ہیں کہ بخدا - اگر میں اس سے خائف نہ ہو گیا ہوتا تو میں حکم بن عتبہ اور حماد بن ابی سلیمان کا نام لیتا - یہ حضرات موالی سے تھے مگر مجھے اس میں شر کے آثار نظر آرہے تھے)

جب میں نے ابراہیم نخعی کا نام لیا تو عبدالملک نے بے ساختہ نعرۂ تکبیر لگایا - اور اسے اطمینان کا سانس نصیب ہوا[1]

اس کے بعد کہنے لگا -

عبدالملک - اف زہری ! اب جاکر تم نے ایک بات سنائی جس سے غم کا بادل میرے دل سے کچھ ہٹا - بعض روایتوں میں ہے کہ عبدالملک نے کہا کہ یہ آخری جواب تم اگر نہ سناتے تو قریب تھا کہ میرا کلیجہ پھٹ جاتا - اور جس روایت میں یہ قصہ ہشام بن عبدالملک کی طرف منسوب ہے اس میں ہشام کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ

" میرا خیال تھا کہ میری جان نکل جائے گی - اور کسی عربی کا نام تمہاری زبان پر نہیں آئے گا[2]

بہر حال ابو حنیفہ کے تحصیل علم کے زمانہ میں علم زیادہ تر موالی اور اعاجم میں پایا جاتا تھا - اور ان کے ذریعہ سے پھیل رہا تھا -

اس تفصیلی واقعہ کے نقل کرنے سے ہماری غرض بھی یہی ہے کہ ابو حنیفہ کے زمانہ کے اساتذۂ علم گو موالی اور اعاجم تھے نسبی فخر سے محروم تھے - مگر خدا تعالیٰ نے انہیں علم کا فخر عطا فرمایا تھا علم اور فقہی کمالات اور روحانی مراتب اور دائمی صلاحیتیں و استعداد نسب کے مقابلہ میں زیادہ مقدس، پھلنے پھولنے والا - زیادہ پائیدار اور نام زندہ رکھنے والا ہے جو اپنے باکمال اساتذہ کی طرح امام اعظم ابو حنیفہ کو بھی بدرجۂ اتم حاصل ہے -

---

[1] العقد الفرید ج ۲ صہ ۲۶۲ [2] ابو حنیفہ از ابو زہرہ صہ ۱۵

ابراہیم بن ادھم سے ابو حنیفہ کی ملاقات

شفیق بن ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ امام اعظم ابو حنیفہ نے ابراہیم بن ادھم سے ملاقات کے دوران کہا -

اے ابراہیم ! خدا تعالیٰ نے تجھے عبادت اور ریاضت و مجاہدہ کا حصہ وافر بخشا ہے یہ بہت بڑی سعادت ہے مگر آپ اسے برقرار رکھتے ہوئے تحصیل علم پر توجہ دیں کہ علم رأس العبادت ہے اور اسی کے ساتھ دنیا و آخرت کے امور کی درستگی وابستہ ہے[1]

عدل و انصاف اور دیانت کی ایک نادر مثال

سفیان بن زیاد بغدادی کی ایک روایت ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ تقویٰ و پرہیز گاری اور ورع و احتیاط کے لحاظ سے بہت بلند مقام پر فائز تھے - کاروبار کے لحاظ سے ابو حنیفہ خزاز تھے - کپڑوں کی بڑی تجارتی منڈی کے مالک تھے - خرید و فروخت میں بھی غایت درجہ ورع، احتزم و احتیاط اور بیع و شراء میں شرعی تقاضوں کو بڑی دقیقہ رسی سے ملحوظ رکھتے تھے -

ایک مرتبہ مدینہ منورہ سے کوئی صاحب کوفہ اس غرض سے آئے کہ اپنے گھریلو ضرورت کا سامان خرید لے - دوسری چیزوں کے علاوہ اسے کپڑے کی بھی ضرورت تھی - اپنے دوستوں سے سامنے اس نے مطلوبہ کپڑے کا ذکر کیا - تو اسے بتایا گیا کہ ان صفات کا کپڑا آپ کو سوائے ایک فقیہہ خزاز جس کا نام ابو حنیفہ ہے - دوسری کسی بھی جگہ آپ کو نہیں ملے گا - چنانچہ وہ امام صاحب کی دکان کی جانب روانہ ہوا تو دوستوں نے اسے سمجھایا کہ بھائی ! جب تم اس کی دکان پر جاؤ اور وہ مطلوبہ کپڑا نکال کر آپ کے سامنے رکھ دیں تو جو قیمت وہ بتائیں اس پر لے لینا - قیمت کم کرانے پر ہرگز نہ جھگڑنا کہ وہاں بات ایک ہی ہوتی ہے - چنانچہ وہ

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للموفق صہ ۳۵

صاحب امام صاحب کی دکان دریافت کر کے دکان پر پہنچے۔

دکان میں امام صاحب کا ایک شاگرد بیٹھا ہوا تھا اس شخص نے گمان کیا کہ یہی ابو حنیفہ ہیں، چنانچہ مطلوبہ کپڑے کا مطالبہ کیا۔ ابو حنیفہ کے شاگرد نے وہ کپڑا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا اس نے قیمت دریافت کی تو بتایا گیا کہ اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے۔ چنانچہ اس نے بھاؤ کم کرانے اور آخری قیمت چکانے کے جھگڑے میں پڑنے کے بجائے اسے ہزار درہم ادا کر دیئے کوفہ میں دیگر سامان ضرورت اور سودا سلف سے فارغ ہونے کے بعد وہ شخص مدینہ منورہ چلا گیا۔

ادھر کچھ عرصہ بعد جب امام ابو حنیفہ نے کسی ضرورت سے اسی کپڑے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ کے شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت! وہ تو میں نے بیچ دیا ہے۔

امام صاحب نے پوچھا کتنے میں؟ اس نے بتایا کہ ہزار درہم میں۔ امام ابو حنیفہ یہ سن کر غصہ ہوئے اور فرمایا۔

تغر الناس و انت معی فی دکانی۔ — تم میرے ساتھ دکان میں رہتے ہوئے بھی لوگوں کو دھوکہ دیتے ہو۔

چنانچہ آپ نے اس شاگرد کو اپنے کاروبار اور دکان سے علیحدہ کر دیا اور خود ہزار دراہم لے کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچ کر اس شخص کو تلاش کر لیا جو ہزار درہم میں آپ کی دکان سے کپڑا لے کر گیا تھا۔ دیکھا کہ وہ شخص وہی کپڑا پہنے ہوئے مسجد میں نماز پڑھ رہا ہے۔ چنانچہ امام صاحب نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو امام صاحب آگے بڑھے اور فرمایا۔

بھائی! یہ جو کپڑا تم نے پہن رکھا ہے یہ میرا کپڑا ہے۔

وہ شخص حیران ہوا اور کہنے لگا وہ کیسے؟ حالانکہ یہ کپڑا تو میں نے کوفہ میں ابو حنیفہ فقیہ کی دکان سے ایک ہزار درہم میں خریدا ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔ اگر تم ابو حنیفہ کو دیکھ لو تو کیا اسے پہچان لو گے۔ کہنے لگا بالکل۔

امام صاحب نے فرمایا کہ ابو حنیفہ تو میں ہی ہوں کیا آپ نے یہ کپڑا مجھ سے خریدا تھا؟

کہنے لگا۔ نہیں، امام صاحب فرمایا۔ اچھا! اپنے ہزار درہم لے لو۔ اور مجھے میرا کپڑا واپس کر دو۔ اور اس پر صحیح صورتِ حال اور حقیقت واقعہ ظاہر کر دی۔

وہ صاحب کہنے لگا حضرت! میں اس کپڑے کو کئی مرتبہ پہن چکا ہوں یہ ہرگز مناسب نہیں کہ استعمال کرنے کے بعد اب آپ کو واپس کر دوں۔ اور اگر آپ چاہیں تو اس کی اصل قیمت ہزار دراہم سے جو زائد بنتی ہے وہ میں اپنے پاس سے ادا کر دوں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ نہیں، ایسا ہرگز نہیں۔ میں آپ سے اس کی زائد قیمت کی وصولی کے لئے نہیں آیا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کپڑے کی قیمت چار سو دراہم ہے۔ میرے ساتھی نے آپ کو ایک ہزار دراہم پر اسے فروخت کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ چھ سو روپیہ آپ کو واپس کر دوں اور کپڑا بھی آپ کے پاس رہے اور مجھے یقین ہے کہ اس معاملے پر آپ رضا مند بھی ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ صورت آپ کو پسند نہ ہو تو از راہِ کرم میرا کپڑا مجھے واپس کر دیں اور ہزار درہم کی رقم واپس لے لیں۔ اور اس دوران آپ نے جو بار بار یہ کپڑا استعمال کیا ہے اس کی میری طرف سے آپ کو اجازت ہے۔

مگر وہ شخص کسی بھی صورت میں کپڑا واپس کرنے کے لئے رضا مند نہیں تھا۔ اور اس کا اصرار تھا کہ جس طرح اس حقیقت کے ظاہر ہونے سے قبل ہزار درہم کے دام پر کپڑا میں نے لیا ہے اسی قیمت میں اب بھی میرے پاس رہے۔ مگر امام صاحب نے اس پر راضی ہونے سے انکار کر دیا۔ اور اپنی طرف سے تجویز کردہ مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے پر اصرار کیا۔ چنانچہ وہ شخص مجبور ہو کر اس پر رضا مند ہو گیا۔ کہ ۶۰۰ روپیہ واپس کر دیا جائے اور کپڑا ابھی اصل قیمت ۴۰۰ دراہم کے عوض میں میرے پاس رہے چنانچہ امام صاحب نے ۶۰۰ روپے بھی اسے واپس کر دئے اور کپڑا بھی اس کے پاس رہنے دیا۔

اس کے بعد بڑی مسرت سے واپس کوفہ لوٹ آئے۔[1]

خدا ابو حنیفہ کے لئے جنت واجب کردے اگرچہ مجھے یہ ناپسند ہے

اسد بن عمرو کی روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عمر بن ذر امام اعظم ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ

حضرت! میرا ایک شیعہ پڑوسی ہے اسے کوئی مسئلہ درپیش ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔ آپ اسے کہہ دیں کہ وہ ہمارے پاس بڑی خوشی سے آسکتا ہے ہم اسے بھی شرعی نقطہ نگاہ سے استفسار کا تسلی بخش جواب دیں گے۔

چنانچہ عمر بن ذر نے اپنے شیعہ پڑوسی کو امام صاحب کا پیغام سنایا اور دونوں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہو گئے چنانچہ شیعہ نے امام صاحب سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو

انتِ علی حرام — تو مجھ پر حرام ہے۔

کہہ دیا ہے کیا اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور عورت مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔

امام صاحب نے فرمایا۔

محترم! ایسے کلمات کے بارے میں حضرت علیؓ کا قول تین طلاق کا ہے اور اس سے ان کے نزدیک عورت مغلّظہ ہو جاتی ہے۔

شیعہ کہنے لگا جناب! مجھے حضرت علیؓ کا قول نہیں مجھے آپ کا فتویٰ درکار ہے۔

تب امام صاحب نے فرمایا۔ اچھا یہ بتائیے کہ تم نے "انت علیّ حرام" سے کیا نیت کی تھی؟ — کہنے لگا میں نے اس سے کسی چیز کی نیت بھی نہیں کی تھی — امام صاحب نے فرمایا طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی۔ کہا طلاق کی نیت بھی نہیں کی تھی۔

---

[1] مناقب موفق ص ۳۴۷، ا

تو امام صاحب نے فرمایا۔ پھر کچھ بھی واقعہ نہ ہوا۔ اور عورت بدستور آپ کی بیوی رہے گی۔

شیعہ نے سنا تو بڑا خوش ہوا اور کہنے لگا۔

جزاك الله خيرا واوجب لك الجنة وان كرهت انا۔[1]

خدا تعالیٰ آپ کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے اور تیرے لئے جنت واجب کردے اگرچہ مجھے یہ ناپسند ہے۔

رافضی شیخ کی حیاسوز حرکتیں اور ابو حنیفہ کی غیرت دینی اور حیا

شیطان طاق[2] جو روافض کے شیخ اور بزرگ مانے جاتے تھے اور روافض اسے مومن طاق کہتے ہیں۔ ہمیشہ امام اعظم

---

[1] مناقب ابی حنیفہ للکردری ص ۱۹۰ وهذه المسئلة يروى عن العلماء فيها عشرون قولا ذكرها الائمة فى التفسير وهذا الذى ذكره الامام اصل المذهب اما الذى عليه الفتوى فيقع واحدة بلا نية لغلبة العرف فيه على ارادة الطلاق واستعمال فى مقام الطلاق وللعرف فى مثل هذا المقام تاثير حتى ان قوله سرحتك طلاق رجعى فى المختار (كردرى ص ۱۹۱)

[2] هو ابو جعفر محمد على بن النعمان البجلى الكوفى الاحول وانما سمّى بالطاق لانه كان يعانى الصرف بطاق المحامل بالكوفة كان فصيحاً بليغاً فقيهاً مناظرا و شيعة تسميه مومن الطاق ويقال ان ابا حنيفه هو الذى سماه شيطان الطاق وكانت وفاته نحو سنة ست ومائة۔ اخبار شعراء الشيعة للمرزبانى (التلخيص) ص ۴۳ تاريخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۱۱ – ورجال الكشى ۱۲۳ ولسان الميزان ج ۵ ص ۱۰۴ والوافى بالوفيات ج ۵- ۲۰۰ وطبقات السنية فى تراجم الحنفية ج ۱ ص ۱۳۹

ابوحنیفہ کے حق میں بغض وحسد اور عداوت ونفرت کی آگ میں جلتے رہتے تھے۔ تنقید و اعتراض کا کوئی موقع ملتا تو دریغ نہ کرتے۔ ایک روز یوں ہوا کہ شیطان طاق رافضی حمام میں داخل ہوا اتفاق سے ان سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہ بھی وہاں موجود تھے۔ رافضی شیطان نے جوں ہی امام صاحب کو دیکھا تو کہنے لگا۔

اے نعمان۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے استاد کو موت آگئی ہے اور ہمیں ان سے استراحت حاصل ہوگئی (اور واقعہ بھی یہ تھا کہ امام اعظم کے استاد حماد بن ابی سلیمان قریبی دنوں میں انتقال کر گئے تھے)

امام اعظم نے جواب میں فرمایا کہ ہمارے اساتذہ کو جو موت آتی ہے وہ تو عین فطرت بشری اور قانون خداوندی کا تقاضا ہے مگر

و استاذك من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم [1]

(تیرے استاذ کو جلدی سے موت نہیں آئے گی) کیونکہ ایک خاص وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل دے دی گئی ہے (اس سے امام اعظم کا اشارہ شیطان کی طرف تھا جس کا "من المنظرین الی یوم الوقت المعلوم" کا قصہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے)

امام اعظم کے اس جواب سے رافضی شیخ سٹ پٹایا اور حواس باختہ ہوگیا اور جب کچھ نہ بن پڑا تو بے حیائی پر اتر آیا۔ اور امام صاحب کی طرف کرکے اپنا تہ بند کھول دیا۔

امام اعظم جو شرم وحیا اور غیرت وحمیت کے پتلے تھے نظر دوسری طرف پھیر لی۔ رافضی

[1] مناقب موفق صہ ۱۴۴ و مناقب ابی حنیفہ للکردی صہ ۱۸

شیطان کہنے لگا۔ ابوحنیفہ! تمہاری آنکھیں کب سے اندھی ہوگئی ہیں۔

امام اعظم نے فرمایا "جب سے خدا تعالیٰ نے تمہاری پردہ دری کر دی ہے۔

ابوحنیفہ رافضی شیطان کی یہ بدتمیزی اور حیا سوز حرکتیں کب دیکھ سکتے تھے جلدی سے حمام سے باہر تشریف لے آئے اور زبان پر یہ اشعار جاری تھے۔

اقول وفی قولی بلاغ وحکمة — وما قلت قولاً جئت فیه بمنکر

الا یا عباد الله خافوا الهكم — فلا تدخلوا الحمام الا بمیزر [1]

ترجمہ:۔ میں جو بات کہتا ہوں تو وہ تبلیغ وحکمت سے معمور ہوتی ہے اور تم جو بات کرتے ہو تو منکر اور ناپسندیدہ باتیں زبان پر لاتے ہو۔

اے خدا کے بندو! خبردار! اپنے معبود برحق سے خوف کرو۔ اور حمام میں داخل ہوتے وقت شرعی ستر اور پردہ کا اہتمام کر لیا کرو۔ (کہ بے پردگی سے خدا کے فرشتے بھی نفرت کرتے ہیں)

جہنم کے کنارے پر پہنچ کر بھی ابوحنیفہ کی برکت سے اللہ نے بچا لیا

ابراہیم الحنظلی قاضی سمرقند کا بیان ہے کہ ہماری ایک جماعت سمرقند سے روانہ ہوئی۔ اتفاق سے ہمارے ساتھ ایسا ایک ساتھی بھی ہولیا جو قدریہ کے عقائد رکھتا تھا۔ راستے میں ہماری اس سے بحث ہوتی رہی جب مرکز علم کوفہ پہنچے تو ہم نے اس سے کہا۔ کہ اب تو یہاں فیصلہ چکانا ہے آپ بتائیں علماء کوفہ میں کون ہے جس کے قول اور فیصلے پر آپ کو اعتماد ہو۔ کہنے لگا، امام اعظم ابوحنیفہ۔

چنانچہ ہم امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپ کے پاس لوگوں کا ہجوم تھا مستفیدین کا انبوہ تھا۔ آپ کچھ لکھ لکھوا رہے تھے۔ چنانچہ ہم بھی آپ کے سامنے کھڑے

[1] مناقب موفق صہ ۱۴۴ و مناقب ابی حنیفہ للکردی صہ ۱۸۔

ہوگئے اور عرض کیا حضرت! ہماری یہ جماعت سمرقند سے حاضر ہوئی ہے مگر بدقسمتی سے ہمارے ساتھ ایک ایسا ساتھی بھی ہو لیا ہے جو قدری ہے جب ہم نے اس سے فیصلہ کا کہا تو اس نے آپ کو حکم بنایا۔ اب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں از راہ کرم آپ اس سے کچھ بات کر لیں۔ شاید آپ کی برکت سے اللہ پاک اسے ہدایت سے نوازیں۔

دل میں ہم کہہ رہے تھے کہ امام صاحب تو بے حد مصروف ہیں وہ کب ہماری اس مداخلت کو برداشت کریں گے یا ادھر متوجہ ہوں گے۔ مگر امام اعظم نے کاغذ اور قلم رکھ دیا۔ اور ہمارے قدری ساتھی کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوگئے اور بڑی شفقت سے گفتگو شروع کر دی۔

امام صاحب نے پہلی بات کہی تو قدری نے جواب کی کوشش کی۔ دوسری بات کہی تو بے چارہ قدری سوچنے لگا۔ جب امام صاحب نے تیسری بات کی تو بے چارہ سر کھجانے لگا۔ نظریں نیچی کر لیں۔ ادب و احترام کا مرقع بن گیا۔ جسم پسینہ پسینہ تھا۔ گویا حیرت کا مجسمہ بن گیا۔ اسی لمحے اللہ تعالیٰ نے ابوحنیفہ کی برکت سے اسے ہدایت اور توبہ کی توفیق مرحمت فرمائی۔ چنانچہ کہنے لگا۔

استغفر الله و اتوب اليه جزاك الله يا ابا حنيفة عنى خيرا و عن جميع المسلمين كنت على شفير النار فانقذنى الله على يدك [1]

میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اے ابوحنیفہ! اللہ تعالیٰ آپ کو میری طرف سے اور جمیع المسلمین کی جانب سے جزائے خیر سے نوازے واقعہ یہ ہے کہ میں جہنم کے کنارے پہ پہنچ چکا تھا۔ مگر اللہ پاک نے آپ کی

[1] مناقب موفق صہ ۱۱۹ و مناقب کردری صہ ۱۹۶

برکت سے مجھے جہنم کی آگ میں گرنے سے بچا لیا۔

علم جو نافع ہو

امام زفر کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص کو اس کا علم محارم اور معاصی سے روک نہ دے اور بغاوت و سرکشی اور گناہوں سے مانع نہ بن جائے تو ایسا عالم بڑے خسارے اور سراسر تاوان میں ہے۔[1]

علماء اور فقہاء اللہ کے ولی ہیں

ابن وکیع کہتے ہیں کہ امام اعظم نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا اور آخرت میں علماء اور فقہاء اللہ کے اولیاء اور مقرب بندے نہیں ہیں تو پوری کائنات میں کوئی بھی اللہ کا ولی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

الله ولى الذين آمنوا الخ — اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی ہے۔

علماء اور فقہاء ایمان باللہ اور اس کی معرفت میں تمام انسانوں سے بڑھ کر ہیں لہٰذا ولایت کا بلند مقام بھی ان ہی کا ہو سکتا ہے۔[2]

ابوحنیفہ کا استغفار

ابوجعفر کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے کہ میں نے پچاس سال سے ایسی کوئی نماز نہیں پڑھی جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ منصبی میں اپنی کوتاہی سے توبہ استغفار نہ کیا ہو۔[3]

خطبہ میں اختصار

کوئی نکاح کی تقریب تھی مفضل کوفی کہتے ہیں کہ مجھے بھی اس میں شرکت کا موقع ملا۔ دیکھا کہ اس مجلس میں سفیان ثوری قاضی شریک اور علماء کی ایک جماعت بھی حاضر تھی۔ سب بیٹھے منتظر تھے۔ جب کافی وقت گذر گیا تو صاحبِ خانہ سے کہا گیا کہ جناب! آپ کس کا انتظار کر رہے ہیں

[1،2] مناقب موفق صہ ۳۴۲،۳۴۳،۳۴۴ [3] ایضاً

اس نے کہا امام ابو حنیفہ کا۔

ابھی یہ بات جاری تھی کہ امام اعظم تشریف لے آئے۔ صاحب وار نے عرض کیا۔ حضرت! خطبہ آپ دیں۔ امام اعظم نے فوراً خطبہ شروع کر دیا۔

مختصر حمد و ثنا اور درود کے بعد ارشاد فرمایا۔

امابعد- فان الكلام كثير و محكمه يسير- و ان الكلام لا ينتهي حتى ينهى عنه و خير الكلام ما اريد به وجه الله و شر الكلام ما اريد به غير وجه الله تعالى و عقد النكاح خال، فقال سفيان شريك الامر كما ترى[1]

امابعد! باتیں تو بہت ہیں مگر اچھی اور بہتر باتیں وہ ہیں جو آسان ہوں۔ گفتگو بند نہیں ہوتی جب تک کہ خود اس سے نہ رکا جائے۔ بہتر کلام وہ ہے جو حضرت اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ اور بدترین کلام وہ ہے جس میں غیر اللہ کی رضا مطلوب ہو۔ اس کے بعد ابو حنیفہ نے عقد نکاح باندھا۔ راوی کہتے ہیں سفیان نے قاضی شریک سے کہا۔ واہ! مستحسن بات تو وہی ہے جیسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

کھانا عقل کو کھا جاتا ہے

ابن عباس بن نجیح کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بطور خاص نصیحت کی کہ جب دنیا کی کوئی ضرورت حاجت اور اہم کام پیش آئے تو اس وقت تک کھانا نہ کھانا جب تک کام پورا نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ

فانّ الاکل یغیر العقل[2] کھانا عقل کو کھا جاتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ وصحبہ اجمعین

---

[1] مناقب کردری ص ۳۴۷ [2] مناقب کردری ص ۳۵۱